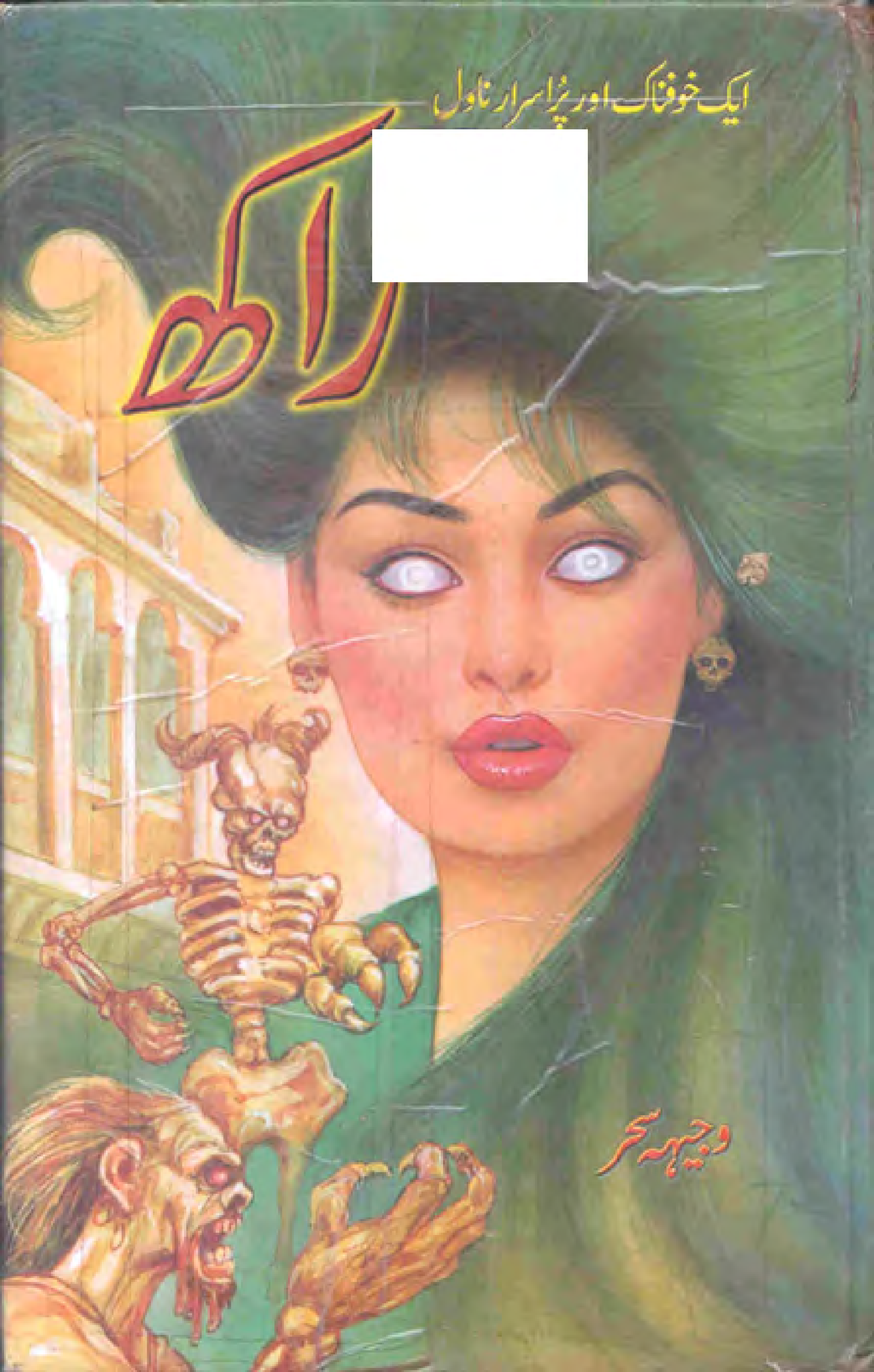
ایک خوفناک اور پُراسرار ناول
راکھ
وجیہہ سحر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بار اوّل ——— ۲۰۰۲ء
مطبع ——— یو اینڈ می پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ ——— مغل کمپوزنگ سنٹر، لاہور
قیمت ——— ۱۰۰ روپے

اسٹاکسٹ
علی بُک سٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال
لاہور

ISBN 969-517-055-2

اتوار کا دن تھا۔ حنا اور نروز نے پورے گھر میں ہلچل سی مچا رکھی تھی۔ بلقیس خوشی خوشی کچن میں کھانا تیار کر رہی تھی۔ شوہر کی وفات کے بعد بلقیس نے بہت محنت سے اپنے بچوں کو پالا تھا۔ بلقیس کا شوہر ورثے میں کافی جائیداد چھوڑ گیا تھا۔ جس میں ایک مارکیٹ بھی تھی۔ اس سے وصول ہونے والے کرائے سے بلقیس کے گھرانے کا خرچہ بہ آسانی نکل جاتا تھا۔ بلقیس کے سب سے بڑے بیٹے کی عمر تئیس برس تھی۔ اس کا نام صمصام تھا۔ اسے گریجویشن کئے ایک سال گزر چکا تھا۔ اس سے ڈیڑھ سال چھوٹا بیٹا نروز اور ایک بیٹی حنا تھی جو نروز سے دو سال چھوٹی تھی۔

دوپہر کے بارہ بجے ہوئے تھے۔ حنا اور نروز وڈیو گیم لگائے چھٹی کے دن کو انجوائے کر رہے تھے۔ نروز سیکنڈ ایئر میں تھا اور حنا فرسٹ ایئر میں تھی۔ بلقیس کچن سے ہاتھ خشک کرتی ہوئی آئی اور نروز کی طرف متوجہ ہوئی۔

”نروز! صمصام صبح دس بجے سے اپنے دوست کی طرف گیا ہے۔ وہ کیا کہہ کر گیا تھا کہ کب تک آئے گا؟؟“

”صمصام کہہ رہا تھا کہ دو تین گھنٹے لگ جائیں گے۔“ نروز نے جواب دیا۔

”نروز! میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ صمصام بھائی کہا کرو۔ وہ تم سے ڈیڑھ سال بڑا ہے۔“ بلقیس نے کرخت لہجے میں کہا۔

”امی ہم میں سے چھوٹا بڑا کون ہے۔ یہ تو ہم نہیں جانتے۔ ہم تو اب یہ جانتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے پکے دوست ہیں اور دوستوں میں یہ تکلفات نہیں ہوتے۔“

نروز کی یہ بات سن کر بلقیس مسکرا دی۔ ”اچھا بھئی جیسے بھی رہو خدا تمہارے اس

پیار کو قائم رکھے۔"

ادھر صمصام ٹریفک کے بیچ کھلی سڑک پر اپنے دوستوں کو اپنی موٹر بائیک پر کرتب دکھانے میں مصروف تھا۔ کبھی وہ اپنے گھٹنے زمین پر لگاتے ہوئے تیز رفتار موٹر بائیک کو ترچھے رُخ میں زمین کے قریب لے جاتا اور کبھی اپنے ہاتھوں کی گرفت کو مضبوط کرتے ہوئے چلتے موٹر بائیک پر الٹا لیٹتے ہوئے اپنی ٹانگوں کو اوپر کی طرف موڑ لیتا۔

دوستوں کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی صمصام کی اس کرتب بازی پر حیران تھے۔

گھر والے صمصام کا انتظار کر رہے تھے۔ دو بج گئے تو پریشانی سے بلقیس کی جان کو بن گئی۔ صمصام نے دو گھنٹوں کا کہا تھا اسے اتنی دیر کیوں لگ گئی۔

"امی آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ اسے دوستوں نے گھیر رکھا ہو گا۔" ابھی یہ الفاظ نروز کی زبان پر تھے کہ صمصام بے ڈھنگی چال کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اپنی طرف سے سیدھا چلنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

بلقیس غصے سے صمصام کی طرف بڑھی۔ "اتنی دیر کیوں لگا دی؟؟"

"بس امی! میرے چند قریبی دوست آ گئے تھے۔ انہوں نے مجبور کر دیا۔"

بیٹا دوستوں سے ضرور ملو میں یہ نہیں کہتی لیکن مجھے بتا کر جایا کرو اور کوشش کیا کرو کہ وقت پر گھر واپس آ جاؤ۔" بلقیس نے صمصام کو سمجھایا تو صمصام نے معصومیت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا بابا! غلطی ہو گئی۔ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔" یہ کہہ کر اس نے نروز اور حنا کی طرف دیکھا۔" تم لوگوں نے کھانا نہیں کھایا ابھی تک۔"

"یار تم نے دیر اتنی لگا دی۔ کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" نروز نے خفت سے کہا۔

"آئی ایم سوری بھئی! میری توبہ جو آئندہ بغیر بتائے کہیں جاؤں۔" یہ کہہ کر صمصام نے جھٹکے انداز میں چلتے ہوئے کھانے کے ٹیبل کی طرف بڑھا تو بلقیس نے فوراً اس کے

گھٹنے کی طرف دیکھا۔ "یہ تم چل کیسے رہے ہو۔ کیا معاملہ ہے؟؟"

"گ.......... گ.......... گھٹنے پر موچ سی آ گئی ہے۔ جیسے ہڈی پہ ہڈی چڑھ گئی ہو۔ ایک جھٹکا ماروں گا تو ٹھیک ہو جائے گی۔" جھوٹ صمصام کی زبان سے اٹک اٹک کر نکل رہا تھا۔ نروز نے شرارتاً ترچھی نظر سے صمصام کی طرف دیکھا تو صمصام نے اسے آنکھ ٹکا دی۔

"اوہ میرے خدایا۔ ایک تو اس لڑکے نے میری آدھی جان نکال رکھی ہے۔" بلقیس نے اپنا سر پیٹ دیا۔

کچھ دیر کے بعد وہ سب کھانے میں مشغول ہو گئے۔ کھانے کے بعد حنا اور بلقیس برتن اٹھا کر کچن کی طرف چل دیں اور کچن کی سیٹنگ کرنے لگیں اور صمصام ڈائننگ ٹیبل کی کرسی سے اٹھ کر صوفے پر دراز ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد نروز ہاتھ میں دوا اور روئی لئے صمصام کی طرف بڑھا۔ "چلو جلدی سے دکھاؤ۔ کہاں چوٹ لگی ہے۔ ویسے یہ تم اچھا نہیں کرتے۔ زندگی بہت قیمتی چیز ہے۔ محض چند منٹوں کی تفریح کے لئے تم خود کو داؤ پہ لگا دیتے ہو۔" وہ صمصام کو سمجھا رہا تھا لیکن صمصام مسکراتے ہوئے مسلسل اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں بہت سا پیار تھا۔ وہ دل ہی دل میں رشک کر رہا تھا کہ اسے سب کتنا چاہتے ہیں اور اس کا اپنا دل بھی محبت سے سرشار تھا اپنی ماں اور بہن بھائی اس کی کمزوری تھے۔ حنا تو دونوں بھائیوں کی آنکھوں کا تارا تھی۔

یہ چھوٹی سی فیملی ہی بلقیس کی جنت تھی۔ جس میں محبت اور خلوص کی پُرسکون لہریں بہتی رہتی تھیں۔

☆======☆======☆

اگلے روز حنا اور نروز کالج چلے گئے۔ صمصام بھی صبح صبح آفس جانے کے لئے تیار ہوا۔ جہاں بیٹھ کر وہ کرائے پر دی ہوئی دکانوں اور اپنی ٹیکسی کے طور پر چلنے والی گاڑیوں اور زمینوں کا حساب کتاب رکھتا تھا۔

صمصام اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا ملازم اکرم جو اکثر زمینوں کی چھان بین

کرتا تھا' اندر داخل ہوا۔

"آؤ اکرم' بیٹھو۔" صمصام نے فائل میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ پھر اکرم سے مخاطب ہوا۔ "اکرم! گزشتہ دو سالوں سے ہم میں سے کسی نے بھی حویلی کا چکر نہیں لگایا۔"

صمصام کی بات سن کر اکرم کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنی انگشت کو اپنی کنپٹی پر پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ حویلی دو سو سال سے آباؤ اجداد کو ورثے میں ملی ہے۔ شہر سے بہت دور جہاں یہ حویلی ہے۔ وہاں تو کئی کلو میٹر تک کسی آبادی کا کوئی نام و نشان نہیں اور جنگلی جھاڑیوں اور انتہائی سنگلاخ زمین کی وجہ سے وہاں گاڑی بھی نہیں چل سکتی۔ وہ جگہ تو خوفناک جنگلی جانوروں کا گڑھ بن چکی ہے۔ سانپ اور بچھو تو وہاں اتنے ہیں کہ میں تو وہاں کبھی بھی نہ جاؤں۔"

"اکرم' جو کچھ بھی ہے۔ وہ حویلی ہمارے آباؤ اجداد کی نشانی ہے۔ ہمیں تو ہر حال میں اس کا خیال رکھنا ہے۔ حویلی ہمارے خاندانی ورثے کی بہت بڑی یادگار ہے۔ وہاں تو آج بھی ہر چیز ویسے کی ویسی ہی ہے جیسے سو سال پرانی تھی۔" صمصام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

رات آٹھ بجے کے قریب صمصام گھر پہنچا تو اس کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ پورا گھر دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ بلقیس نے بہت قیمتی ساڑھی زیب تن کی ہوئی تھی۔

حنا اور نروز مسکراتے ہوئے صمصام کے قریب آئے۔ "بوجھو تو جانیں.........."

صمصام نے مسکراتے ہوئے کیلنڈر کی طرف دیکھا تو وہ ولولہ انگیز انداز میں بلقیس کی طرف بڑھا۔ "اوہ آج میری پیاری سی امی کی برتھ ڈے ہے۔ خدا ہماری امی کو لمبی عمر دے۔"

حنا اور نروز بلقیس اور صمصام کا ہاتھ پکڑ کے انہیں میز کے قریب لے گئے۔ میز ایک خوبصورت کیک کے ساتھ ساتھ رنگا رنگ سامان سے بھرا ہوا تھا۔ خلوص کے لمحات سے بھرے اس خوشگوار ماحول میں بلقیس اپنی اولاد کے بیچ بیٹھی یہ خوشیاں سمیٹ رہی تھی۔

بھینی بھینی موسیقی کے سُر فضا میں اُبھر رہے تھے۔ اسی پُر رونق ماحول میں کب نو بج گئے' پتہ ہی نہ چلا۔ ایک ایک پیالی چائے وہ سب ہاتھوں میں اٹھائے کارپٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ گپ شپ میں مصروف تھے کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

"اس وقت کون ہو سکتا ہے۔" نروز دیکھنے کے لئے اٹھنے لگا تو صمصام تیزی سے اٹھا۔

"تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر صمصام کمرے سے باہر نکلا۔

صمصام نے دروازہ کھولا تو دروازے کے قریب سبز چولا پہنے انتہائی پاکباز بزرگ کھڑے تھے۔ ان کا چہرہ نور سے دمک رہا تھا۔ صمصام کی نگاہیں عزت و تکریم سے جھک گئیں۔

بزرگ نے انتہائی صوفیانہ انداز میں کہا۔ "یہاں سے گزر رہا تھا۔ پیاس لگ گئی۔ ایک گلاس پانی پلا دو گے۔"

"آپ اندر آ کر پانی پی لیں۔"

صمصام کی بات سن کر وہ بزرگ اندر آ گئے۔ بلقیس نے بزرگ کو دیکھا تو اس نے صمصام کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے انہیں بہت عزت سے بٹھایا۔

"امی جان انہوں نے پانی مانگا تو میں نے کہا کہ آپ اندر آ کر پانی پی لیں۔"

صمصام نے بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

بلقیس نے بزرگ بابا کو پانی پلایا۔ بابا نے پانی پیا اور صمصام سے مخاطب ہوئے۔

"ذرا ایک چٹکی نمک کی لانا۔"

صمصام اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر تھوڑا سا نمک لے آیا اور اسے بابا کے سامنے پھیلا دیا۔

بابا صمصام کے ہاتھ سے نمک اٹھانے لگے تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہوں نے عجیب سی کپکپاہٹ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو پیچھے کی طرف کھینچ لیا۔ ان کی نگاہوں میں وسوسوں کی آگ جھانکنے لگی۔ بلقیس گھبرا گئی۔ "کیا ہوا بابا جی؟"

بابا نے اپنا دایاں ہاتھ ہوا میں اکڑا لیا اور اپنی دہشت سے پھیلی ہوئی آنکھوں کو

صمصام کے چہرے پر گاڑ دیا۔

"بابا جھوٹ نہیں بول سکتا لیکن خاموش بھی نہیں رہ سکتا۔ تو ایک ماہ کے بعد مر جائے گا لیکن مر کر بھی نہیں مرے گا۔ ہر طرف آگ ہی آگ ہو گی۔"

بابا کے یہ الفاظ سن کر بلقیس نے اپنا دل تھام لیا۔ اس کا چہرہ تپنے لگا۔ "بابا جی کسی کے لخت جگر کے بارے میں ایسے الفاظ منہ سے نکالتے ہوئے آپ کو سوچنا چاہئے۔ اگر بزرگ سمجھ کر آپ کی عزت کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ہمیں ان وسوسوں کے چکر میں ڈال کر اپنا کوئی مفاد حاصل کریں۔ ہم اس قسم کی باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔"

بابا تحمل سے کھڑے ہو گئے۔ "تو ماں ہے اس لئے ایسا کہہ رہی ہے خدا تجھے حوصلہ دے۔" یہ کہہ کر بابا سر جھکائے خاموشی سے وہاں سے چلے گئے۔

بلقیس اور اس کی فیملی نے بابا کی بات پر یقین نہیں کیا لیکن بلقیس کافی ڈیپریس ہو گئی۔

صمصام دروازہ بند کر کے بلقیس کے قریب آیا۔" ماں یہ جو فقیر ٹائپ لوگ ہوتے ہیں ان کی تو عادت ہوتی ہے۔ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ایسی باتیں کرنا۔ چلیں اب جلدی سے اپنا موڈ اچھا کریں۔"

بلقیس نے مسکراتے ہوئے صمصام کے سر پر پیار دیا۔ "خدا میرے بیٹے کی عمر دراز کرے۔ میں نے کوئی وہم نہیں کیا۔"

حنا اور نروز نے بھی لاڈ کرتے ہوئے بلقیس کے کندھوں پر اپنے سر رکھ دیے۔

☆======☆======☆

تیسرے روز بلقیس' نروز' صمصام اور حنا سب ناشتہ کر رہے تھے کہ صمصام کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ صمصام نے کال ریسیو کی تو اس کے چہرے پر حیرت و پریشانی کے تاثرات عیاں ہونے لگے۔ صمصام نے پریشان کن لہجے میں کہا۔" ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں خود حویلی جا کر پتہ کروں گا۔" یہ کہہ کر اس نے موبائل کا بٹن بند کر دیا۔

"کیا بات ہے بیٹا! خیریت تو ہے۔ یہ حویلی کی کیا بات ہو رہی تھی؟" بلقیس نے پریشانی میں کہا۔

"میرے دوست کا فون تھا۔ وہ بہت عجیب بات کہہ رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ جس جگہ ہماری حویلی ہے۔ سفر کے دوران وہاں اس کی گاڑی خراب ہو گئی۔ اس نے رات کی تاریکی میں پوری حویلی کو روشن دیکھا ہے۔ اس کے مطابق وہ حویلی آباد ہے۔" صمصام کی پیشانی پر تعجب کی لکیریں کھنچ گئیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی ہماری حویلی میں رہائش پذیر ہو اور ہمیں علم نہ ہو۔ وہاں تو بجلی کا نظام بھی نہیں ہے۔" بلقیس نے حیرت و پریشانی سے کہا۔

"امی تعجب کی بات تو یہ ہے کہ میرے اس دوست نے حویلی کے باہر مشعلیں سلگتی دیکھی ہیں۔" صمصام نے کہا۔

"مشعلیں؟ "بلقیس اور حنا نے تعجب خیز انداز میں صمصام سے پوچھا۔

نروز نے تضحیک آمیز انداز میں صمصام کی طرف دیکھا۔ "تمہارا دوست تم سے مذاق کر رہا ہے۔ اس دور میں کوئی پورا شہر چھوڑ کے آگ جلا کے ایسی حویلی میں کیسے رہ سکتا ہے۔"

"نروز! اس بات کو تم مذاق میں نہ ٹالو۔ میرے دوست نے کوئی مذاق نہیں کیا۔ میں ایک دو روز تک خود حویلی جاؤں گا۔" صمصام نے کہا۔

☆======☆======☆

رات کے دس بجے تو حنا اور نروز اور صمصام اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے۔ بلقیس پورے گھر کے لاک چیک کر رہی تھی۔

دسمبر کی رات تھی۔ شدید سردی کی ٹھٹھری فضا میں ہر طرف ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دھند کے سفید غبار نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جانوروں کی خوفناک آوازیں ان کی موجودگی کا احساس دلا رہی تھیں۔

گیارہ بجے کے قریب بلقیس بھی اپنے کمرے میں سونے کے لئے چلی گئی۔

صمصام اپنے کمرے میں بے خود سو رہا تھا۔ زیرو دولٹ کی ملگجی روشنی میں صمصام اپنے بازو سے اپنے چہرے کو چھپائے نیند کی دنیا میں مست تھا کہ اچانک اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ پہلی دستک ہوئی تو صمصام نے بے خوابی کی حالت میں بے چینی سے کروٹ بدلی لیکن پھر دوسری تیسری دستک پر وہ نیند سے بیدار ہو گیا۔

"کون ہے بھئی!" یہ کہہ کر صمصام اپنے بستر سے اٹھا۔ دستک کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ صمصام ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صمصام نے جھٹکے سے دروازہ کھولا تو وہ ساکت ہو کر رہ گیا۔ دروازے پر کوئی نہیں تھا۔

صمصام نے سہمی ہوئی نگاہیں چاروں اطراف گھمائیں لیکن دور تک کوئی نہیں تھا۔

وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس نے جھٹ سے دروازہ بند کر لیا اور ڈرے ڈرے انداز سے اپنے بستر کی طرف بڑھا اور پھر تیزی سے اپنے بستر میں گھس کر اپنے منہ پر چادر اوڑھ لی۔ چند ہی ساعتوں میں اس کی نگاہیں بوجھل ہونے لگیں اور اس کی آنکھ لگ گئی۔ سوتے ہوئے صمصام کے پپوٹے کانپنے لگے۔ وہ کوئی پُراسرار خواب دیکھ رہا تھا۔

خواب میں بھی رات کی وہی تاریکی تھی۔ صمصام اپنی آبائی حویلی کے باہر کھڑا تھا۔ جس کے دروازے کے دونوں اطراف مشعلیں جل رہی تھیں۔ اسی اثناء میں ایک انتہائی خوبصورت دوشیزہ نمودار ہوئی۔ وہ سفید لباس میں ملبوس تھی۔ اس کے بال گھٹنوں تک آ رہے تھے۔ وہ حویلی کے دروازے سے باہر نکلی اور صمصام کی طرف بڑھنے لگی۔ صمصام جیسے اپنی ہی جگہ پر ساکت ہو گیا۔ وہ صمصام کے قریب آئی اور اس نے اپنی سرسراتی ہوئی آواز میں سرگوشی سی کی۔

"حویلی آؤ۔ یہاں ہر طرف آگ ہی آگ ہے۔ دیکھو یہاں خون سے دیئے جلتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ الٹے قدموں سے چلتی ہوئی حویلی کی طرف بڑھنے لگی اور صمصام بدحواسی کی کیفیت میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد الٹے رخ میں چلتے چلتے وہ لڑکی حویلی میں داخل ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ صمصام اس کے پیچھے حویلی میں داخل ہوتا۔ اس پر سوتے میں دباؤ کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور اس کے سانس میں

رکاوٹ ہونے لگی۔ وہ منہ سے گھٹی گھٹی آوازیں نکالنے لگا اور پھر جھٹکے سے اس نے اپنے آپ کو اس کیفیت سے باہر نکال لیا۔ اپنی آنکھیں کھول کر اس خوفناک تحیّر سے باہر آ گیا۔ اس نے خود کو اپنے کمرے میں محسوس کیا تو اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا لیکن ایک انجانا سا خوف اس کی رگوں میں سرایت کر گیا تھا۔

اگلے روز صبح اٹھتے ہی صمصام نے حویلی جانے کا فیصلہ کر لیا اور بلقیس کو اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا۔ تیار ہونے کے بعد اس نے تیزی سے ناشتہ کیا۔

"صمصام! میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ تم وہاں اکیلے نہ جانا۔ کہیں تمہارے دوست کی بات سچ ثابت ہو گئی تو بڑا مسئلہ بن جائے گا۔" نروز نے صمصام سے کہا۔

"نہیں نروز! تم مما اور حنا کے پاس رہو۔ اگر ایسی ویسی کوئی بات ہو بھی گئی تو میں سوچ و بچار سے کام لوں گا۔ تم پریشان مت ہو۔ میں انشاء اللہ جلد آ جاؤں گا۔" یہ کہہ کر صمصام وہاں سے چل دیا۔

☆======☆======☆

صمصام اپنی گاڑی کو بہت تیز دوڑا رہا تھا۔ سات گھنٹوں کے طویل فاصلے کے بعد سنگلاخ راستوں پر مشتمل وہ پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا جہاں وہ حویلی تھی۔ انسانوں کی آبادی سے دور خاردار درختوں اور جنگلی جھاڑیوں پر مشتمل اس ویران علاقے میں ایک عجیب سی دہشت تھی۔

ایک طویل فاصلے کے بعد صمصام کی جیپ ایک انتہائی پتھریلے راستے پر ہچکولے کھانے لگی۔ وہ راستہ سیدھا اس حویلی کی طرف جاتا تھا۔ جو دور سے ہی جگمگا رہی تھی۔

حویلی کو اس طرح روشن دیکھ کر صمصام کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس پتھریلے راستے کے دونوں اطراف جنگلی خاردار جھاڑیاں تھیں۔ صمصام نے حویلی کے نزدیک جیپ روکی تو اس کے اندر وہی انجانا سا خوف بیدار ہو گیا جو اس نے خواب میں محسوس کیا تھا۔

پہلے کبھی بھی اسے اپنی حویلی آتے ہوئے خوف محسوس نہیں ہوا تھا لیکن آج ایک

عجیب سے خوف سے اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔

باہر دروازے کے دونوں طرف دو مشعلیں جل رہی تھیں۔ اس پُراسرار ماحول سے صمصام کی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف موجزن ہونے لگا۔ وہ کچھ دیر سراسیمہ نگاہوں سے حویلی کو دیکھتا رہا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ اس کی آنکھیں مزید متجسس ہو گئیں۔ حویلی کی دیواروں پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مشعلیں نصب تھیں اور اس کے علاوہ جگہ جگہ موم بتیاں اور دیئے روشن تھے صمصام ان راستوں پر چلا جا رہا تھا۔ وہ اپنی آبائی حویلی کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔ حویلی کے کمرے سامان سے بالکل خالی کھنڈر کی طرح ویران تھے۔

صمصام اسی پریشانی کی کیفیت میں چلا جا رہا تھا کہ ایک دم خونخوار چمگادڑوں کا ایک غول اس پر جھپٹ پڑا۔ صمصام کی چیخیں پوری حویلی میں گونجنے لگیں۔ اس نے خود کو ان خونخوار چمگادڑوں کی یلغار سے بچانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کا پورا وجود زخمی ہو گیا آخر اس نے برق سرعت سے بھاگنا شروع کر دیا۔ خونخوار چمگادڑوں کا غول خوفناک آوازیں نکالتا ہوا صمصام کے پیچھے ہوا کو چیر رہا تھا۔ بھاگتے بھاگتے صمصام کا پیر کہیں اڑا اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ اس نے خوف و دہشت سے اوپر کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ ایک بہت بڑے ہال نما کمرے میں موجود تھا۔ وہ کمرہ اتنا پُراسرار تھا کہ صمصام کے اندر اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ وہ کمرہ آگ کے استعمال سے اس قدر روشن تھا کہ دسمبر کے مہینے میں صمصام کا جسم پسینے میں ڈوب گیا۔

کمرے میں ایک عجیب سی گونج تھی۔ ایک لرزہ پیدا کرنے والی جھنکار جو ہوا میں مسلسل سفر کر رہی تھی۔ صمصام کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دور فاصلے پر بڑے سے حصے میں دہکتی آگ کے قریب کوئی چیز چمک رہی ہے لیکن آگ کے دھوئیں میں اسے یہ سب کچھ مدہم دکھائی دے رہا تھا۔ اپنی ہتھیلیوں پر زور دیتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا اور حوصلے کا ایک لمبا سانس کھینچ کر اس چمکتی ہوئی چیز کی طرف بڑھا۔

کمرے میں پڑی ہر چیز طلسماتی تھی۔ جسے حیرت سے دیکھتا ہوا صمصام آگے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ یک لخت اس کے پیر سے کوئی چیز ٹکرائی اور آگے کی طرف لڑھک گئی۔

صمصام نے جھک کر اس چیز کو اٹھایا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ انسانی کھوپڑی تھی۔ صمصام نے دہشت سے اپنا ہاتھ جھٹک دیا اور تیز تیز سانس لینے لگا۔ اس کے قدم لڑکھڑا گئے لیکن اس نے خود میں حوصلہ پیدا کیا اور چلتا رہا۔ تب اسے احساس ہوا کہ جسے وہ آگ کا دھواں سمجھ رہا ہے وہ دھواں نہیں ایک سفید غبار ہے۔ جس نے اس حصے کو دھندلا رکھا تھا۔ جوں جوں صمصام آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ غبار ختم ہوتا جا رہا تھا۔

پھر ایک جگہ صمصام کے قدم رک گئے۔ وہ سر تا پا ساکت ہو کے رہ گیا اس کے قدم ایک انتہائی بھیانک انسان کے قریب جا کر رک گئے۔ وہ گردن اکڑائے آسن مارے بیٹھا ہوا تھا۔

بھیانک شخص آنکھیں بند کئے مست تھا۔ وہ غالباً مجوسی تھا اور اپنے آگ دیوتا کی پرستش میں مگن تھا۔

صمصام حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ اس کے کندھے پر کسی نے تھپکی دی۔

☆======☆======☆

اس نے ایک جھرجھری سی لی اور خوف سے اس کی گردن میں جیسے سلاخ پڑ گئی۔ کچھ دیر وہ سر اکڑائے کھڑا رہا۔ پھر اس نے جھٹکے سے پیچھے کی طرف دیکھا۔ وہ سر تا پا جیسے پتھر کا ہو گیا۔ اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی۔ سفید لباس میں ملبوس وہی اپسرا اس کی نگاہوں کے سامنے کھڑی تھی جو اسے خواب میں دکھائی دی تھی۔

وہ چپ سادھے دونوں ہاتھوں سے صمصام کو اپنی طرف بلا رہی تھی۔ صمصام کی عقل بھی جیسے اس کی غلام ہو گئی۔ وہ خاموشی سے اس کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔

وہ پُراسرار عورت اسے ایک کمرے میں لے گئی۔ شمع دان میں لگی موم بتیوں کی وجہ سے اس کمرے میں دھیمی دھیمی روشنی بکھری ہوئی تھی۔ صمصام خوف و حیرت سے اس عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس عورت کی آنکھوں میں ایک دہشت ناک چمک تھی۔ وہ صمصام کے قریب آئی اور دھیمے سے لہجے میں بولی۔

''میں نے تم سے کہا تھا نا' یہاں خون کے دیئے جلتے ہیں۔ وہ خوفناک شخص جو باہر

بیٹھا ہے' وہ آتش پرست ہے۔ اس وقت وہ عبادت میں مگن ہے۔ ایک گھنٹے سے پہلے وہ عبادت سے باہر نہیں آ سکتا۔ اسے انسان کہنا بہت عجیب بات ہے۔ وہ بے شمار شیطانی قوتوں کا مالک ہے۔ کالے جادو اور کئی پُراسرار علوم سے اس نے کئی آسیبوں اور کئی عجیب الخلقت مخلوقات کو اپنا اسیر کر رکھا ہے۔ میں بھی اس کی ایک غلام ہوں۔ میرا نام مانسی ہے۔ بس اپنے بارے میں فی الحال تمہیں اتنا ہی بتا سکتی ہوں اور اس آگ دیوتا کے پجاری کا نام گھنشیامی ہے۔ یہ ہر ماہ خون کا کھیل کھیلتا ہے اور ان ہوائی مخلوقات کو خوش رکھنے کے لئے ایک انسان کے خون کی بلی دیتا ہے جس سے اس کی شیطانی طاقتیں دوگنی ہو جاتی ہیں۔ اس وقت وہ اتنی شیطانی قوتوں کا مالک ہوتا ہے کہ کئی آسیب بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ جب بھی کسی کی بلی دیتا ہے تو اس کے خون کا ایک دیا جلاتا ہے جو مخصوص مدت تک جلتا ہے۔ اگر کوئی انسان تین روز کے اندر اندر خون سے بھرے ہوئے ان دیئوں کو آگ میں الٹا دے تو گھنشیامی ان دیئوں کے عوض ملنے والی شیطانی طاقتوں سے محروم ہو جائے گا۔"

صمصام یہ خوفناک حقیقت جان کر جیسے سن سا ہو گیا۔ گھنشیامی کے خوف ناک روپ سے آگاہی کے بعد صمصام کے دماغ کی رگیں سکڑ کر رہ گئیں۔ وہ اشتعال میں آ کر بولا۔

"یہ درندہ صفت انسان یہاں اتنا کچھ کر رہا ہے اور کوئی اسے روکنے والا نہیں۔"

"آہستہ بولو۔ جس وقت تم نے اس حویلی میں قدم رکھا گھنشیامی اسی وقت تمہاری موجودگی سے آگاہ ہو گیا تھا لیکن اس وقت وہ اپنی عبادت سے اٹھ نہیں سکتا۔ اس وقت تم جاؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے میں تمہارے ذہن سے رابطہ کر لوں گی اور تمہیں میری آواز سنائی دے گی۔"

گھنشیامی کے ظلم کی داستان سن کر صمصام کا دل کانپ کے رہ گیا تھا۔ اس نے غصے سے بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں ہے۔ اگر میں گھنشیامی کی شیطانی طاقتوں کو ختم نہیں کر سکتا تو اس کی طاقت کو بڑھنے بھی نہیں دوں گا۔ تم مجھے بس اتنا بتا دینا کہ میں ان دیئوں

کو جو گھنشیامی نے اب جلا رکھے ہیں کب اور کیسے ختم کر سکتا ہوں۔"

"میں جانتی تھی کہ تم کتنے بہادر ہو۔ اس لئے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ میں تمہیں سب بتا دوں گی۔ بس اب تم اپنے گھر جاؤ۔ دیر نہ کرو۔ کہیں گھنشیامی اٹھ نہ جائے۔"

مانسی نے صمصام سے کہا اور پھر ایک ہی ساعت میں صمصام کے سامنے سے غائب ہو گئی۔ وہ چونک کے رہ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ مانسی بھی کوئی ہوائی مخلوق ہے۔

صمصام نے ارد گرد دیکھا اور برق سرعت سے حویلی سے باہر نکلا اور اپنی گاڑی کو ہوا میں اڑانے لگا۔ وہ بہت جلد اس خوفناک علاقے سے باہر نکل گیا۔

☆======☆======☆

صمصام گھر پہنچا تو خوف سے اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے اس ساری صورت حال کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔ گھر والوں نے حویلی کے متعلق پوچھا تو اس نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ اس کے دوست نے اطلاع غلط دی تھی۔ حویلی میں کوئی نہیں رہتا۔ صمصام نہیں چاہتا تھا کہ اس کے گھر والے کسی مصیبت سے دو چار ہوں۔ خاص طور پر نروز سے وہ یہ بات پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ کسی تجسس میں حویلی نہ چلا جائے۔

اگلا روز بھی صمصام نے معمول کے مطابق گزارا لیکن اس کا ذہن بہت الجھا ہوا تھا۔ اسے مانسی کی آواز کا شدت سے انتظار تھا کہ کب مانسی اسے بلائے اور وہ گھنشیامی کے ظلم کے خلاف کچھ کر سکے۔

سارا دن حنا اور نروز صمصام کا دھیان بدلتے رہے لیکن رات ہوئی تو صمصام کا ذہنی تناؤ بہت بڑھ گیا۔

بلقیس صمصام کے ڈپریشن کو بہت محسوس کر رہی تھی۔ اس نے صمصام کو اس طرح گم صم بیٹھے دیکھا تو اس کے بالوں میں ملائمت سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

"کیا بات ہے صمصام' میں کل سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم پریشان ہو۔ کیا بات ہے۔ اپنی امی کو بھی نہیں بتاؤ گے۔"

صمصام نے مسکراتے ہوئے والدہ کا ہاتھ تھام لیا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے امی جان۔ دراصل کل سے میرے سر میں شدید درد ہے جس کی وجہ سے طبیعت کچھ بوجھل سی ہے۔"

"میں تمہیں سردرد کی گولی دیتی ہوں۔ وہ گولی کھا کے تم اپنے کمرے میں سو جاؤ۔"

یہ کہہ کر بلقیس نے صمصام کو سردرد کی گولی دی۔

صمصام اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رات کے دس بجے تو حنا، نروز اور بلقیس بھی اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے۔ پوری حویلی میں ایک سناٹا چھا گیا۔

صمصام کی طبیعت میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چھت کو گھور رہا تھا۔ نیند اس کی نگاہوں سے کوسوں دور تھی۔ پھر اچانک اس کی نگاہیں بوجھل ہونے لگیں۔ پھر ایکدم ہی اس کے سر میں شدید درد اٹھنے لگا۔ اس نے سکون کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی کنپٹیوں پر رکھتے ہوئے اپنا سر دبانے لگا کہ ایک دم اس کا ذہن کہیں گم سا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ بے جان ہو کر زمین کی طرف لٹک گئے جیسے اس کے اعصاب سے اس کے دماغ کا تعلق ٹوٹ گیا ہو۔ اس کا پورا وجود جیسے بے جان سا ہو گیا ہو۔ پھر ایک دم اس کے ذہن میں مانسی کی آواز گونجنے لگی۔ "جس وقت کا تمہیں انتظار تھا وہ وقت آ گیا ہے۔ پرسوں اماوس کی رات ہے۔ گھنشیامی کسی عمل کے لئے ایک خاص مقام پر جائے گا۔ دوپہر کے بارہ بجے سے پہلے وہ حویلی سے چلا جائے گا۔ وہ تین انسانوں کو شیطانی قوتوں کی بھینٹ چڑھا چکا ہے۔ اس وقت حویلی میں تین دیئے جل رہے ہیں۔ انہیں آگ میں انڈیل کر تم گھنشیامی کی طاقتوں کو بڑھنے سے روک سکتے ہو۔ اماوس کی رات گھنشیامی کو کسی چیز کی ہوش نہیں ہوتی۔ وہ پُراسرار قوتوں سمیت حویلی سے دور چلا جاتا ہے۔ اسے تمہاری حویلی میں موجودگی کا علم نہیں ہو گا۔"

مانسی کی بات پوری ہوتے ہی صمصام اپنی نارمل حالت میں آ گیا۔

اس کے سر میں شدید درد تھا اور دل کو گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔ اس نے اپنے کمرے کی لائٹ آن کر دی اور ساری رات تقریباً جاگ کے گزاری۔

اگلا دن بھی صمصام کا ایسے ہی بے چینی میں گزرا۔ وہ مانسی کی بات پر بغیر سوچے سمجھے عمل کر رہا تھا۔

آخر وہ اس روز گھر سے روانہ ہو ہی گیا جس کی رات اماوس کی رات تھی۔

وہ تقریباً آٹھ بجے کے قریب حویلی پہنچا۔ حویلی پہلے کی طرح روشن تھی۔ صمصام نے سارا سفر بہت بہادری اور حوصلے کے ساتھ طے کیا لیکن جب وہ حویلی کے قریب پہنچا تو اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ قدم قدم ڈگمگانے لگے لیکن اس نے خود کو مضبوط کیا اور حویلی کی طرف بڑھا تو یہ دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا کہ حویلی کے باہر بہت بڑا تالا لگا ہے اور اس دروازے کے علاوہ اندر جانے کا کوئی اور راستہ بھی نہیں ہے۔ صمصام اس سوچ میں حویلی کے درودیوار پہ نظر دوڑا رہا تھا کہ اچانک اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم ایک خفیف سے ذرے کی مانند ہلکا ہو گیا ہے اور پھر اس کا وجود ہوا میں پرواز کرتا ہوا اوپر کی طرف اڑنے لگا۔ صمصام کا دل دہل کر رہ گیا لیکن اس کی کیفیت ایسی تھی کہ اس نے زبان سے سی تک کی آواز نہ نکالی۔

صمصام کا وجود ایک خفیف ذرے کی مانند ہوا میں اڑتا ہوا حویلی میں داخل ہو گیا اور آہستہ آہستہ حویلی کے صحن میں اتر گیا۔ صمصام کو علم تھا کہ یہ سب مانسی کے طفیل ہے۔ اس لئے وہ اس عجیب عمل سے خوفزدہ نہیں ہوا۔

حویلی میں ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ صمصام سہمے سہمے انداز سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے ہر قدم پر یوں محسوس ہوتا جیسے پیچھے سے یک لخت کوئی اسے دبوچ لے گا لیکن فطرتاً صمصام کو بزدلی پسند نہیں تھی۔ وہ خود کو بہادر بنانے کی کوشش کرتا ہوا اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں گھنشیامی نے دیئے جلا رکھے تھے۔

صمصام اس کمرے میں داخل ہوا تو ارتعاش کی ایک شدید لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے تھوڑی دیر کے لئے اس کے جسم کی ہر رگ پھڑکی ہے لیکن صمصام نے اس جھٹکے کو اپنے خوف کا احساس سمجھ کے نظرانداز کر دیا اور اس سانپ کے مجسمے کی طرف بڑھا جس کی کنڈلی میں آگ دہک رہی تھی۔

صمصام گھنشیامی کے اس آگ دیوتا کے قریب کھڑے ہو کر چاروں اطراف نظر دوڑانے لگا۔ اس کی نظر ایک جگہ ٹک گئی۔ یہ پتھر کا ایک بہت بڑا ہاتھ تھا جو کمرے کی دیوار پر نصب تھا۔ اس ہاتھ کی ہتھیلی پر تین دیئے روشن تھے۔

صمصام نے ایک لمبا سانس کھینچا اور ان دیئوں کی طرف بڑھا۔ صمصام نے ان دیئوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ تھر تھر کانپنے لگا اور اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ کو پیچھے کی طرف کھینچ لیا اور تیز تیز سانس لیتے ہوئے اپنے دل کو سنبھالنے لگا لیکن ساتھ ہی اسے مانسی کی بات کا خیال آیا۔ "ہم اگر گھنشیامی کو ختم نہیں کر سکتے تو اس کی قوتوں کو ختم کر کے اسے آہستہ آہستہ اتنا کمزور کر دیں گے کہ ہم اس تک پہنچ سکیں۔"

لیکن صمصام نہیں جانتا تھا کہ مانسی کی یہ بات صرف ایک خواب کی حیثیت رکھتی تھی۔ گھنشیامی اس قدر شیطانی قوتوں کا مالک تھا کہ کوئی انسان تو کیا آسیب بھی اپنی قوتوں سے اسے مات نہیں دے سکتا تھا۔

مانسی کی بات یاد آتے ہی صمصام نے اپنا دل و دماغ مضبوط کیا اور ان دیئوں کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ اس بار صمصام کو کسی بھی اذیت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس نے بہت آسانی سے تینوں دیئوں کو باری باری اٹھایا اور اسے ناگ کی کنڈلی میں دہکتی آگ میں انڈیل دیا۔

اس کے ساتھ ہی پوری حویلی میں مانسی کے قہقہوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔

"صمصام! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ تم نے گھنشیامی کو ان تین دیئوں کے عوض ملنے والی شیطانی طاقتوں سے محروم کر دیا ہے۔ بس اب تمہارا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔"

مانسی کی آواز فضا میں گونج رہی تھی لیکن مانسی خود دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"مانسی تم آج میرے سامنے کیوں نہیں آ رہی؟" صمصام نے خالی حویلی میں نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

"آج میں تمہیں دکھائی نہیں دوں گی۔ بس اب اور کوئی سوال نہ کرو اور جانے کی تیاری کرو۔" مانسی کی آواز ایک بار پھر گونجی۔ چند ہی ساعتوں کے بعد صمصام کا وجود ایک خفیف ذرے کی مانند ہوا میں پرواز کرنے لگا۔ جس انداز سے صمصام حویلی میں داخل ہوا تھا اسی انداز سے وہ حویلی سے باہر آ گیا۔ صمصام نے اپنی گاڑی سٹارٹ کی اور تیزی سے وہاں سے نکل گیا۔

☆======☆======☆

وہ گھر پہنچا تو گیٹ کے قریب گاڑی لے جا کے تیز تیز ہارن بجانے لگا اس کی طبیعت میں شدید بے چینی اور دہشت تھی۔ اس کا دل بہت تیز دھڑک رہا تھا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے لیکن یہ دیکھ کر وہ مزید پریشان ہو گیا کہ اتنی دیر تک کسی نے گیٹ نہیں کھولا۔ پھر یہ سوچ کر اس نے خود کو تسلی دی کہ شاید سب سو رہے ہوں۔

اس نے بغیر کسی وقفے کے لگاتار ہارن دینا شروع کر دیئے۔ صبح کے چار بجے ہوئے تھے۔ رات کی تاریکی صبح کی دھیمی دھیمی روشنی میں بدل گئی تھی۔

صمصام بہت دیر تک ہارن بجاتا رہا لیکن تب بھی کسی نے گیٹ نہیں کھولا۔ وہ گھبراہٹ میں گاڑی سے باہر نکلا اور برق سرعت سے چھوٹے دروازے کی طرف بڑھا۔ یہ دیکھ کر اس کی گھبراہٹ مزید بڑھ گئی کہ چھوٹا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اندر داخل ہوا اور اپنے گھر والوں کو پکارنے لگا۔

"نروز، حنا، ممی! کہاں ہیں آپ لوگ۔"

وہ سارے کمروں میں انہیں پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا لیکن پورے گھر میں نروز، حنا اور بلقیس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ صمصام نے اپنے پورے گھر کو ویران دیکھا تو اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اس کے ہاتھوں پیروں کی جان نکل گئی۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ وہ گلوگیر آواز میں چلا رہا تھا۔

"کہاں چلے گئے تم لوگ! میرے سامنے کیوں نہیں آتے۔"

ایک دم پورے کمرے میں گھنشیامی کی آواز گونجنے لگی۔ "حویلی آؤ! یہاں خون میں

دیئے جلتے ہیں۔"

"ک.........ک..........کون ہو تم؟" صمصام کے قدم لڑکھڑا کر رہ گئے۔

اس کے دماغ کی نسیں تڑخنے لگیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہ فقرہ مانسی کے علاوہ صرف گھنشیامی ہی کہہ سکتا ہے۔

گھنشیامی کی آواز کے ختم ہوتے ہی فضا میں سکون چھا گیا لیکن گھنشیامی کے اس فقرے نے صمصام کے اندر ہلچل مچا دی۔ عجیب عجیب وسوسوں اور خدشوں نے اسے اندر سے توڑ کے رکھ دیا جیسے کسی نے اس کے دل کو اپنی مٹھی میں لے رکھ دیا۔

وہ تیزی سے گھر سے باہر نکلا اور گاڑی لے کر حویلی کی طرف چل پڑا۔ شدید سردی میں اس کی پیشانی پسینے میں تر تھی۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب خیال آ رہے تھے۔ ہاتھوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے اسٹیئرنگ اس کے قابو میں نہیں تھا۔ وہ بہت مشکل سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

صمصام کو جتنی جلدی تھی اتنی ہی اس کو دیر ہو گئی۔ راستے میں ایک سنسان علاقے میں اس کی گاڑی خراب ہو گئی۔ خود ہی اس نے گاڑی ٹھیک کی جس سے اس کا بہت سا وقت ضائع ہو گیا۔ صمصام کی جان پر بنی ہوئی تھی لیکن سفر تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

وہ حویلی پہنچا تو ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اس نے حویلی کے قریب گاڑی کھڑی کی اور دوڑتا ہوا حویلی کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھلا تھا۔ وہ اندر داخل ہو گیا اور تیز تیز قدم چلتا ہوا اس کمرے تک پہنچ گیا جسے گھنشیامی نے اپنا طلسم کدہ بنایا ہوا تھا۔

صمصام کا سانس پھولا ہوا تھا اور اس کی نگاہیں وسوسوں کے خوف سے دہک رہی تھیں۔

آج گھنشیامی صمصام کے سامنے کھڑا تھا۔

اس بھیانک انسان کی آنکھوں میں ایسی دہشت تھی کہ صمصام اس سے نگاہ نہیں ملا پا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ صمصام اس سے کچھ پوچھتا' گھنشیامی اپنی گرج دار آواز میں بولا۔

"میری طاقت کا اندازہ تو مانسی بھی نہیں لگا سکی تو تُو نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں حویلی سے بے خبر ہوں۔ پچھلی اماوس کی راتوں میں' میں حویلی سے بے خبر ہو کر اپنا چلہ مکمل کرتا تھا کیونکہ کسی کی جرأت نہیں تھی کہ کوئی حویلی میں داخل ہو جائے لیکن اس رات حویلی میں جو کچھ ہو رہا تھا' میں سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ تجھے علم ہو جائے کہ گھنشیامی کے کام میں مداخلت کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ تم نے جو تین دیئے بجھائے تھے' وہ دیکھو سامنے' میں نے وہ تین دیئے پھر جلا لئے ہیں۔ جانتے ہو وہ تین دیئے کس کس کے خون میں جل رہے ہیں؟ حنا کے' نروز اور تمہاری ماں کے خون میں!"

صمصام جہاں کھڑا تھا' وہیں پتھر ہو گیا۔ کسی نے جیسے اسے زندہ ہی مار دیا تھا۔ اس کی ٹانگوں میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ ایک قدم بھی چل سکے۔ اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اس کے اندر جو الاؤ جل رہا تھا اس سے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ دماغ کی رگیں ابھر رہی تھیں۔ غصے اور طیش سے وہ اپنے ہاتھوں کو سکیڑ رہا تھا لیکن غم اور غصے کی شدت نے جیسے اس کی زبان ہی بند کر دی۔

وہ کچھ دیر تک اسی کیفیت میں اپنی سرخ نگاہیں پھاڑے گھنشیامی کو گھورتا رہا اور پھر تختے کی طرح سیدھا گر گیا۔

گھنشیامی نے ایک قہقہہ بلند کیا اور اپنے ایک چیلے سے کہا۔ "اسے کیا مارنا۔ یہ ویسے ہی مر گیا ہے۔ جاؤ اسے حویلی سے دور جھاڑیوں میں پھینک آؤ۔"

چیلا بے ہوش صمصام کو جانوروں کی طرح گھسیٹتا ہوا حویلی سے دور خاردار جھاڑیوں میں پھینک آیا۔

کچھ دیر کے بعد جب صمصام کو ہوش آیا تو اسے گھپ اندھیرے میں سفید لباس دکھائی دیا۔ اس نے اپنی نگاہوں کو پوری طرح سے کھولا تو مانسی اس کے پاس کھڑی تھی۔

صمصام طیش میں کھڑا ہو گیا۔ "اب کیا میرا تماشا دیکھنے آئی ہو۔ تم نے میرے گھر والوں کو کیوں نہیں بچایا۔ میں اندر تک جل رہا ہوں لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنی

آنکھوں سے اپنے گھر والوں کا خون دیکھ کر آ رہا ہوں۔" صمصام اونچی اونچی آواز میں چیخ رہا تھا۔

صمصام کی تڑپتی ہوئی آواز اس پہاڑی علاقے میں گونج رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آہ ان بے جان پتھروں کو پھاڑ دے گی۔

صمصام کی سرخ آنکھوں سے آنسو زاروقطار بہہ رہے تھے۔ وہ ایک معصوم سے بچے کی طرح بلک رہا تھا۔ اس کے کانوں میں حنا' نروز اور بلقیس کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ تڑپ رہا تھا لیکن اس کا دل و دماغ اس المناک حقیقت کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ آئینے کی طرح ٹوٹ گیا تھا۔ غم کی شدت سے اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ رہے تھے۔

"مانسی! میرے اس جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو جو گھنشیام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میری نگاہوں سے میرے گھر والوں کے چہرے اوجھل نہیں ہوتے۔ مجھے اس زندگی سے سبکدوش کر دو۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا۔ اپنی یہ بے بسی برداشت نہیں ہوتی۔ اس نے جس طرح میرے گھر والوں کو تڑپا تڑپا کے مارا ہے' میں اسے بھی ایسے تڑپتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ کسک میری زندگی کو ناسور بنا دے گی۔ تم میرے اس کمزور وجود کو ختم کر دو۔" صمصام نے روتے روتے اپنا پورا وجود ایک گٹھڑی کی طرح اکٹھا کر لیا۔

مانسی خاموشی سے صمصام کا یہ حال دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کچھ پڑھا اور صمصام کے اوپر پھونک دیا جس سے صمصام نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

جب صمصام کی آنکھ کھلی تو وہ ایک پہاڑ کے غار میں تھا۔ رات کی خوفناک تاریکی صبح کے اجالے میں بدل چکی تھی۔ غار کے سوراخوں سے ہلکی ہلکی روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی جس سے غار میں ہلکی ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس غار میں مانسی صمصام کے آس پاس ہی تھی۔ دھیمی دھیمی روشنی میں اس کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن سفید لباس میں ملبوس اس کا وجود جیسے ہوا ہی کا کوئی حصہ تھا۔ صمصام نے مانسی سے کوئی سوال نہیں کیا کہ وہ کہاں ہے۔ اس کا وجود اس کے لئے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا تھا۔ اس کی نگاہوں میں مانسی کے لئے غصہ اور شکایت تھی۔ مانسی کے لمبے لمبے بال فضا میں لہرا رہے

تھے۔ آج اس کی نگاہوں میں بھی عجیب سی دہشت تھی۔ وہ صمصام کے قریب آئی۔

"یاد ہے تمہیں' میں نے تم سے کہا تھا کہ میں فی الحال تمہیں صرف اپنا نام بتا سکتی ہوں۔ اس کے علاوہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی لیکن آج میں تمہیں اپنا اصل روپ دکھاؤں گی۔ میں وہ نہیں ہوں جو نظر آتی ہوں۔ میرے پاس بھی بہت طاقتیں ہیں لیکن میں گھنشیام کی اسیر ہوں اس لئے میں اس کے خلاف ان طاقتوں کو استعمال نہیں کر سکتی لیکن میرے پاس ایک بہت بڑا راز ہے۔ وہ راز ایک عمل ہے جو صرف میں جانتی ہوں۔ جو انسان وہ عمل کرے گا وہ ایک ایسی طاقت بن جائے گا کہ گھنشیام کی طاقتیں اس کے آگے ایک ذرے کی مانند ہو جائیں گی۔

تم نے کہا نا کہ تمہیں یہ زندگی نہیں چاہئے جس میں تم گھنشیام سے بدلہ نہیں لے سکتے تو اس عمل سے تم اس زندگی کو چھوڑ کر ایک ایسی طاقت میں بدل جاؤ گے کہ گھنشیام تو کیا بڑی سے بڑی شیطانی طاقتیں بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔"

مانسی کی باتیں سن کر صمصام کے جسم میں خون تیزی سے دوڑنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں حوصلے کی چمک آ گئی۔ اس کی شکستگی اس مضبوط احساس میں بدل گئی کہ وہ گھنشیام سے اپنے گھر والوں کے خون کا بدلہ لے سکے گا۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔

"مانسی! جلدی سے مجھے وہ راز بتا دو۔ اگر یہ راستہ گھنشیام کی موت تک جاتا ہے تو اس راستے کو میرے خون سے بھر دو۔ مجھے صرف گھنشیام سے انتقام لینا ہے۔ بس مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے۔" صمصام کی پتھرائی ہوئی نگاہیں مانسی کے چہرے پہ جمی ہوئی تھیں کہ کب مانسی اسے وہ راز بتاتی ہے۔

☆======☆======☆

"پہلے تم اپنے دل کو مضبوط کر لو۔ میں وہ راز تمہیں اپنی اصل شکل میں دوں گی۔" یہ کہہ کر مانسی نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اور اپنے دونوں بازوؤں کو پیچھے کی طرف ہوا میں اکڑا لیا اور اپنی گردن کو بھی پیچھے کی طرف اکڑا لیا جس کے ساتھ ہی ہوا ایک خوفناک آندھی کی شکل اختیار کر گئی۔ غار کے اندر ایک بھونچال سا آ گیا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے مانسی کے قدم زمین سے بلند ہونے لگے اور وہ ہوا میں معلق ہو گئی اور پھر اس تیز ہوا میں اڑتی ہوئی وہ غار سے باہر نکل گئی۔

صمصام سراسیمگی کی حالت میں مانسی کے پیچھے غار سے باہر آ گیا۔ غار سے باہر آ کر مانسی کے قدم زمین پر لگے مانسی اور صمصام خوفناک پہاڑوں کے دامن میں کھڑے تھے۔ مانسی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چند ساعتوں کے بعد صمصام پر دہشت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ صمصام کی آنکھوں کے سامنے مانسی کی جگہ ایک بھیانک عورت کھڑی تھی جس کا قد بارہ فٹ کے قریب تھا اور اس کی شکل اتنی خوفناک تھی کہ صمصام کا ماتھا ٹھنکنے لگا۔

لیکن انتقام کے جوش نے اس کے قدموں کو ڈھیلا نہیں پڑنے دیا۔ وہ اس بھیانک عورت کے سامنے بھی اکڑ کے کھڑا رہا۔ وہ سر اوپر اٹھائے بدہیبت مانسی کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مانسی کی آواز بھی بدل گئی۔

وہ گرجدار آواز میں بولی۔ "وہ عمل کوئی معمولی عمل نہیں۔ اس عمل کے بعد تمہیں جو پُراسرار طاقتیں ملیں گی وہ تمہیں اس زندگی کے ساتھ نہیں ملیں گی.......... مطلب موت کے بعد۔ تم ان پُراسرار اور طاغوتی طاقتوں کے حامل ہو جاؤ گے' تمہیں اس کے لئے بہت بڑی اذیت سے گزرنا ہو گا۔

اس عمل کے بعد تمہارا وجود زندہ جل کر ایک ایسی راکھ میں تبدیل ہو جائے گا جو اس قدر آسیبی اور خوفناک قوتوں کی ماخذ ہو گی کہ جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ راکھ اس کائنات میں بے جان مائع سے لے کر ہوا تک اور کیڑے مکوڑوں سے لے کر آسیب تک' ہر روپ دھار سکے گی۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ صحرا میں یہ راکھ تمہاری روح کی شکل میں بھٹکے گی۔ صحرا میں تمہارے پاس کوئی طاقت نہیں ہو گی۔ تمہاری روح ایک انسان کی روح ہو گی۔ صحرا میں تم اپنی کوئی طاقت استعمال نہیں کر سکتے.......... تم نے میری ساری بات سن لی۔ اب تم بتاؤ کہ زندہ جلنے کی اذیت سے گزر سکتے ہو؟"

"اپنوں کا خون اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد میں اس طرح تڑپ رہا ہوں کہ گھنشیامی سے بدلہ لینے کے لئے میں اس اذیت سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ وہ موت میری زندگی ہو گی اور یہ زندگی میری موت ہے جو میں اب گزار رہا ہوں۔"

صمصام کی بات سننے کے بعد مانسی نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھا لئے۔ چند ہی ساعتوں کے بعد اس کے ہاتھوں میں انتہائی خستہ حال زرد رنگ کے کاغذ آ گئے۔ اس نے وہ کاغذ صمصام کی طرف بڑھا دیئے۔ صمصام نے ان کاغذوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

مانسی گرج دار آواز میں بولی۔ "اس میں اس عمل کا سارا طریقہ کار لکھا ہے لیکن اس عمل کے لئے ایک شرط ہے۔ اس عمل سے پہلے تمہیں اپنی آنکھیں کسی کو دینی ہوں گی۔"

"میں تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔" صمصام نے کہا۔

"تمہیں اپنے جسم کے ایک ایک حصے کو زندہ رکھنا ہے۔ آج سے پورے تین روز کے بعد تم اپنی یہ آنکھیں دے دینا۔ پھر تم اسی جگہ میرے پاس رات دس بجے کے بعد آنا۔" یہ کہہ کر مانسی غائب ہو گئی۔

☆======☆======☆

شہر کے بڑے ہسپتال کے روم نمبر 32 میں روحا داخل تھی۔

روحا فائنل ایئر کی سٹوڈنٹ تھی۔ وہ اپنی کار ڈرائیو کر رہی تھی کہ اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ ونڈ سکرین کے چکنا چور ہونے سے اس کی آنکھیں بری طرح زد میں آ گئیں۔ ڈاکٹرز نے روحا کی آنکھوں کا آپریشن کر دیا لیکن انہیں 90 فیصد یقین تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد روحا دیکھ نہیں پائے گی اور ویسا ہی ہوا۔ اس حادثے کے باعث روحا نے اپنی بینائی کھو دی۔

ڈاکٹرز نے یہ کہہ کر روحا کو اور اس کے والدین کو مطمئن کیا کہ کچھ روز کے بعد وہ روحا کو لے کر ہسپتال آئیں۔ اس کی آنکھوں کا معائنہ کیا جائے گا اور جونہی کوئی بندوبست ہو گیا کہ آنکھیں مل سکیں تو ہم آپ کو اطلاع کر دیں گے۔

کچھ روز کے بعد صمصام نے اسی ہسپتال میں اپنی آنکھوں کا عطیہ دیا۔ ڈاکٹرز نے فوراً روحا کے والدین کو مطلع کر دیا اور ایک کامیاب اپریشن کے بعد صمصام کی آنکھیں روحا کو لگا دی گئیں۔

صمصام کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور یہ پٹی تین چار روز کے بعد کھلنی تھی۔ صمصام نے ڈاکٹرز کو منع کیا کہ روحا کے گھر والوں کو علم نہ ہو کہ روحا کو آنکھیں کس نے دی ہیں۔

ڈاکٹرز صمصام کو باقاعدگی سے ادویات دے رہے تھے۔ ابھی صمصام کی آنکھوں کی پٹی کھلنے میں تین روز باقی تھے۔ رات ہوئی تو ڈاکٹرز مریضوں کے کمروں میں راؤنڈ لگانے لگے۔ یہ غالباً ڈاکٹروں کا آخری راؤنڈ تھا۔ رات کے نو بجے تھے۔ آسمان پر کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ ان گھٹاؤں کے دامن کو چیرتی ہوئی خوفناک آسمانی بجلی پورے علاقے کو روشن کر دیتی۔ موسم کے آثار بتا رہے تھے کہ کوئی خوفناک طوفان آنے والا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں ہوا کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ خوفناک آندھی کی شکل اختیار کر گئے اور آندھی کے یہ جھٹکے بادلوں کے پھولوں کو اپنے ساتھ اڑانے لگے۔

ایک سینئر ڈاکٹر صمصام کے کمرے میں داخل ہوا اور اس کے بیڈ کی طرف بڑھا تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ صمصام اپنے بستر پر نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے اسے باتھ روم میں چیک کیا تو وہ باتھ روم میں بھی نہیں تھا۔

ڈاکٹر گھبرا گیا۔ اس نے جلدی سے کمپاؤڈرز کو بلایا۔ کمپاؤڈرز نے پورا ہسپتال چھان مارا لیکن صمصام کا کہیں کچھ پتہ نہیں چلا۔ ڈاکٹرز نے پریشانی میں اپنا سر پکڑ لیا۔

"کہاں چلا گیا صمصام! اس کی آنکھوں کے ٹانکے تو ابھی کچے ہیں۔ باہر بارش کا امکان ہے۔ اس کی آنکھوں کے زخم تو گل جائیں گے۔ یہ کیا کیا اس نے اپنے ساتھ"۔

کچھ ہی دیر میں انتہائی تیز بارش شروع ہو گئی۔ صمصام اپنے جنون میں ہسپتال سے جا چکا تھا۔

رات کے ایک بجے صمصام مانسی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ اس طوفان میں بمشکل مانسی کے پاس پہنچا۔ اس کی آنکھوں سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا لیکن اب اس کے نزدیک اپنی کسی تکلیف کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

مانسی اور صمصام اسی غار میں کھڑے تھے جہاں مانسی نے اسے بلایا تھا۔ غار کے ارد گرد خوفناک پہاڑ رات کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

غار میں دو مشعلیں روشن تھیں جس سے غار میں سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ تیز طوفان کی آسمانی بجلی بار بار ایک دہشت ناک آواز کے ساتھ ان دیو ہیکل پہاڑوں کو روشن کر دیتی جس سے پورا ماحول انتہائی خوفناک بن جاتا۔ غار میں مانسی اسی لڑکی کے روپ میں تھی جس کے روپ میں وہ اکثر صمصام کو دکھائی دیتی تھی۔ مانسی نے صمصام سے پوچھا۔

"تم نے وہ عمل یاد کر لیا تھا جو میں نے تمہیں دیا تھا"۔

"ہاں!" صمصام نے اثبات میں سر ہلایا۔

کچھ دیر میں بارش رک گئی لیکن بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔

مانسی غار سے باہر آ کر پہاڑوں کے دامن میں اپنی اصل شکل میں آ گئی اور صمصام بھی اس کے ساتھ باہر آ گیا۔

مانسی ایک بھیانک دیوی کی شکل میں صمصام کے قریب کھڑی تھی۔ بجلی کی خوفناک چمک تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کے بھیانک چہرے کو نمایاں کر دیتی۔

مانسی نے صمصام سے کہا۔ "صمصام یہ تیرے پاس آخری موقع ہے ابھی بھی سوچ لو۔ اگر زندگی کی طرف لوٹنا چاہتے ہو تو لوٹ جاؤ"۔

"میں نے اپنی موت تو اسی وقت تسلیم کر لی تھی جب میں نے اپنی آنکھیں دیں۔ اب یہ بات مجھ سے دوبارہ نہ کہنا۔ میری نظروں کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہے۔"

یہ کہہ کر صمصام نے اپنی آنکھوں پر کسی ہوئی پٹی اتار دی۔ اس کی آنکھوں کے سارے زخم تازہ تھے جن سے خون رس رہا تھا لیکن صمصام اپنے مضبوط قدموں پر اس طرح کھڑا تھا جیسے وہ ابھی سے ہی انسانیت کے حساس احساسات سے باہر آ گیا ہو۔ اس نے عملوں کو

اپنے دل میں دہرانا شروع کیا۔

موسم بہت دہشت ناک تھا۔ آسمانی بجلی کی خوفناک آواز پہاڑوں میں اس طرح گونجی جیسے یہ بجلی ان پہاڑیوں کو چیرتی ہوئی گزر گئی ہو۔

صمصام جوں جوں یہ عمل پڑھ رہا تھا وہ عجیب عجیب سی صورتِ حال سے گزر رہا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کپکپاہٹ کا شدید جھٹکا اس کے پورے جسم کو ہلا کر رکھ دیتا لیکن وہ بے خوف ہو کر عمل پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس عمل کے آخری مرحلہ تک پہنچا تو وہ اندر سے کانپ کے رہ گیا۔ اس کے گرد خوفناک آوازوں کا ایک شور برپا ہو گیا جیسے کئی آسیب اور کئی خوفناک مخلوقات اس کے گرد ایک دائرے میں گھومنے لگی ہیں۔ ان کی آوازیں اتنی خوفناک تھیں کہ صمصام سر تا پا کانپ رہا تھا لیکن وہ اپنی زبان کو ایک پل کے لئے بھی روک نہیں رہا تھا۔

ابھی صمصام خود پہ قابو پا کے یہ عمل پڑھ رہا تھا کہ ایک دم ان خوفناک آوازوں میں مانسی کی آواز گونجنے لگی۔ مانسی اونچی اونچی آواز میں وہی عمل پڑھ رہی تھی جو صمصام دہرا رہا تھا۔

جوں جوں مانسی کی آواز صمصام کے کان میں پڑ رہی تھی اس کا خوف ختم ہوتا جا رہا تھا۔ اردگرد کی خوفناک آوازوں کی دہشت بھی اس کے لئے کم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ خود میں عجیب و غریب تبدیلیاں محسوس کر رہا تھا جیسے اس کے اندر سے انسان کی حساسیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ خود کو ان خوفناک آوازوں پر غالب محسوس کرنے لگا۔ اسے یہ احساس ہونے لگا کہ یہ خوفناک مخلوقات اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

صمصام عمل کا آخری حصہ پڑھ رہا تھا کہ اس کی چیخیں فضا میں بلند ہونے لگیں۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چیز اس کا سینہ چیرتی ہوئی گزر گئی ہو۔ صمصام اونچی اونچی آواز میں چیخ رہا تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ اس کربناک اذیت سے باہر آ گیا لیکن اذیتوں کا سلسلہ تو اب شروع ہوا تھا۔

مانسی اونچی اونچی آواز میں اس عمل کو دہرا رہی تھی۔ جسے صمصام پڑھ چکا تھا۔

مانسی اس خوفناک عمل کے آخری حصے میں پہنچی تو زمین کے جس حصے میں صمصام کھڑا تھا وہ زمین زلزلے کی مانند لرزنے لگی۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں صمصام کے گرد زمین ایک دراڑ کی شکل میں کٹنا شروع ہوئی۔ جس سے صمصام کے گرد کٹی ہوئی زمین کا ایک دائرہ کھنچ گیا۔ جونہی مانسی نے عمل ختم کیا زمین کے اس کٹے ہوئے حصے میں ایک خوفناک آگ بھڑک اٹھی۔ وہ انتہائی سرخ رنگ کی عجیب و غریب آگ تھی۔ صمصام کی چیخیں فضا میں بلند ہونے لگیں۔ وہ آگ صمصام کے زندہ جسم کو جھلسا رہی تھی۔ آگ کی اس جلن سے صمصام اس طرح تڑپ رہا تھا کہ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے حلق سے نکلنے والی المناک آوازیں ان پتھروں کو پگھلا دیں گی۔ اس تیز طوفان میں صمصام کی چیخ و پکار گونج رہی تھی رفتہ رفتہ وہ آگ اتنی بلند ہو گئی کہ اس نے سر تا پا صمصام کے جسم کو چھپا لیا۔ صمصام کی آخری چیخیں ہوا کا سینہ چیرنے لگیں۔ صمصام کا جسم زندہ جل رہا تھا لیکن یہ راستہ اس نے خود منتخب کیا تھا۔ اس لئے کوئی اسے بچا نہیں سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد فضا میں ایک سکوت چھا گیا۔ صمصام کی آوازیں بند ہو گئیں۔ زندگی اس سے روٹھ گئی اور موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

وہ خوفناک آگ جس نے صمصام کو نگل لیا اسی زور و شور سے دہک رہی تھی۔ اس آگ میں ایک عجیب سی دہشت تھی۔

مانسی اس آگ کی طرف بڑھی۔ وہ آگ کے زیادہ قریب نہ گئی۔ کیونکہ وہ اس آگ کی طاقت کو جانتی تھی۔ وہ دور کھڑی ہو کر سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد فضا میں ایک بار پھر خوفناک آوازوں کا ایک شور برپا ہو گیا۔

بھیانک طوفان میں خوفناک آوازوں کے شور سے ہر طرف دہشت کا راج ہو گیا۔

تھوڑی دیر میں ان خوفناک آوازوں کے ساتھ ساتھ شیطانی اور آسیبی مخلوقوں کے بھیانک چہرے آگ میں مختلف زاویوں سے ابھرنے لگے۔ سرخ دہکتی ہوئی آگ میں ہر چہرہ ابھرنے کے بعد دوسرے چہرے میں تبدیل ہو جاتا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ بھیانک چہرے اس خوفناک آگ میں تیزی سے گشت کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس خوفناک

آگ کا حصہ بن گئے اور اس دوران میں ان کی دہشت ناک کی آوازیں پہلے سے زیادہ بلند ہو گئیں۔

اور پھر مانسی کی آنکھوں کے سامنے وہ خوفناک آگ اپنی تمام پُراسرار قوتوں سمیت راکھ کے ایک بھنور میں بدل گئی۔ راکھ کا یہ بھنور خوفناک آوازوں کے ساتھ تیزی سے چکر کاٹتا ہوا ایک تیز شعاع کی شکل اختیار کر کے ہوا میں غائب ہو گیا۔

مانسی نے اطمینان کا ایک لمبا سانس کھینچا۔ "ہمارا عمل کامیاب ہو گیا۔ صمصام تم نے کبھی سوچا بھی نہ ہو گا کہ تم کیا بن جاؤ گے۔ تم وہ روپ دھار چکے ہو جس کا تصور انسان بہت مشکل سے کر سکتا ہے۔ تم اس بھیانک راکھ کی شکل لے چکے ہو جو ان گنت آسیبی قوتوں کی حامل ہے۔

☆======☆======☆

چھ سات روز کے بعد ڈاکٹروں نے روحا کی آنکھوں کی پٹی کھول دی۔ روحا کی دنیا ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ روحا کے والد افتخار اور والدہ شاکرہ اپنی بیٹی کی صحت یابی پر بہت خوش تھے۔ جب روحا کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی تو ان دونوں کی کیفیت ایسے تھی جیسے ان کی آنکھیں اندھیروں میں ڈوب گئی ہیں لیکن آج جب ان کی بیٹی دیکھ پا رہی تھی تو ان دونوں کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔

افتخار اور شاکرہ نے ڈاکٹر سے اجازت لی اور روحا کو گھر لے گئے۔ ان کی گاڑی گھر کے قریب رکی تو تمام عزیزو اقارب روحا کے استقبال کے لئے گھر سے باہر کھڑے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں روحا کا خالہ زاد اویس تھا۔ روحا اور اویس نہ صرف اچھے کزن تھے بلکہ اچھے دوست اور اچھے کلاس فیلو تھے۔ وہ دونوں فائنل ایئر کے سٹوڈنٹ تھے۔ روحا کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ اس کا دل ہر لحہ خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے نئی زندگی ملی ہے۔ وہ خوشی سے اپنے گھر کو اپنے رشتہ داروں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ افتخار اور شاکرہ کے ساتھ گھر کی طرف بڑھی تو سب رشتہ داروں نے اسے صحت یابی کے پھول پیش کئے۔

جب اویس روحا کی طرف پھول لے کر بڑھا تو روحا بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "میں تو سمجھتی تھی اویس کہ میں ساری زندگی ایسے ہی اندھی رہوں گی۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ مجھے ایک بار پھر یہ روشن آنکھیں مل گئی ہیں۔"

"بھئی اس بھرپور یقین کے لئے ہی تو ہم نے اتنا ہجوم اکٹھا کیا ہے۔" اویس نے سب کو ہنسا دیا۔

روحا خوشیوں کے پھول لئے اپنے گھر میں داخل ہوئی تو مسرت بھری آنکھوں سے گھر کی ہر چیز کو دیکھنے لگی۔

افتخار اور شاکرہ بہت پیار سے روحا کی طرف بڑھے۔ "چلو بیٹا۔ اپنے ہاتھوں سے کیک کاٹ کے سب کا منہ میٹھا کراؤ۔"

روحا کیک کاٹنے کے لئے میز کی طرف بڑھی تو میز مزے مزے کی خوبصورت ڈشوں سے آراستہ تھا۔ روحا نے ہنستے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں جوڑ لیا۔ "آپ لوگوں نے تو پوری پارٹی کا اہتمام کر رکھا ہے۔"

"یہ تو سب جلدی میں ہوا ہے۔ ہمارے تو بہت لمبے چوڑے پروگرام تھے۔" اویس نے روحا کے قریب آتے ہوئے کہا۔

شام تک روحا کے گھر گہما گہمی لگی رہی۔

رات کے آٹھ بجے تو سب مہمان اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے لگے۔ اویس کی فیملی نے بھی اجازت چاہی۔ اویس کے والدین نے روحا کو پیار کیا اور اسے ڈھیروں دعائیں دیں۔

اویس نے روحا کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ "روحا! اگر خوشیوں کی کوئی شکل ہوتی تو تمہیں معلوم ہوتا کہ مجھے تمہاری آنکھیں روشن ہونے کی کتنی خوشی ہوئی ہے۔ بس خدا تمہیں اسی طرح خوشیاں دیتا رہے۔ کبھی بھی غم تمہارے نزدیک نہ آئیں۔"

"بس اویس! یہی دعا کرنی چاہئے کہ خدا جو خوشیاں ہمیں دے اسے قائم رکھے۔ مجھے بعض اوقات خوشیاں نرم خو بادلوں کی طرح لگتی ہیں جنہیں میں چھوؤں گی تو میرے

ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔" روحا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ان ہی باتوں نے تو تمہیں حادثے کا شکار کر دیا۔ اپنے ذہن میں اچھی سوچیں رکھا کرو۔ دیکھو خدا نے تمہیں کتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے کہ تمہیں نئی آنکھیں مل گئی ہیں۔ سوچو اگر تمہیں یہ آنکھیں نہ ملتیں تو تمہاری زندگی تاریکیوں میں ڈوب جاتی۔ اچھا! ہم لوگ چلتے ہیں۔ ہاں ایک خاص بات' جو دوائیاں ڈاکٹر نے دی ہیں انہیں باقاعدگی سے استعمال کرنا۔" اویس نے روحا کو سمجھایا اور پھر وہ اپنے والدین کو لے کر وہاں سے چل دیا۔

پارٹی کی وجہ سے روحا اور اس کے گھر والے بہت تھک چکے تھے۔ اس لئے وہ سب گھر والے رات کو جلدی سو گئے۔

روحا نے چار پانچ روز کی مزید چھٹیاں لے رکھی تھیں۔ وہ مکمل تندرست ہو کر کالج جانا چاہتی تھی لیکن اس کے یہ انتہائی فراغت کے دن بہت مشکل سے گزر رہے تھے۔ ان دنوں اس نے شاکرہ کو ہی اپنی سہیلی بنا لیا تھا۔ سارا دن اس سے خوب گپیں لگاتی اور جب افتخار گھر آتا تو اس سے بھی جی بھر کے باتیں کرتی وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس لئے اتنی لاڈلی تھی۔ ان دنوں اویس روز روحا کے پاس آتا اور اسے تمام لیکچرز کے نوٹس دے جاتا۔

چار پانچ روز کے بعد روحا یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہوئی تو اسے سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ ایک جیسی روٹین میں رہ کر تھک چکی تھی۔ روحا یونیورسٹی گئی تو اس کی ساری سہیلیاں مبارکباد دینے کے لئے اس کے گرد جمع ہو گئیں۔ اساتذہ نے بھی اس صحت یابی پر روحا کو مبارکباد پیش کی۔

روحا انتہائی ذہین لڑکی تھی۔ اس کا مزاج عام لڑکیوں سے ہٹ کر تھا۔ اویس اور وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ روحا اب مکمل طور پر صحت یاب ہو چکی تھی۔ وہ پہلے کی طرح پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کی آرائش میں بھی دلچسپی لے رہی تھی۔

روحا کو پودوں کا بہت شوق تھا۔ اس نے مالی سے بے شمار پودے منگوائے اور خود اپنی نگرانی میں مالی سے باغ میں ان پودوں کو لگوانے لگی۔ مالی نے بہت خوبصورت انداز سے ان پودوں سے لان کو سجا دیا۔ ان پودوں کو لان میں تر و تازہ دیکھ کر روحا کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا وہ خود بھی مالی کی مدد کر رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ مٹی میں بھرے ہوئے تھے۔ روحا شوق شوق میں اپنی جگہ سے اٹھی اور الٹے قدموں سے چلتی ہوئی دور کھڑی ہو کے ان پودوں کا نظارہ کرنے لگی کہ ایک دم اس کا سر چکرانے لگا۔ اس کے ارد گرد کی ہر چیز گھوم گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو پکڑ لیا اور اپنے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ ہچکولے کھانے لگی۔ مالی تیزی سے روحا کی طرف لپکا۔

"کیا ہوا ہے بیٹی!"

مالی نے آگے بڑھ کر روحا کو سہارا دیا۔ کچھ ہی دیر میں یہ چکر ٹھیک ہو گئے لیکن روحا کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہو گئے۔ وہ بے حس و حرکت اپنی جگہ پر کھڑی سراسیمہ نگاہوں سے لان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر ایک دم وہ بے ساختہ چیخنے لگی۔

"بابا جلدی سے کچھ کرو۔ وہ سامنے آگ بھڑک رہی ہے۔ جلدی پانی لے کر آؤ کہیں یہ آگ پورے لان میں نہ پھیل جائے۔"

روحا کی بات سن کر مالی مبہوت ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ لان میں کہیں بھی آگ کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔ اس نے تعجب بھری نظروں سے روحا کی طرف دیکھا۔ "بیٹی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہاں تو کہیں کوئی آگ نہیں لگی ہوئی۔"

"بابا آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ سامنے اتنی آگ لگی ہے اور آپ کو دکھائی نہیں دے رہی۔" روحا پریشان کن لہجے میں بولی۔

"ہوش کرو بیٹی۔ یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔" مالی نے ایک بار پھر روحا کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن روحا اسی طرح سے چلا رہی تھی۔

پھر ایک دم روحا کی آنکھوں کے سامنے وہ بھڑکتی ہوئی آگ غائب ہو گئی جس سے روحا دہشت زدہ ہو گئی اور اپنی سوالیہ نظروں سے لان کے چاروں طرف دیکھنے لگی لیکن

لان میں اب آگ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ روحا حیرت سے اپنی کن پٹی پر ہاتھ پھیرنے لگی اور پھر سہمے سہمے انداز سے لان سے باہر آ گئی۔

روحا نے اپنے والدین سے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ وہ اس کا مذاق اڑائیں گے لیکن اس کے ذہن میں شدید کشمکش تھی کہ ایسا کیوں ہوا۔ وہ شام تک چپ چپ رہی۔

رات کے آٹھ بجے تو شاکرہ نے ٹیبل پر کھانا سجا دیا۔ افتخار ہاتھ دھو کر جلدی سے کھانا کھانے بیٹھ گئے شاکرہ اور روحا بھی آ گئیں۔ شاکرہ نے افتخار اور روحا کو کھانا ڈال کر دیا۔

وہ تینوں کھانا کھانے لگے۔ افتخار نوٹ کر رہے تھے کہ روحا آج معمول کے خلاف چپ ہے۔

"کیا بات ہے روحا! بھئی تمہیں تو سارے ٹوپک کھانے کے وقت ہی یاد آتے تھے۔ یہ آج کیا معاملہ ہے۔ اتنی خاموشی سے تو تم نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔"

"نہیں ڈیڈی! ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل میرے سر میں شدید درد ہے۔"

"تو بیٹی کوئی دوائی لینی تھی۔" شاکرہ نے روحا کی طرف دیکھا۔

"امی جان آپ لوگ تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ میں کوئی دوائی لے لوں گی۔" یہ کہہ کر روحا کھانے میں مصروف ہو گئی۔

رات کے دس بجے تو افتخار اور شاکرہ نے روحا کو پیار کیا اور اپنے کمرے میں سونے چلے گئے۔ ملازم بھی اپنے سرونٹ کوارٹر میں چلے گئے۔ پوری کوٹھی میں ایک سناٹا چھا گیا۔

روحا کے کمرے کی لائٹ ابھی تک جل رہی تھی۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس نے ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی لیکن پھر اسے ٹی وی سے بھی اکتاہٹ ہونے لگی۔ اس نے ٹی وی بند کیا اور کمرے کی بڑی لائٹ بند کر کے زیرو وولٹ اون کر دیا اور بستر پر دراز ہو گئی۔

کمرے میں زیرو وولٹ کی مدہم روشنی نے دھیمی دھیمی سرخ روشنی پھیلا رکھی تھی۔ روحا سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

آخر تنگ آ کر وہ سیدھی لیٹ گئی اور کمرے کی چھت کی طرف ٹکٹکی باندھ لی۔ ایک دم وہ جاگنے کی حالت ہی میں کسی خواب میں پہنچ گئی۔ اس خواب میں بھی رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں آگ جل رہی تھی۔ جس سے تھوڑی تھوڑی روشنی بکھری ہوئی تھی۔ پورا علاقہ خوفناک پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں یہ پہاڑ دیو کی مانند لگ رہے تھے۔ اس خوفناک منظر سے دہشت آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں آندھی کے ایک تیز جھکڑ نے فضا میں ایک بھونچال سا مچا دیا۔ ہوا کے تیز دباؤ سے پیدا ہونے والی دہشت ناک آواز فضا کے سینے کو چیر رہی تھی۔

زمین پر بکھری ہوئی مختلف چیزیں ہوا کے اس تیز دباؤ سے ان پتھروں سے ٹکرا رہی تھیں جس سے آندھی سے پیدا ہونے والی آواز مزید دہشت ناک ہو گئی۔ ہر طرف دہشت چھائی ہوئی تھی کہ ایک سیاہ راکھ کا بھنور دیو ہیکل پہاڑ کے پیچھے سے نمودار ہوا اور تیز ہوا کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔

روحا نے چیخ ماری اور اس بھیانک خواب سے باہر آ گئی۔ روحا کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور وہ لمبے لمبے سانس لے کر اپنے دل کو سنبھالنے لگی۔ پھر اس نے تیزی سے کمرے کی لائٹ آن کر دی۔

اتفاق سے شاکرہ پانی پینے کے لئے باہر آئی۔ اس نے روحا کے کمرے میں روشنی دیکھی تو روحا کے کمرے کی طرف بڑھی۔

اس وقت دروازے پر دستک سن کر تو روحا لرز کر رہ گئی۔ وہ خوف سے اکٹھی ہو گئی۔ عجیب عجیب خیال اس کے ذہن میں آنے لگے لیکن جب شاکرہ نے باہر سے آواز دی تو روحا کو حوصلہ ہو گیا اور اس نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا۔

شاکرہ نے روحا کا اترا ہوا چہرہ دیکھا تو وہ پریشان ہو گئی۔

"کیا ہوا روحا! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ،ر تم ابھی تک سوئی کیوں نہیں۔"

"امی مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔"

"کیا پریشانی ہے جو نیند نہیں آ رہی تھی۔ تم بتاتی کیوں نہیں؟" شاکرہ نے روحا سے

کہا۔

"امی دراصل میں نے بہت خوفناک خواب دیکھا ہے اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ خواب میں نے سوتے میں نہیں دیکھا۔ وہ خواب میں نے جاگنے کی حالت میں دیکھا ہے۔ ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے تھوڑی دیر کے لئے میرے سامنے کوئی فلم چلا دی ہو۔" روحا نے تعجب بھرے انداز میں شاکرہ سے بات کی۔

"روحا! یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ تمہاری طبیعت ٹھیک ہے نا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" شاکرہ نے حیرت سے روحا کی طرف دیکھا اور پھر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کے اس کا بخار چیک کرنے لگی۔

"آپ لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں آتا تو نہ آئے لیکن میں تو جانتی ہوں نا کہ یہ سب میرا وہم نہیں ہے۔" روحا نے اپنا سر پٹختے ہوئے کہا۔

"روحا تم اس بات کو بلاوجہ سیریس لے رہی ہو۔ ہو سکتا ہے تم نے کوئی پُراسرار فلم دیکھی ہو۔ یہ سب اس کا اثر ہو۔" شاکرہ نے روحا کو سمجھانے کی کوشش کی۔

روحا نے کچھ سوچ کر بات ٹال دی۔ "ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہی ہو۔ آپ پریشان مت ہوں۔" شاکرہ نے اسے پیار کیا۔

"اچھا اچھا! اب سو جاؤ۔ بھئی تم فائنل ایئر کی طالبہ ہو۔ بہادر بنو۔ کسی قسم کا کوئی خوفناک خیال تم نے اپنے ذہن میں نہیں لانا۔ سونے کی کوشش کرنا۔ اگر نیند نہ آئے تو مجھے اپنے پاس بلا لینا۔ میں تمہارے ساتھ سو جاؤں گی۔ ٹھیک ہے!" روحا کو سمجھا کر شاکرہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ روحا نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

کچھ دیر کے بعد روحا گہری نیند سو گئی۔

☆======☆======☆

صبح روحا یونیورسٹی گئی تو اس نے اویس کو ساری بات بتائی۔

اویس نے مضحکہ آمیز انداز میں اس کی بات سنی اور ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "روحا! یہ سب تمہارا وہم ہے اور جوں جوں تم اس وہم کو سنجیدگی سے لیتی جا رہی ہو تمہارے ذہن

میں وہ خوفناک منظر بھی نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ جو محض تمہاری نظر کا دھوکہ ہے۔"

اویس کی بات نے روحا کی پیشانی پر غصے کی لکیریں کھینچ دیں۔ وہ انتہائی خفگی سے بولی۔ "تم سب میرا مذاق اڑاتے ہو نا۔ آئندہ میں کسی کو کچھ بتاؤں گی نہیں۔"

"ارے تم تو غصہ کر گئی۔ میں تو ویسے تمہیں تنگ کر رہا تھا۔ دیکھو! اگر تمہیں آئندہ کچھ محسوس ہو تو فوراً بتانا۔ ہم کسی سیانے سے رابطہ کریں گے۔" یہ جملہ کہتے کہتے اویس کی ایک بار پھر ہنسی چھوٹ گئی۔

روحا نے غصے میں اپنی کتابیں اٹھائیں اور کسی دوسری کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔

ابھی ان دونوں میں تکرار جاری تھی کہ ایک نہایت خوبصورت لڑکی روحا کے قریب آئی اور روحا کی کرسی کے ساتھ پڑی ہوئی خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔

اس لڑکی کو روحا نے کلاس میں پہلی بار دیکھا تھا۔ روحا نے اس سے پوچھا۔ "کون ہیں آپ؟"

لڑکی نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ "میرا نام سنالی ہے۔ میں مائیگریشن کر کے آئی ہوں۔ آج آپ کی کلاس میں میرا پہلا دن ہے۔"

"میں بھی حیران تھی کہ پہلے کبھی میں نے آپ کو اس یونیورسٹی میں نہیں دیکھا۔ آپ کا نام کچھ عجیب سا ہے۔ آپ........." روحا کی زبان اس سوال پر اٹک گئی۔

"جی آپ کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔ میں مسلمان نہیں ہوں۔ میں ہندو فیملی سے تعلق رکھتی ہوں۔" سنالی نے روحا کے سوال کا جواب دے دیا۔

اگلے روز روحا یونیورسٹی گئی تو اس کی سنالی سے کافی بات چیت ہوئی۔ سنالی کی ابھی کوئی سہیلی نہیں بنی تھی۔ اس لئے وہ روحا کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

سب سٹوڈنٹ آپس میں گپ شپ میں مصروف تھے صبح صبح کا وقت تھا ابھی پیریڈ کا وقت نہیں ہوا تھا۔

روحا اور سنالی کلاس کی دوسری لڑکیوں سے باتیں کر رہی تھیں یکدم ایک وجیہہ نوجوان کلاس روم میں داخل ہوا۔ وہ اپنے قد کاٹھ اور رعب دار شخصیت کی وجہ سے

سب لڑکیوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

اس سے پہلے کہ کوئی اس سے کچھ پوچھتا وہ لڑکوں کے قریب آیا اور گرج دار آواز کے ساتھ بولا............

"میں نے آپ کی یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے اور آج آپ کی کلاس میں میرا پہلا دن ہے۔ میرا نام واسم ہے۔" یہ کہہ کر اس نے چند لڑکوں سے ہاتھ ملایا۔

روحا کی نظر اس لڑکے پر پڑی تو جم کر رہ گئی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس لڑکے کو اچھی طرح سے جانتی ہے۔ وہ لڑکوں کے گروپ میں بیٹھ گیا۔ اویس بھی اس گروپ میں موجود تھا۔ وہ انتہائی خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔

اویس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ "آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

"اس سے' آپ کو مطلب؟" واسم نے اپنی نیلی بے حس نگاہوں سے اویس کی طرف دیکھا۔

اویس کو غصہ آ گیا وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

واسم نے مسکراتے ہوئے اویس کے چہرے کی طرف دیکھا.......... "میں تو آپ سے مذاق کر رہا تھا آپ نے محسوس کر لیا۔"

اویس انتہائی سادہ دل لڑکا تھا۔ واسم کی بات سن کر وہ بھی مسکرا دیا۔

"آپ اس یونیورسٹی میں نئے نئے آئے ہیں' چلیں آج ہمارے ساتھ چائے پئیں۔" اویس نے واسم سے کہا۔

وہ سب کنٹین پر جانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے۔ وہ کرسیاں پیچھے کرتے ہوئے کرسیوں کی ایک لمبی قطار سے باہر نکلے تو واسم کی نظر روحا پر پڑ گئی۔ روحا کو دیکھتے ہی واسم اپنی جگہ پر جیسے پتھر کا ہو گیا۔ وہ بھی روحا کو ایسے ہی دیکھ رہا تھا' جیسے وہ اسے عرصے سے جانتا ہے۔ روحا کے چہرے کے تاثرات بھی اسی قسم کے تھے۔

لیکن جب واسم نے روحا کے ساتھ بیٹھی ہوئی سنائی کی طرف دیکھا تو اس کی نیلی آنکھوں میں ایک عجیب سی دہشت ابھرنے لگی۔ ایک پل میں ہی اس کے چہرے پر ایسی

بیگانگی آئی کہ سنائی نے خوفزدہ ہو کر روحا کا ہاتھ تھام لیا۔

اویس نے واسم کے کندھے پر تھپکی سی دی۔ "کنٹین پر نہیں چلنا یار!"

اویس نے اس کا دھیان بدلا تو وہ خاموشی کے ساتھ لڑکوں کے ساتھ چل دیا۔

واسم وہاں سے گیا تو سنائی نے گھبرائی ہوئی آواز میں روحا سے کہا۔

"روحا! مجھے اس لڑکے سے عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ اس کی آنکھوں میں کتنی عجیب سی دہشت ہے۔"

"سنائی تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میری کیفیت بہت عجیب ہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اس لڑکے کو میں ایک عرصے سے جانتی ہوں لیکن یہ کون ہے مجھے یاد نہیں آتا۔ میں نے اسے کہاں دیکھا ہے میں اسے کس طرح جانتی ہوں' میرا ذہن کام نہیں کرتا۔" روحا اپنی باتوں میں خود ہی الجھ کر رہ گئی۔

"روحا! بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں ایک ہی شخص روز مرہ زندگی کے مختلف مقامات پر بار بار ملتا ہے۔ اس کا چہرہ ہمارے ذہن میں نقش ہو جاتا ہے اور پھر کئی سالوں کے بعد وہ شخص اگر ہمیں کہیں دوبارہ مل جائے تو ہماری کیفیت ایسے ہی ہوتی ہے' جیسی اب تمہاری ہے۔" سنائی نے روحا کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"اچھا اچھا چھوڑو! یہ بتاؤ کہ کیا کھاؤ گی۔" روحا نے سنائی سے پوچھا۔

"نہیں نہیں! کوئی خاص چیز نہیں' ایسا کرتے ہیں کہ گرم گرم سموسے لے لیتے ہیں اور پھر لان میں بیٹھ کر کھائیں گے۔" سنائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

روحا اور سنائی نے ایک ٹرے میں سموسے اور چٹنی لی اور ساتھ ایک پیالی میں چٹ پٹا نمک لیا۔ دونوں ہنستی ہوئی لان کی طرف بڑھیں اور پھر لان میں ہی بیٹھ کر وہ سموسے کھانے لگیں۔

"سنائی! تم نے مجھے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔ تم کتنے بہن بھائی ہو' تمہارے والد صاحب کیا کرتے ہیں۔" روحا نے سنائی سے پوچھا۔

"میرے والد صاحب کیا کرتے ہیں' انہوں نے ہمیں کبھی نہیں بتایا۔ بس ہم اتنا

جانتے ہیں کہ وہ جہاں رہتے ہیں وہ جگہ شہر سے بہت دور ہے۔ وہ پانچ چھ ماہ کے بعد ہم سے ملنے آتے ہیں۔ مجھ سے دو سال چھوٹا میرا بھائی ہے اجے اور اجے سے آٹھ برس چھوٹی بہن ہے سونو' ہم تین بہن بھائی اپنی امی کی جان ہیں۔"

"اوہ! گھر کا ایک فرد تو رہ ہی گیا۔ جس کو میں نے متعارف ہی نہیں کروایا اور وہ ہے ہمارا کتا سٹیفر" سنالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھئی پھر تو تمہارے گھر سوچ سمجھ کر آنا پڑے گا۔ تمہارے والدین کے نام کیا ہیں؟" روحا نے پوچھا۔

"میری والدہ کا نام کلپنا اور میرے والد صاحب کا نام گھنشیام ہے۔" سنالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! میں نے تمہیں باتوں میں لگا دیا۔ سموسے تو ٹھنڈے ہو گئے ہیں لو یہ سموسے کھاؤ۔" روحا نے سنالی کے آگے سموسوں کی ٹرے کرتے ہوئے کہا۔

سنالی نے نمک کی پیالی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے حیرت سے ہاتھ پیچھے کی طرف کھینچ لیا اور حیران کن نگاہوں کی روحا کی طرف دیکھنے لگی۔

"روحا دیکھو! کنٹین والے نے ہم سے کیسا مذاق کیا ہے۔ نمک کی جگہ پیالی میں سیاہ راکھ دے دی ہے۔"

"نہیں سنالی! میں نے اپنی آنکھوں سے اس میں نمک دیکھا تھا۔" یہ کہہ کر روحا نے تعجب خیز نگاہوں سے اس پیالی کی طرف دیکھا۔ وہ پیالی واقعی سیاہ راکھ سے بھری ہوئی تھی۔ روحا نے خوف سے اس پیالی کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔

پیالی ان کے قریب ہی گری اور لٹو کی طرح زمین پر گھومنے لگی۔ جس سے وہ سیاہ راکھ زمین پر بکھر گئی۔

سنالی روحا کی طرف دیکھ رہی تھی کہ ایک دم اسے اپنی ترچھی نظر سے راکھ کی جگہ کسی انسان کا خاکہ سا نظر آیا۔ سنالی نے جھٹ سے اس طرف دیکھا تو وہ دم بخود ہو گئی۔ واسم اس کے سامنے کھڑا تھا۔

روحا سر نیچے کیئے کچھ سوچ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ روحا کو بلاتی واسم کا وجود ایک خیال کی طرح پلک جھپکتے ہی غائب ہو گیا۔ سنالی کی نظریں جہاں تھیں وہیں منجمد ہو گئیں۔ روحا نے سنالی کو جھنجھوڑا.......... "سنالی! کیا ہوا؟"

سنالی نے جھرجھری سی لی اور پھر روحا سے لپٹ گئی۔ "روحا! کچھ گڑبڑ ہے۔ ہم ہر بات کو اپنا وہم سمجھ کے نظرانداز کر رہے ہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے پیچھے کوئی بہت بڑی بات چھپی ہے۔ روحا! میرے دل میں عجیب سی گھبراہٹ ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔"

"کچھ نہیں ہوتا سنالی تم ڈر گئی ہو۔ اپنے آپ میں حوصلہ پیدا کرو۔ میں اور اویس تمہارے ساتھ ہی تو ہوتے ہیں۔ اس طرح کی باتوں سے ہم خوفزدہ ہو سکتے ہیں لیکن کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے۔" روحا نے سنالی کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

☆======☆======☆

اگلے روز یونیورسٹی میں چند طلبہ نے ہڑتال کر رکھی تھی۔ ان کا کوئی مطالبہ تھا جس کے باعث کسی پیریڈ میں بھی کوئی باقاعدگی نہیں تھی۔ طلبہ کا زیادہ وقت فارغ ہی گزر رہا تھا۔

روحا' اویس اور سنالی لان میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اویس' روحا اور سنالی کی باتیں سن کر مسلسل ہنس رہا تھا۔ اسے جیسے کوئی نیا جوک مل گیا تھا۔

"دراصل تم دونوں آج کل بہت فارغ ہو۔ تمہارے اپنے ذہن میں خوف سوار ہے۔ اس لئے تمہیں یہ عجیب و غریب وہم ہوتے ہیں۔ ہر وقت اس طرح کی باتیں کرو گی تو واقعی کوئی چیز تمہارے سامنے آ کھڑی ہو گی۔" اویس نے ان دونوں کی بات مذاق میں ٹال دی۔

"سنالی! اس سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" روحا نے غصے سے کہا۔

"روحا! تم لوگ یہاں بیٹھو' مجھے ذرا ایک لڑکی سے ملنا ہے۔" سنالی یہ کہہ کر وہاں سے چل دی۔

سنالی نے یونیورسٹی کی چند لڑکیوں سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ لڑکی ہاسٹل گئی ہے جو یونیورسٹی کے اندر ہی موجود تھا لیکن اس ہاسٹل کا سلسلہ یونیورسٹی کے ایک بہت بڑے رقبے کے بعد شروع ہوتا تھا۔

سنالی اس بڑے رقبے کو طے کر کے ہاسٹل پہنچی تو وہ تھک چکی تھی۔ وہ جب ہاسٹل میں داخل ہوئی تو پورے ہاسٹل میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔

سنالی وہ کمرہ ڈھونڈ رہی تھی۔ جہاں وہ لڑکی رہتی تھی۔ شاید وہ لڑکی اپنی کوئی چیز بھول گئی تھی جو وہ ہاسٹل سے لینے آئی تھی یا شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہ ہو۔ وہ آرام کرنے ہاسٹل آئی ہو' سنالی درست وجہ نہیں جانتی تھی۔

وہ اس لڑکی کا کمرہ ڈھونڈنے کے لئے جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی اسے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ ہاسٹل کا ہر کمرہ خالی ہے۔ ہر طرف ایک پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

سنالی ہاسٹل کے وسط میں پہنچی تو اسے وحشت سی ہونے لگی۔ اسے اس بات کا شدت سے احساس ہونے لگا کہ اسے اس ویران ہاسٹل میں اتنی دور تک نہیں آنا چاہئے تھا۔

وہ خوف سے چاروں طرف نظریں گھما رہی تھی لیکن اب وہ کمرہ چند قدموں کے فاصلے پر ہی تھا۔ جس کی تلاش میں وہ پورے ہاسٹل میں بھٹک رہی تھی۔

سنالی نے وہ کمرہ دیکھا تو اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ سنالی تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھی جیسے وہ اس کمرے میں پناہ گزین ہو جائے گی لیکن جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ٹھٹک کے رہ گئی۔ کمرے میں اس لڑکی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جس کے لئے وہ اتنی دور تک آئی تھی۔

اب سنالی کو یقین ہو گیا کہ وہ لڑکی ہاسٹل میں ہے ہی نہیں۔ سنالی کا حوصلہ ایک دم ٹوٹ گیا۔ خوف کی ایک سرسراتی لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ پورے ہاسٹل میں ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سنالی کے قدم ڈھیلے پڑ گئے۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب

وسوسے سے آنے لگے۔ جس سے اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ تیزی سے اس ہاسٹل سے نکل جائے۔

اس کی آنکھوں میں خوف موجزن تھا۔ جس سے وہ سہمے سہمے انداز سے کمرے کے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظر میز پر پڑی جس پر ایک شیشے کا جگ پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک شیشے کا خالی گلاس پڑا ہوا تھا۔ سنالی کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ وہ میز کی طرف بڑھی اور جگ سے پانی کو گلاس میں انڈیل لیا۔ سنالی اس گلاس کو اپنے منہ سے لگانے لگی کہ یکایک اس گلاس کے پانی میں ایسی لرزش ہوئی کہ پانی اچھل اچھل کر گلاس سے باہر گرنے لگا۔

سنالی خوف سے کانپ کے رہ گئی۔ اس نے تیزی سے گلاس ہوا میں اچھال دیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی کہ اس کا دم گھٹنے لگا۔

سنالی کی آنکھوں کے سامنے وہ پانی گلاس سے ہوا میں بکھر کر معلق ہو گیا تھا جس سے اس کے بلبلے مرکری کی طرح چمکنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس پُراسرار پانی نے ہوا میں ایک انسانی خاکہ تراش دیا اور پھر یکلخت اس انسانی خاکے کی جگہ واسم نے لے لی۔

سنالی کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔

☆======☆======☆

ادھر روحا جاگتی آنکھوں سے خواب کی سی کیفیت میں چلی گئی اور وہ سب کچھ دیکھنے لگی جو سنالی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

واسم سنالی کے سامنے کھڑا تھا اس کے چہرے پر تضحیک آمیز مسکراہٹ تھی۔ سنالی خوف و دہشت سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

واسم اپنے چہرے کے بھیانک تاثرات کے ساتھ خاموش کھڑا تھا لیکن پورے کمرے میں ایسی خوفناک آوازیں گونج رہی تھیں۔ جیسے کئی شیطانی قوتیں اس کمرے میں داخل ہو گئی ہوں۔ یہ ان قوتوں کا ہی اثر تھا کہ سنالی کے قدم زمین میں گڑ گئے تھے۔

واسم نے دائیں ہاتھ سے سنالی کی طرف اشارہ کیا اور سنالی کے گرد ایک آگ بھڑک اٹھی۔

سنالی کی چیخ و پکار پورے کمرے میں گونجنے لگی لیکن اس ویران ہاسٹل میں اسے بچانے والا کوئی نہیں تھا۔

روحا یہ خوفناک منظر اپنی جاگتی آنکھوں سے ایک خواب کی طرح دیکھ رہی تھی لیکن وہ دباؤ کی سی کیفیت میں تڑپ رہی تھی۔ وہ منہ سے گھٹی گھٹی آوازیں نکال رہی تھی۔ اویس اسے جھنجھوڑ رہا تھا لیکن وہ اپنی ہوش میں نہیں آ رہی تھی۔

سنالی زندہ جلتی رہی، چیختی رہی، تڑپتی رہی، بالآخر اس کی آواز بند ہو گئی۔ جس کے ساتھ ہی واسم کا وجود ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

روحا یکلخت اس خوفناک کیفیت سے باہر آ گئی اور چیخ چیخ کر رونے لگی۔

"اویس! سنالی کو واسم نے زندہ جلا دیا ہے۔ واسم انسان نہیں ہے وہ کوئی خوفناک مخلوق ہے۔" یہ کہہ کر روحا بے ساختہ بھاگنے لگی۔

اویس اسے پکارتا رہا پھر وہ بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگا۔

اویس نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ بس وہ اس کا تعاقب کرتا رہا۔ روحا بھاگتے بھاگتے ہاسٹل تک پہنچ گئی۔ تب اویس کو اندازہ ہوا کہ وہ ہاسٹل جانا چاہتی ہے۔ روحا ہاسٹل میں داخل ہوئی تو اویس بھی برق سرعت سے اس کے ساتھ ہاسٹل میں داخل ہو گیا۔

روحا مختلف کمروں سے گزرتی ہوئی تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی جو اس نے دیکھا تھا۔ بہت سے کمروں میں پھرنے کے بعد روحا ایک کمرے میں داخل ہوئی تو وہ کانپ کر رہ گئی۔ وہ اونچی اونچی آواز میں چیخنے لگی۔ اویس جلدی سے اس کمرے میں داخل ہوا تو اس کا دل اچھل کر جیسے اس کے حلق میں آ گیا۔

سنالی کی جلی ہوئی لاش ان کی آنکھوں کے سامنے پڑی تھی۔ اس کی لاش اس انداز سے جلی ہوئی تھی کہ اس کی پہچان کرنا بھی مشکل تھا۔ اویس روحا کو لے کر کمرے سے باہر آ گیا اور اسے حوصلہ دینے لگا۔ جبکہ اویس کا اپنا دل یہ خوفناک منظر دیکھ کر کانپ کے رہ گیا

تھا۔ گھبراہٹ میں اویس صحیح بول نہیں پا رہا تھا۔

اویس نے یونیورسٹی کے ہیڈ کو اس واقعے کی اطلاع دی تو پوری یونیورسٹی میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ سنالی کی جلی ہوئی لاش دیکھنے کے لئے ہاسٹل میں طلبہ کا ہجوم لگ گیا۔ پولیس اور صحافیوں نے بھی یونیورسٹی کے سربراہ پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

روحا کی حالت غیر ہو رہی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر پولیس والوں کو یہ خوفناک حقیقت بتائے لیکن اویس نے منت سماجت کر کے اس کی زبان پر چپ کا تالہ لگا رکھا تھا۔

کچھ دیر کے بعد ایک سب انسپکٹر لوگوں کے ہجوم کو پیچھے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھا۔

"راستہ دو لڑکی کے والدین آ رہے ہیں۔"

کچھ دیر کے بعد طلبہ کے اس ہجوم میں سے گھنشیام اور کلپنا نمودار ہوئے۔

کلپنا تو بین ڈالتی ہوئی سنالی کی لاش کی طرف لپکی لیکن گھنشیام اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اس کی آنکھیں برس نہیں رہی تھیں لیکن انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔

وہ ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے سنالی کی لاش کی طرف بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ لاش کو چھوتا سنالی کی لاش غائب ہو گئی۔

سب لوگ ششدر ہو کر رہ گئے لیکن اس عمل سے گھنشیام کا ماتھا ٹھنکا وہ اپنی خوفناک آنکھیں ہوا میں گھمانے لگا اور پھر اس جگہ کو غور سے دیکھنے لگا جہاں سے سنالی کی لاش غائب ہوئی۔ اس جگہ گھنشیام کو سنالی کے جلے ہوئے بالوں کا ایک گچھا نظر آیا۔

گھنشیام نے اس گچھے کو اٹھایا اور اسے ناک کے قریب لے جا کر سونگھنے لگا جسے سونگھتے ہی گھنشیام کے چہرے کا تاثر عجیب ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔ وہ انتہائی طیش میں بولا..........

"سنالی کو کسی انسان نے نہیں مارا، اس پر بہت خطرناک آسیبی قوت کا حملہ ہوا ہے لیکن وہ قوت کتنی ہی خوفناک کیوں نہ ہو میری دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی۔"

سب لوگ اس سارے واقعے پر حیران و پریشان کھڑے تھے۔

اویس نے گھنشیامی کی بات سنی تو اس نے روحا کا ہاتھ تھاما اور لوگوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے اسے گھنشیامی کی نظروں سے دور لے گیا۔

وہ دونوں ہاسٹل سے باہر نکل گئے تو ایک انسپکٹر نے انہیں روکا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں ہمیں تفتیش میں آپ کی ضرورت پڑے گی۔"

"ہم دونوں نے اپنا بیان قلمبند کروا دیا ہے کہ سنالی کی چیخوں کی آوازیں ہم نے سنیں تو ہم دوڑتے ہوئے ہاسٹل میں داخل ہوئے لیکن جب ہم اس کمرے میں پہنچے تو سنالی دم توڑ چکی تھی۔ ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتے۔ چیخوں کی آوازیں بھی اس لئے سن پائے کہ ہم ہاسٹل کی سیڑھیوں پر بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ آپ ایسا کریں کہ یہ میرا کارڈ رکھ لیں جب بھی آپ کو ہماری ضرورت پڑے گی ہم آ جائیں گے فی الحال ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اویس نے روحا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے اویس سے کارڈ لے لیا۔ اویس روحا کو لے کر یونیورسٹی سے باہر نکلا اور اپنی گاڑی میں بٹھا کر اس کے گھر کی طرف چل دیا۔

اویس اور روحا گھر پہنچے تو شاکرہ ان کی اس وقت کی آمد سے گھبرا گئی۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے طبیعت تو ٹھیک ہے روحا کی۔"

"ہاں و.......... و.......... وہ یونیورسٹی میں قتل ہو گیا ہے۔ سب لیکچررز اسی چکر میں پڑے ہوئے ہیں اس لئے ہم لوگ گھر آ گئے ہیں۔" اویس نے شاکرہ سے کہا۔

"اوہ میرے خدایا! کیسے ہوا یہ قتل؟" شاکرہ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

اویس شاکرہ کو تھوڑے فاصلے پر لے گیا۔ "آنٹی آپ روحا کے سامنے اس قتل کے بارے میں نہ پوچھیں اور نہ ہی آپ نے روحا سے اس قتل کے بارے میں پوچھنا ہے۔ دراصل اس لڑکی کو کسی نے بری طرح سے جلایا ہے۔ روحا ڈر گئی ہے اور ایک اور بہت عجیب بات ہے جو میں آپ کو ابھی نہیں بتاؤں گا۔ بس آپ نے روحا کو اکیلے نہیں چھوڑنا۔"

"اویس! یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو' میرا تو دل گھبرا رہا ہے۔ کیا بات ہے تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔" شاکرہ گھبرا گئی۔

"آنٹی فی الحال میں آپ کو کچھ بتانا نہیں چاہتا۔ بس آپ کو اس بات کی تلقین کر رہا ہوں کہ آپ نے نہ ہی روحا کو اکیلے کہیں جانے دینا ہے اور نہ ہی اسے گھر میں اکیلا چھوڑنا ہے۔ آپ پریشان مت ہوں' بس آپ نے ان باتوں کا خیال رکھنا ہے۔" اویس نے شاکرہ کو سمجھایا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا' ویسے تم اچھا نہیں کر رہے' جو مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔ میں ایک ماں ہوں کیسے کیسے وہم آ رہے ہیں میرے ذہن میں۔" شاکرہ نے تذبذب کی کیفیت میں کہا۔

"اگر میں آپ سے کچھ چھپا رہا ہوں تو اس میں روحا کا ہی فائدہ ہے۔ آپ پلیز پریشان مت ہوں۔" اویس نے شاکرہ کو شانوں سے پکڑتے ہوئے کرسی پر بٹھا دیا۔

☆======☆======☆

گھنشیامی نے اپنے کالے عمل کی ایک دنیا بسا رکھی تھی۔ اس نے کبھی بھی اپنے گھر میں اپنی آسیبی اور شیطانی طاقتوں کو استعمال نہیں کیا۔ وہ ان پُراسرار مخلوقات کو اپنے گھر سے دور رکھنا چاہتا تھا لیکن سنالی کی موت نے اس کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس نے خود کو ایک کمرے میں بند کر لیا اور آنکھیں بند کر کے اس نے ایک خوفناک عمل پڑھنا شروع کیا۔ جس سے وہ اس خوفناک مخلوق کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جس نے سنالی کا یہ حال کیا۔

گھنشیامی نے پہلی بار اپنے گھر میں اپنا یہ روپ استعمال کیا تھا ورنہ اپنے گھر والوں کی نظر میں وہ ایک ایسا پنڈت تھا جو اپنی پرستش میں مست رہتا تھا۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے اس نے اپنے کمرے کی تمام لائٹیں بند کر رکھی تھیں۔ کمرے کی گہری تاریکی میں اس نے موم بتیاں جلا رکھی تھیں۔ جن کی دھیمی دھیمی روشنی میں وہ عمل کر رہا تھا۔

کلپنا کو تو صدمے سے اپنی ہوش ہی نہیں تھی۔ پورا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ گھنشیامی عمل کے نصف حصے میں پہنچا تو اس کی عقل دنگ رہ گئی۔ اس کا عمل اس آسیبی طاقت تک پہنچ ہی نہیں پا رہا تھا۔

یہ حقیقت گھنشیامی کے لئے قابل قبول نہیں تھی۔ اسے اپنی شیطانی طاقتوں پر بہت ناز تھا۔

وہ اپنے عمل کو مزید یکسوئی سے پڑھنے لگا۔ وہ جوں جوں عمل پڑھتا جا رہا تھا اسے اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ جس آسیبی طاقت نے سنالی پر حملہ کیا ہے اس کی حامل خوفناک مخلوق کسی ایک آسیبی طاقت کی نہیں بلکہ بے شمار شیطانی اور طاغوتی قوتوں کی حامل ہے جو اس کی دسترس سے باہر ہیں۔

لیکن گھنشیامی اس بھیانک حقیقت کو نظر انداز کر کے اپنا عمل پڑھتا رہا لیکن جب گھنشیامی کا عمل مکمل ہوا تو وہ چکرا کر رہ گیا۔ کیونکہ اس نے اپنے پورے عمل میں اس خوفناک مخلوق کی جھلک تک نہ دیکھی۔

گھنشیامی کے لئے یہ بات اتنی حیران کن اور طیش دلانے والی تھی کہ وہ آگ بگولہ ہو کر رہ گیا۔ اسے اپنی زندگی میں پہلی بار اپنی شکست کا احساس ہوا۔ اسے اس بات کا احساس ہونے لگا کہ اس خوفناک مخلوق کی شیطانی طاقتوں کے آگے اس کی طاقتیں بہت خفیف ہو گئی ہیں۔

گھنشیامی ایک شکستہ پتھر کی طرح ریزہ ریزہ ہو رہا تھا کہ جن طاغوتی طاقتوں کو اس نے اتنی مشکل سے حاصل کیا آج وہ اس خوفناک مخلوق کے آگے ناکارہ کیسے ہو گئیں۔ گھنشیامی کو اس احساس نے پاگل سا کر دیا۔

”نہیں ضرور مجھ سے عمل میں کوئی غلطی ہو گئی ہو گی۔ میں نے تو ان پلید آتماؤں اور آسیبوں کو انسانوں کے خون کی بلی دی ہے۔ میرے پاس تو ان شیطانی مخلوقات کی سحر انگیز طاقتیں ہیں۔ جن سے میں بڑے سے بڑے آسیب کو اپنا اسیر بنا سکتا ہوں تو پھر میرا یہ عمل اس خوفناک مخلوق تک کیوں نہیں پہنچ سکا۔ جس نے میری لاڈلی بیٹی کا یہ حال کیا۔

شاید مقام کی وجہ ہے۔ میں کل صبح ہی حویلی جاؤں گا اور اس خوفناک پلید آتما کو اپنے سامنے لا کر رہوں گا۔ اسے میرے سامنے آنا ہو گا۔“ گھنشیامی نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

☆------☆------☆

ادھر اویس رات بھر سو نہیں سکا۔ وہ روحا کی باتوں کا مذاق اڑاتا تھا لیکن اب روحا کی وہ باتیں ایک خوفناک حقیقت کا روپ دھار کے اس کے سامنے آ چکی تھیں۔ وہ روحا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو ایک کڑی میں پرو کر کوئی ٹھوس وجہ ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ جوں جوں سوچ رہا تھا اس کا ذہن الجھتا جا رہا تھا لیکن ایک بات اس کے ذہن کی سکرین سے صاف ہو چکی تھی کہ ان بھیانک واقعات سے روحا کا گہرا تعلق ہے۔ اس عجیب الخلقت مخلوق نے واسم کا روپ دھار کے جب سنالی کا قتل کیا تو اس قتل کا خوفناک منظر روحا کے پردہ بصارت پر ایک فلم کی طرح چلنے لگا لیکن ایک ڈر جو اویس کو پریشان کئے ہوئے تھا وہ یہ تھا کہ یہ عجیب الخلقت مخلوق روحا کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

☆======☆======☆

گھنشیامی اپنی پُراسرار حویلی میں پہنچ گیا۔ رات کی سیاہ چادر نے جب ہر طرف اپنی تاریکی پھیلا دی تو گھنشیامی نے ناگ دیوتا کی کنڈلی میں آگ روشن کی۔ آگ بری طرح دہکنے لگی تو وہ اس کے آگے آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا۔ اس نے ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ منہ میں کچھ پڑھا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس اندھیرے کمرے کے وسط میں بیٹھ گیا۔ پُراسرار کمرے میں آگ اور موم بتیوں کی وجہ سے دھیمی دھیمی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

گھنشیامی نے ایک مٹی کی ہانڈی اپنے آگے رکھی جو شفاف پانی سے بھری ہوئی تھی۔ آسن جما کر اس ہانڈی کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں بازو گھٹنوں پر رکھتے ہوئے اکڑا لئے تھے اور آنکھیں بند کر کے عمل پڑھنے لگا کچھ ہی دیر کے بعد کمرے میں خوفناک آوازیں گونجنے لگیں۔

چند ہی ساعتوں میں ان خوفناک آوازوں کے ساتھ کمرے کی فضا میں روشنی کے پُراسرار ہالے تیرنے لگے۔ گھنشیامی نے اپنی آنکھیں کھول لیں اور روشنی کے ان ہالوں کی طرف دیکھ کر گرجدار آواز میں بولا..........

"اے پلید آتما! مجھے اس خوفناک مخلوق کا پتہ دو جس نے میری بیٹی کو مارا ہے۔ مجھے اس پانی میں اس کا عکس دکھاؤ۔"

گھنشیامی کے اس جملے سے پورے کمرے میں سکوت چھا گیا۔ جس کے ساتھ ہی روشنی کے وہ ہالے بھی غائب ہو گئے۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک گھنشیامی اسی حالت میں بیٹھا رہا۔ پھر کچھ دیر کے بعد کچی ہانڈی کا شفاف پانی اپنا رنگ بدلنے لگا۔ گھنشیامی کی آنکھوں میں امید کی چمک آ گئی۔ پانی پہلے نیلا ہوا اور پھر سرخ ہو گیا۔ گھنشیامی کی بے چینی بڑھ گئی۔ اسے پورا یقین تھا کہ سرخ رنگ کے بعد اسے اب کوئی عکس دکھائی دے گا لیکن گھنشیامی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں' پانی سرخ رنگ سے سیاہ رنگ اختیار کر گیا جس کے ساتھ ہی کمرے میں خوفناک آوازیں گونجنے لگیں۔

"اس کے پاس بہت طاقتیں ہیں' ہم اس تک نہیں پہنچ سکتے' ہاں! اماوس کی رات کچھ علم ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے تمہیں کافی دن انتظار کرنا ہو گا۔" اس کے ساتھ ہی فضا میں پہلے کی طرح سکوت چھا گیا۔

گھنشیامی نے غصے سے کچی ہانڈی کو اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ گھنشیامی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اماوس کی رات تک مختلف عمل کر کے اپنی شیطانی طاقتوں کو بڑھائے گا۔

☆======☆======☆

یونیورسٹی میں سب پر حیرانی اور خوف طاری تھا۔ سب واسم نامی لڑکے کے اچانک غائب ہونے پر ششدر تھے' مگر اس خوفناک حقیقت کو صرف اویس اور روحا ہی جانتے تھے۔ ان دونوں نے بھی اپنی زبان بند کر رکھی تھی۔ گھنشیامی کی سوچ یہی تھی کہ سنالی کسی طرح سے اس بھیانک مخلوق کی زد میں آ گئی ہو گی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ سنالی اس

خوفناک مخلوق کا پہلا شکار تھی۔ وہ اپنی طاقتوں کے مان پر اپنے عملوں میں مصروف تھا۔ اسے اپنے گھر والوں کی خیریت کی اطلاع ملتی رہتی تھی۔ اسی طرح سے چار پانچ روز گزر گئے۔

روحا کا ذہن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ تروتازہ ہو گیا۔ وہ خود کو پُرسکون محسوس کرنے لگی۔ اویس بھی کچھ مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ دونوں دل لگا کر پڑھنے لگے۔ روحا کے ذہن میں سنالی کے قتل کا خوفناک منظر کچھ مدہم پڑ گیا۔

ایک دن روحا لائبریری میں بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ وہ کتاب میں اس قدر گم تھی کہ ایک دم اویس نے اس کے کان کے نزدیک اونچی آواز سے کہا.........."ہیلو!"

روحا ایک دم ڈر گئی۔ کتاب اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ "بہت بری بات ہے اویس ایسے ڈراتے ہیں۔"

اویس ہنستا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا.........."آج رات کو آٹھ بجے بہت بڑا فنکشن ہے۔"

"کہاں؟" روحا نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارے گھر اور کہاں!" اویس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"لو جی! ثابت ہو گیا کہ تمہاری یادداشت واقعی بہت کمزور ہے۔" اس نے کتاب میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اویس تم کیا پہیلیاں ڈال رہے ہو۔" روحا نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"آج کیا تاریخ ہے؟" اویس نے روحا سے پوچھا۔

"8 فروری.......... اوہ!" روحا ہنس پڑی۔

"آج تمہاری سالگرہ ہے۔ انکل افتخار نے رات کو بہت بڑی پارٹی ارینج کی ہے۔" اویس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

روحا' اویس کی بات سن کر ایک دم سے سنجیدہ ہو گئی.........."ابھی تو سنالی کا چہرہ ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا تو اتنی خوشی منانے کو کیسے دل چاہے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا دھیان بدلنے کے لئے ہی یہ سب کچھ کر رہے ہوں ویسے بھی وہ ہر سال تمہاری سالگرہ بہت دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ یہ ان کی خوشی ہے۔ تمہیں ہربات بھول کر ان کی اس خوشی میں شامل ہونا چاہئے۔" اویس نے روحا کو سمجھایا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو اویس! انسان کو خوش رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پتہ نہیں کس کی کتنی زندگی ہے۔ مجھے تو اب زندگی پر اعتبار ہی نہیں رہا۔ چلو چھوڑو اس بات کو' یہ بتاؤ کہ پارٹی میں کون کون آ رہا ہے۔" روحا نے اپنا دھیان بدلتے ہوئے کہا۔

"خاندان کے تقریباً سب لوگ ہی آ رہے ہیں۔ بہت مزہ آئے گا۔" اویس خوشی سے پھولا نہ سا رہا تھا۔

رات کے سات بجے تو روحا اور اس کی چند سہیلیاں اس کمرے کو سجانے لگیں۔ جہاں پارٹی کا اہتمام کرنا تھا۔ روحا نے تمام ڈشز خانساماں سے اپنی نگرانی میں پکوائی تھیں۔ پونے آٹھ بجے کے قریب وہ کمرہ سج گیا تھا۔ مہمانوں کو آٹھ بجے کا ٹائم دیا گیا۔ روحا جلدی سے ڈریس تبدیل کرنے چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ باہر آئی تو نہایت قیمتی اور خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔ اس نے ہلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا۔ آج بہت عرصے کے بعد روحا کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔

مہمانوں کی آمد شروع ہوئی تو افتخار اور شاکرہ نے گرم جوشی کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کیا۔ اویس اور اس کے گھر والے ان مہمانوں کی لسٹ میں سب سے آگے تھے۔

اویس کے والدین نے روحا کو پیار کیا اور اسے ڈھیروں دعائیں دیں۔ روحا باری باری اپنے عزیز و اقارب سے ملی۔ سب نے اسے خوبصورت تحفوں سے نوازا۔ تقریباً نو بجے تک مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ ساڑھے نو بجے تک سب مہمان آ گئے۔

خوشگوار اور پُر رونق ماحول میں سب پارٹی سے محظوظ ہو رہے تھے۔ افتخار اور شاکرہ روحا کو لے کر میز کے قریب آئے اور اسے کیک کاٹنے کے لئے کہا۔ سب لوگ مسکراتے ہوئے میز کے قریب آ گئے۔

اویس افتخار اور شاکرہ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ "واہ واہ بھئی اتنا زبردست کیک۔

بھئی جلدی کاٹو' سب کے منہ میں پانی آ رہا ہے۔"

روحا مسکراتے ہوئے کیک کاٹنے لگی۔ تو سب نے "ہیپی برتھ ڈے روحا" کہنا شروع کر دیا۔

ان آوازوں میں ایک انجانی سی آواز بہت نمایاں تھی۔ جو میز کے سامنے کی طرف سے آ رہی تھی۔ روحا نے مسکراتے ہوئے سامنے کی طرف دیکھا تو اس کی اوپر کی سانس اوپر نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ میز کے بالکل قریب روحا کے سامنے واسم کھڑا ہوا تھا۔ وہ مہمانوں کے ساتھ ساتھ اس فقرے کو دہرا رہا تھا.......... "ہیپی برتھ ڈے روحا!"

وہ سوائے روحا کے اور کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ روحا سراسیمگی سے مسلسل اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ واسم کا وجود ہوا کے کسی ہیولے کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔ وہ لوگوں کے ساتھ تالی بجا رہا تھا لیکن اس کے ہاتھ آپس میں ملنے کی بجائے ہوا کی طرح ایک دوسرے کے پار ہو جاتے۔

روحا اپنی جگہ پر پتھر کی طرح جامد ہو گئی۔ اس کا دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ گھبراہٹ سے اس کا چہرہ تپنے لگا۔ سب لوگ حیران و پریشان ہو کر روحا کو دیکھنے لگے۔ شاکرہ نے روحا کو جھنجھوڑا.......... "روحا! کیا ہوا ہے تمہیں۔" اس سے پہلے کہ روحا کچھ کہتی واسم پلک جھپکتے ہی غائب ہو گیا اور روحا نظریں گھماتے ہوئے اسے لوگوں کے ہجوم میں ڈھونڈنے لگی۔ اویس روحا کی طرف بڑھا..........

"روحا کسے ڈھونڈ رہی ہو۔ کیا نظر آ رہا ہے تمہیں؟"

روحا اس خوشی کے موقع کو خراب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔

"روحا آخر تم بتاتی کیوں نہیں' تم کیوں پریشان ہو گئی ہو۔" اویس نے ایک بار پھر پوچھا۔

روحا کچھ دیر خاموش رہی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے بات بدل دی..........

"و.......... و.......... وہ مجھے سنالی کا خیال آ گیا تھا۔"

افتخار نے بہت ملائمت سے روحا کے سر پر ہاتھ پھیرا .... "بیٹی اویس ٹھیک کہتا ہے۔ ہم لوگ تمہاری ان چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے سہارے ہی جیتے ہیں۔ پتہ نہیں اور ہماری کتنی زندگی ہے۔"

روحا نے اپنے والد کا ہاتھ تھام لیا اور ان کے کندھے پر سر رکھ کر بولی.........

"آپ ایسی باتیں نہ کریں' میں آئندہ خوش رہنے کی کوشش کروں گی۔"

"کل میں اور تمہاری امی اویس کے ساتھ سنالی کے گھر جائیں گے تعزیت کے لئے۔ تم ہمارے ساتھ جانا' تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔" افتخار نے کہا۔

"ٹھیک ہے ابو جان! کل میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔" یہ کہہ کر روحا نے اپنے ذہن کو کچھ چینج کیا اور کیک کاٹ کر سب کو دینے لگی۔

☆======☆======☆

اگلے روز روحا' اویس' افتخار اور شاکرہ سنالی کے گھر گئے۔ ان کی گاڑی سنالی کے گھر کے قریب رکی تو شاکرہ اور افتخار سنالی کی کوٹھی دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے۔ وہ کوٹھی نہایت عالی شان تھی جب کہ گھنشیامی کو سب نے پنڈت کے روپ میں ہی دیکھا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کام کرتا ہے۔

اویس نے آگے بڑھ کر بیل دی تو اجے نے گیٹ کھولا۔ اویس نے ان سب کا تعارف کروایا تو اجے فوراً سمجھ گیا کیونکہ سنالی اس سے اکثر روحا اور اویس کا ذکر کرتی تھی۔ اجے نے بہت خلوص کے ساتھ انہیں مہمان خانے میں بٹھایا۔ وہ سب مہمان خانے میں بیٹھ گئے۔ سنالی کے گھر آ کر روحا کے زخم تازہ ہو گئے۔ ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں سنالی کی موت کا منظر گھومنے لگا۔ وہ بہت ڈیپرس ہو گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد کلپنا اور اجے کمرے میں داخل ہوئے۔ کلپنا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سنالی کے غم نے اسے توڑ کے رکھ دیا تھا۔ اس کی سوجی ہوئی آنکھیں اس کے غم کی شدت صاف صاف بتا رہی تھیں۔ اجے کی کیفیت بھی اسی قسم کی تھی۔ کلپنا خاموشی سے شاکرہ اور افتخار کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے غم بھی جیسے پھر سے تازہ ہو گئے تھے۔

شاکرہ نے حوصلہ کر کے بات شروع کی۔ "بہن آپ حوصلہ کریں جس کی خدا نے جب لکھی ہے تب آتی ہے۔ ہونی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ آپ کو حوصلے سے کام لینا چاہئے۔ ابھی آپ کے اور بھی بچے ہیں۔ اگر آپ بیمار پڑ گئیں تو ان کو کون سنبھالے گا۔"

کلپنا جیسے اپنے آنسو روک کر بیٹھی ہوئی تھی۔ شاکرہ کی بات سن کر اس کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ "سنالی تو سب کی جان تھی اس کو آنچ بھی آ جائے تو سب تڑپ اٹھتے

تھے لیکن اس کو تو کسی ظالم نے جلا کر مار دیا۔ کیا گزری ہو گی میری بچی پر۔"

کلپنا اونچی اونچی آواز میں رونے لگی۔ اجے اسے دلاسہ دینے لگا اتنے میں ایک گیارہ بارہ سالہ پیاری سی بچی بھاگ کر کلپنا سے لپٹ گئی۔ کلپنا نے اس بچی کو پیار کیا۔

"سونو تو کیوں اداس ہوتی ہے مجھے تو ویسے ہی رونا آ گیا تھا۔" کلپنا نے اس معصوم بچی کے نازک دل کے لئے خود کو بدلنے کی کوشش کی۔

یہ منظر دیکھ کر روحا کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار سنالی کا خوبصورت چہرہ آ رہا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کو بار بار پی جاتی۔

"پولیس نے کچھ نہیں بتایا۔ کچھ پتہ نہیں چلا کہ قاتل کون ہے۔ کس نے اس وحشیانہ انداز سے سنالی کا قتل کیا؟" افتخار نے کلپنا سے پوچھا۔

"گھنشیام جی نے یہ کیس پولیس سے واپس لے لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سنالی کا مجرم میں خود ڈھونڈوں گا۔ مجھے تو ان کی بھی سمجھ نہیں آتی۔ عمر کے پچیس برس گزارے ہیں ان کے ساتھ لیکن میں انہیں آج تک نہیں جان سکی۔" کلپنا نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ کام پولیس کا ہے بھی نہیں۔" روحا بے ساختہ بولی۔

"کیوں؟ تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو اگر پولیس کا نہیں ہے تو پھر کس کا ہے؟ یہ قتل کا کیس ہے۔" افتخار نے حیرت سے روحا سے پوچھا۔

"دراصل ہمارے پولیس کے محکموں کی کارکردگی اتنی خاص نہیں ہے اس لحاظ سے روحا نے کہا ہے۔" اویس نے روحا کی بات کو بدلنے کی کوشش کی۔

"ایک ذاتی سا سوال پوچھ رہا ہوں۔ اگر آپ محسوس نہ کریں۔" افتخار نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"ہاں آپ پوچھیں۔" کلپنا نے کہا۔

"گھنشیام جی کے بارے میں زیادہ تر یہی مشہور ہے کہ وہ ایک پنڈت ہیں اور وہ

زیادہ تر پوجا پاٹ میں معروف رہتے ہیں لیکن سنالی نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ وہ کام کیا کرتے ہیں۔ اتنا پیسہ انہوں نے کیسے کما لیا؟"

"اس بات پر تو میں بھی بہت حیران ہوں لیکن انہوں نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ اتنا پیسہ انہوں نے کیسے کمایا ہے۔ فی الحال تو انہوں نے ایک مارکیٹ خرید رکھی ہے۔ جس کے کرائے سے سارے اخراجات بھی پورے ہوتے ہیں اور بنک میں بھی پیسہ جمع رہتا ہے۔ فی الحال تو اس لئے کچھ نہیں کرتے لیکن اس سے پہلے انہوں نے پیسہ کیسے کمایا۔ یہ میں نہیں جانتی۔" کلپنا نے انتہائی معصومیت سے کہا لیکن کلپنا اور اس کی اولاد اس بات سے لاعلم تھے کہ گھنشیام نے مکروہ کاروبار کے ذریعے کوٹھی اور مارکیٹ کے علاوہ اور بھی بے شمار جائیداد بنا رکھی ہے۔

اجے کچھ دیر تک افتخار کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر وہ تیکھے سے لہجے میں بولا۔ "لیکن آپ یہ سب باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اس قتل کا ان باتوں سے کیا تعلق۔"

"تم میری بات کو غلط انداز نہ دو جبکہ کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی تو پھر میں یہ سوچتا ہوں کہ گھنشیام نے یہ لفظ کیوں کہا کہ سنالی کے مجرم کو سزا میں خود دوں گا اس نے پولیس سے یہ کیس واپس کیوں لے لیا۔ اس کا تو صاف صاف یہ مطلب ہے کہ گھنشیام کی کسی ذاتی دشمنی کے باعث یہ سب ہوا ہے۔" افتخار کی اس بات سے اجے سوچ میں پڑ گیا۔

"انکل میرے خیال میں یہ لوگ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں کہ یہ معاملہ کیسے حل کرنا ہے۔ آپ اس لمبی چوڑی بحث میں نہ پڑیں۔" اویس نے افتخار کو اشارتاً منع کیا کہ وہ اس معاملے سے دور رہیں۔

اویس نے جب یہ دیکھا کہ سنالی کے قتل کا موضوع کافی لمبا ہوتا جا رہا ہے تو اس نے اپنی گھڑی کا ڈائل دیکھنا شروع کیا۔ "آنٹی مجھے ایک بجے بہت ضروری کام سے جانا ہے۔ کوئی ایک دو گھنٹے کے بعد میں آپ لوگوں کو لینے کے لئے آ جاؤں گا۔" اویس شاکرہ سے مخاطب ہوا۔

"بیٹا اگر تمہاری مجبوری ہے تو تھوڑی دیر اور رک جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہی چلتے

ہیں۔" شاکرہ نے کہا۔

"بہن! ابھی تو ہم نے آپ کی کوئی خاطر بھی نہیں کی۔" کلپنا نے کہا۔

"آپ کیسی باتیں کرتی ہیں ہم کیسے موقع پر آئے ہیں۔ پھر کبھی آئیں گے تو چائے لازمی پئیں گے۔" شاکرہ نے کلپنا سے کہا۔

روحا کو اویس کی بات بہت ناگوار گزری اس نے خفگی سے اویس کی طرف دیکھا۔ اویس سمجھ گیا کہ روحا کو یہ بات ناگوار گزری ہے لیکن وہ اپنی اس بات پر قائم تھا' تھوڑی ہی دیر کے بعد افتخار اور شاکرہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کلپنا اور اجے سے اجازت چاہی وہ سب وہاں سے روانہ ہوئے۔

اویس نے روحا کے گھر کے قریب گاڑی روکی تو افتخار اور شاکرہ گاڑی سے اتر کر گھر کی طرف چل دیئے لیکن روحا اویس کے پاس ہی رک گئی اور خفگی سے بولی۔

"وہاں تم نے ایسا کیوں کہا ابھی تو ہم وہاں جا کر بیٹھے ہی تھے تمہارا جتنا مرضی ضروری کام ہوتا سنالی کی موت کوئی چھوٹی سی بات نہیں تھی۔"

"میرا کوئی ضروری کام نہیں تھا میں نے بہانہ کیا تھا تمہیں وہاں سے جلدی لانے کے لئے۔" اویس نے کہا۔

"لیکن کیوں؟" روحا نے تعجب سے پوچھا۔

"مجھے ڈر تھا کہ تمہارے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس سے تمہارا سنالی کے قتل سے کوئی تعلق بن جائے۔ میری حیثیت تمہارے لئے کچھ بھی سہی مگر تم میرے لئے بہت اہم ہو۔ میں کسی بھی قیمت پر تمہاری زندگی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔" اویس نے جذبات بھرے لہجے میں کہا۔

روحا کو اپنی بات پر ندامت سی ہوئی وہ آنکھیں جھکاتے ہوئے بولی۔

"سوری اویس! میں تمہارے خلوص کو سمجھ نہ سکی خونی رشتوں کے علاوہ بھی ایک رشتہ ہے وہ رشتہ خلوص اور ایثار سے سرشار ہوتا ہے اور ایسے رشتوں کی مثال تمہارے جیسے لوگ قائم کرتے ہیں۔"

روحا کے اس جملے پر اویس کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ بکھر گئی جیسے اس کے جذبوں کا درجہ دوستی کے جذبے سے بہت اونچا ہو۔

☆======☆======☆

شام کے سات بجے تو سورج اپنی ساری تمازت سمیت کے غروب ہونے لگا۔ چلچلاتی دھوپ کا رنگ زردی مائل دھیمی روشنی میں تبدیل ہو گیا۔ پرندے لمبی قطاریں باندھے اپنے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹنے لگے۔ رونق بھرے دن اور تاریک رات کے درمیان کے اس مغرب کے وقت میں ایک عجیب سی خاموشی اور پُراسراریت تھی۔

روحا کچن میں اپنے لئے اور شاکرہ کے لئے چائے بنا رہی تھی چائے کو جوش آیا تو اس نے چائے کیتلی میں ڈالی۔ شام کی سرخی مائل روشنی بھی آہستہ آہستہ رات کی سیاہ تاریکی میں بدل رہی تھی۔ جس سے شام کے خوفناک سناٹے میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

روحا نے گرم گرم چائے کی کیتلی اور کپ ایک ٹرے میں رکھے اور اس ٹرے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر کچن سے باہر جانے لگی کہ ایک دم اس کے پورے وجود کو بجلی کا سا جھٹکا لگا اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں پتھرا کر کسی ایک جگہ مرکوز ہو گئیں اور پھر خواب کی سی کیفیت میں اس کی کھلی آنکھیں وہی بھیانک منظر دیکھنے لگیں۔

رات کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے دیو ہیکل پہاڑوں میں سے وہی راکھ کا بھیانک بھنور نمودار ہوا جو اس دہشت ناک تاریکی میں ہوا کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ان بھیانک پہاڑوں کے دامن میں مشعلیں سلگ رہی تھیں جس سے اس خوفناک وادی میں سرخ سرخ روشنی بکھری ہوئی تھی۔ سیاہ راکھ کا بھیانک بھنور تیزی سے ان پہاڑوں کے دامن سے نکلنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس بھیانک بھنور کا چکر اتنا تیز ہو گیا کہ اس کے سیاہ ذرے بکھر کر ہوا میں تحلیل ہو گئے جس کے ساتھ ہی روحا ایک بلند چیخ کے ساتھ اس بھیانک کیفیت سے باہر آ گئی۔

وہ ہوش میں آئی تو وہ کچن کے فرش پر گری ہوئی تھی چائے کی کیتلی اور کپ ٹوٹ کر اس کے گرد بکھرے ہوئے تھے یہ سب کب ہوا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔

وہ سہمے سہمے انداز میں اٹھی۔ دہشت نے اس کے دل کو بھینچ کے رکھ دیا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی کن پٹیوں پر رکھ لئے اور گلو گیر آواز میں خود کلامی کرنے لگی۔

"پہلے بھی میں نے یہی بھیانک منظر دیکھا تھا جس کے بعد ایک خوفناک قتل ہوا اور اب پھر وہ سیاہ بھنور دیو ہیکل پہاڑوں کے دامن سے نکلا ہے نہ جانے یہ اب کس ناگہانی افتاد کی علامت ہے۔ آخر یہ کون سی خوں آشام مخلوق ہے جو اتنے روپ بدل لیتی ہے!"

اس جاں سوز احساس سے روحا کا رواں رواں کانپ اٹھا۔ اس کے جسم میں سنسناہٹ کی ایک لہر دوڑ گئی اس کے اندر اتنی ہمت نہ رہی کہ وہ اویس کو فون کر سکے لیکن اس نے حوصلہ پیدا کیا اور تیزی سے فون کی طرف لپکی' کانپتے ہاتھوں سے اویس کا نمبر ڈائل کیا اویس نے فون اٹھایا لیکن جونہی روحا نے اویس کی آواز سنی تو اس خیال نے اسے خوفزدہ کر دیا کہ اس سے کہیں اویس کی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو جائے۔ اویس فون پر ہیلو ہیلو کہتا رہا لیکن روحا کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی پھر روحا نے فون بند کر دیا اور فون کے سٹینڈ پر سر رکھ کے رونے لگی۔ ایک دم فون کی بیل ہوئی روحا چونک کے رہ گئی روحا نے ریسیور اٹھایا اور ڈرے ڈرے لہجے میں بولی۔ "ہ.......... ہ.......... ہیلو کون؟"

"میں اجے بول رہا ہوں انکل افتخار ہیں گھر پر؟" ریسیور میں سے اجے کی آواز آئی۔

"و.......... و.......... وہ ابھی گھر نہیں آئے۔ ساڑھے نو بجے آئیں گے آپ اس وقت فون کر لینا۔" روحا نے بمشکل جواب دیا۔

"آپ کی آواز اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہے' گھر میں خیریت تو ہے؟" اجے نے پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں دراصل میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے آپ کا پیغام ڈیڈی کو دے دوں گی۔ کوئی زیادہ ضروری بات ہے تو مجھے بتا دیں۔"

"وہ دراصل میں پونے دس بجے کے قریب انہیں فون کر لوں گا میں نے سنالی کے قتل کے متعلق ان سے کچھ بات کرنی تھی۔"

"ٹھ.......... ٹھ.......... ٹھیک ہے آپ پونے دس بجے کے قریب فون کر لینا۔"

سنالی کا نام سن کر روحا کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا اس نے جلدی سے ریسیور رکھ

دیا۔

☆------☆------☆

ادھر اجے ابھی روحا کے متعلق سوچ رہا تھا کہ سونو دوڑتی ہوئی اجے کی طرف بڑھی "بھیا! جلدی سے آؤ وہ سٹیفر کھل گیا ہے اور لان میں بھاگتا پھر رہا ہے اس نے سارے پودے خراب کر دیئے ہیں۔"

"بھئی کوئی بات نہیں وہ بے چارہ ہمیشہ بندھا ہی رہتا ہے۔ اگر آج کھل ہی گیا ہے تو اسے تھوڑی عیش کرنے دو۔" ابھی یہ بات اجے کی زبان پر تھی کہ اس کی ٹانگوں کے پیچھے کی جانب سے ایک دھکا لگا اور وہ منہ کے بل زمین پر آگرا۔ اجے نے اپنا سر اوپر اٹھاتے ہوئے اپنی ٹانگوں کی طرف دیکھا تو اس سنجیدہ ماحول میں بھی اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ سٹیفر اس کے پیروں کے تلوے چاٹ رہا تھا۔

اجے نے اٹھ کر سٹیفر کو پیار کیا اور اسے ایک لمبی زنجیر کے ساتھ لان میں باندھ دیا۔

تھوڑی دیر میں کلپنا نے میز پر کھانا لگا دیا۔ آج بہت دنوں کے بعد وہ اس طرح اکٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ورنہ سنالی کی موت نے تو ان کی بھوک ہی ختم کر دی تھی۔ وہ لاکھ سنالی کو بھلانے کی کوشش کرتے لیکن یادوں کے جھروکوں سے سنالی کی کوئی نہ کوئی ایسی بات مل جاتی کہ وہ سب تڑپ کے رہ جاتے۔ خاص طور پر کھانے کے وقت وہ سنالی کو بہت مس کرتے۔ انہوں نے بہت مشکل سے اپنے دلوں کو سمجھایا اور تقدیر کے اس فیصلے پر صبر کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب انتہائی سنجیدگی سے کھانا کھا رہے تھے ہر ایک اپنے دل کی کیفیت ایک دوسرے سے چھپا رہا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئے۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجے کا وقت تھا۔ ان کی کوٹھی کے باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی سب اپنے اپنے گھروں میں موجود تھے باہر خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔

رات کی تاریکی میں ان کے لان میں لگے گھنے درخت انتہائی خوفناک دکھائی دے رہے تھے۔ انہی گھنے درختوں میں سے کسی ایک درخت کے ساتھ اجے کا سیاہ سٹیفر بندھا

ہوا تھا اجے سٹیفر کا کھانا لے کر لان میں آیا اور کھانا سٹیفر کے آگے رکھ کے وہاں سے اس کمرے کی طرف چل دیا جہاں سب گھر والے بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ کمرے کا دروازہ دوسری طرف تھا لیکن کھڑکی لان میں کھلی ہوئی تھی۔ جس میں جالی کی گرل تھی۔ اس کھڑکی سے تقریباً سارا لان ہی دکھائی دیتا تھا۔

لان میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہر طرف ایک پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی جس میں چھوٹے چھوٹے جانوروں کی خفیف آوازیں بہت بلند محسوس ہو رہی تھیں۔

سٹیفر اپنی اگلی دو ٹانگیں پھیلائے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دم لان کے ایک گھنے درخت کے تنے بری طرح جھولنے لگے۔ جیسے اس گھنے درخت میں کوئی بڑا سا جانور پھنسا ہو سٹیفر نے یہ آواز سنی تو وہ خوفناک انداز میں غراتا ہوا جھٹ سے کھڑا ہو گیا لیکن جب اس کی نظر اس درخت پر پڑی تو وہ جیسے پاگل سا ہو گیا۔ اس نے اپنا چہرہ سکیڑ لیا اور اپنے خونخوار دانت باہر کو نکال لئے۔ وہ انتہائی خونخوار انداز میں غرانے لگا۔ اس کی اندھیرے میں چمکتی آنکھیں کچھ ایسا دیکھ رہی تھیں کہ وہ جسم کے شدید جھٹکوں کے ساتھ اس طرح بھونک رہا تھا کہ پورے لان میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔

اجے، کلپنا اور سونو ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے انہوں نے کتے کے اس طرح بھونکنے کی آواز سنی تو وہ کچھ پریشان ہو گئے۔

"اجے! سٹیفر بہت عجیب انداز میں بھونک رہا ہے اس کی تو ایک پل کے لئے بھی زبان اندر نہیں ہو رہی۔" کلپنا نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"چھوڑیں امی نیولا وغیرہ دیکھ لیا ہو گا اس نے۔" اجے نے سٹیفر کے بھونکنے کو نظر انداز کر دیا۔

جس کمرے میں وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی کھڑکی لان کی طرف کھلی ہوئی تھی۔ اس کھڑکی میں سونو کی گڑیا پڑی ہوئی تھی۔ جس کی جسامت چار سال کی بچی کے برابر تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی پیاری سی بچی کھڑکی میں بیٹھی ہے۔

سٹیفر مسلسل بھونک رہا تھا۔ ایک دم سٹیفر غراتا ہوا لان کے دوسری طرف دیکھنے

لگا۔ اس طرف گھنے درختوں کی ایک لمبی قطار تھی جن کا رخ اس کمرے کی طرف تھا جس طرف وہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں نہ دکھائی دینے والی کوئی خوفناک چیز ان گھنے درختوں کو چیرتی ہوئی اس کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھی۔ جس سے دیوہیکل گھنے درخت جھول کے رہ گئے۔ سٹیفر کے بھونکنے کا انداز مزید خوفناک ہو گیا۔ وہ بے چینی سے اپنی زنجیر تڑوانے کی کوشش کرنے لگا اجے نے پریشانی میں کلپنا کی طرف دیکھا۔ "سٹیفر تو واقعی ایک پل کے لئے بھی چپ نہیں ہو رہا ہے۔"

یہ کہہ کر اجے کھڑکی کی طرف بڑھا تو یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ سٹیفر کھڑکی کی طرف دیکھ کر بھونک رہا ہے۔ اجے نے گڑیا کی طرف دیکھا تو اس کے ذہن میں خیال آیا کہ شاید سٹیفر اس گڑیا کو بھونک رہا ہے اس نے گڑیا کو وہاں سے اٹھایا اور اسے سونو کے کمرے میں رکھ آیا اور پھر ٹی وی لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے لگا کچھ دیر کے بعد سٹیفر خاموش ہو گیا جیسے وہ گڑیا کو دیکھ کر ہی بھونک رہا تھا۔

پونے نو بجے تو اجے کو خیال آیا کہ اس نے مسٹر افتخار کو فون کرنا ہے لیکن پھر اس نے سوچا کہ اس وقت وہ تھکے ہوئے ہوں گے فون صبح کر لے گا۔

دس بجے کے قریب سب اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے پوری حویلی میں سناٹا چھا گیا لان میں تمام درخت اور پودے رات کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے ہر طرف رات کی اس دہشت ناک تاریکی کا راج تھا۔

اجے اپنے کمرے میں لیٹا سنالی کے قتل کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اسے لیٹے لیٹے اچانک سنالی کی کچھ باتیں یاد آ گئیں جس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سنالی کے فقرے اس کے ذہن میں گونجنے لگے۔ جن میں اس نے اپنے ساتھ ہونے والے چند پُراسرار واقعات کا ذکر کیا تھا۔ اجے کے ذہن میں وسوسے آنے لگے لیکن پھر اس نے اپنے ذہن کو جھٹکا دیا اور جدید انداز میں سوچنے لگا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اور اس کی کیفیت انتہائی مضطرب ہو گئی۔ وہ اپنے بستر سے اٹھ کر چہل قدمی کرنے لگا کلپنا بھی اپنے کمرے

میں لیٹی ہوئی تھی لیکن نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

سونو کے کمرے کی لائٹ بھی جلی ہوئی تھی وہ اپنے بیڈ پر بیٹھی ہوم ورک کر رہی تھی۔ سامنے لکڑی کی کارنس پر وہ گڑیا پڑی ہوئی تھی جسے اجے وہاں رکھ گیا تھا۔

سونو اپنے ہوم ورک میں مصروف تھی کہ ایک دم اس کا پین لکھنا بند ہو گیا "اوہ! یہ اس کو کیا ہو گیا؟" یہ کہہ کر سونو نے پین کو جھٹکا دیا تو سیاہی کی جگہ پورا بیڈ خون کے سرخ چھینٹوں سے بھر گیا سونو نے معصومیت سے پین کی طرف دیکھا۔

"اس میں تو کالی سیاہی تھی یہ سرخ سیاہی اس میں کہاں سے آ گئی؟"

ابھی یہ سوال اس کے معصوم ذہن میں ابھر رہا تھا کہ ایک دم الماری میں پڑی ہوئی گڑیا میں سے نسوانی آواز ابھری۔ "سونو آج تم مجھ سے نہیں کھیلو گی؟"

سونو جہاں بیٹھی تھی وہیں سن ہو کر رہ گئی۔ گڑیا کو اس طرح بولتا دیکھ کر وہ سراسیمہ ہو کر رہ گئی وہ تعجب خیز نظروں سے اس گڑیا کی طرف دیکھنے لگی "ت.......... ت.......... تم تو صرف ہنستی اور روتی تھی یہ آج باتیں کیسے کر رہی ہو؟"

پُراسرار گڑیا نے سونو کی بات سنی تو وہ اسی طرح سے ہنسنے لگی جس طرح سونو کی گڑیا ہنستی تھی۔

سونو کے چہرے سے حیرت کی تمام لکیریں غائب ہو گئیں اور وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "لگتا ہے بھیا نے تمہارے اندر کوئی نئی مشینری فٹ کر دی ہے تبھی تم اس طرح باتیں کر رہی ہو۔" یہ کہہ کر سونو اپنی جگہ سے اٹھی اور اس پُراسرار گڑیا کو الماری سے نکال کر اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھالیا۔

گڑیا سونو کے بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی چار سالہ جیتا جاگتا بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ جیسے اس ربڑ کی گڑیا میں کوئی بھیانک روح سما گئی ہو۔ اجے اور کلپنا اپنے اپنے کمروں میں لیٹے ہوئے تھے اور معصوم سونو اس پُراسرار گڑیا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اس بات سے بے خبر کہ اس پر کوئی افتاد گزرنے والی ہے۔

سونو نے انتہائی معصومیت سے اس گڑیا کی طرف دیکھا اور منہ ہی منہ میں کہنے

لگی..........

"پہلے تو ہنستی تھی اور پھر روتی تھی۔ اس نے مجھے رو کر تو دکھایا ہی نہیں۔"

یہ الفاظ ابھی سونو کے منہ ہی میں تھے کہ گڑیا اپنی مشینی آواز میں رونے لگی۔

گڑیا رو رہی تھی اور سونو اس کے رونے کی آواز سن کر ہنستی جا رہی تھی کہ ایک دم اس کی ہنسی بند ہو گئی۔ وہ لرز کر رہ گئی۔ اس گڑیا کی خوفناک آنکھوں سے خون کے آنسو بہہ رہے تھے۔

سونو سہم کے رہ گئی لیکن اس کا معصوم ذہن اس خوفناک حقیقت کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اس گڑیا کے چہرے کو چھوا تو اس کا ہاتھ گاڑھے خون کی چپچپاہٹ سے بھر گیا۔ اپنے ہاتھ کی طرف دیکھ کر سونو کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ "خ .... خ .... خون.........." اس کی زبان اٹک گئی۔ جس کے ساتھ ہی اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی۔ وہ چیخنے چلانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس کے منہ میں اس کی اپنی آواز نہ رہی۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس گڑیا کی طرف دیکھتے ہوئے پیچھے کی طرف سرکنے لگی اور پھر تیزی سے وہ بیڈ سے اترنے لگی لیکن اس سے پہلے کہ وہ بیڈ سے اترتی بھیانک گڑیا کے جسم میں زندگی پیدا ہو گئی۔ اس کا بازو آہستہ آہستہ لمبا ہونے لگا اور پھر اس کے ہاتھ نے بھاگتی سونو کی ٹانگ پکڑ لی۔ سونو یکدم لڑھک گئی اور چیخنے چلانے لگی۔ پورے کمرے میں عجیب عجیب قسم کی خوفناک آوازیں گونج رہی تھیں۔

پھر ایک دم ہی خونخوار گڑیا کے حلق سے خوفناک غرغراہٹ کی آواز ابھری۔ جس کے ساتھ ہی اس نے ایک شدید جھٹکے سے سونو کی ٹانگ کھینچی اور سونو کھنچ کر اس کے پاس آ گری۔

پھر گڑیا سونو کے سینے پہ سوار ہو گئی۔ سونو کے ہاتھ پیر تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ربڑ کی وہ گڑیا جس سے وہ کھیلا کرتی تھی ایک خوفناک بلے کا روپ دھار چکی تھی۔ سونو کی آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں اور اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آوازیں نکل رہی تھیں۔

اجے اور کلپنا نے سونو کی چیخیں سنیں تو وہ اپنے دل کو تھام کر سونے کے کمرے کی طرف دوڑے۔ اجے کلپنا سے پہلے اس کمرے میں پہنچا تو اس کا دل دہل گیا۔ اس کے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی۔ کلپنا تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوئی تو اجے نے تیزی سے اسے شانوں سے پکڑتے ہوئے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھ دیا۔ اجے نے کلپنا کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو کلپنا کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے تڑپتے ہوئے اجے کا ہاتھ پیچھے کیا اور تیزی سے آگے بڑھی۔ وہ جہاں کھڑی تھی وہیں منجمد ہو گئی۔ اس کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے۔ اس کی جان سے پیاری بیٹی سونو کی لاش خون میں لت پت بیڈ پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے پاس ہی وہ بھیانک گڑیا بیٹھی ہوئی تھی جو اب صرف ایک عام سی گڑیا تھی۔

☆======☆======☆

روحا اپنے کمرے میں بیٹھی اونچی اونچی آواز میں رو رہی تھی۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اسے اپنی بے بسی پر اپنی کمزوری پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنے والدین کو بھی یہ خوفناک حقیقت نہیں بتا سکتی تھی۔ وہ غصے اور بے چینی سے اپنا سر دیوار سے پٹخ رہی تھی کہ اسے اویس کا خیال آیا۔ وہ تیزی سے باہر نکلی اور فون کی طرف لپکی۔

روحا کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس نے بمشکل اویس کا نمبر ڈائل کیا لیکن جب اس نے فون پر اویس کی آواز سنی تو وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اتفاق سے شاکرہ کسی کام کے لئے اپنے کمرے سے باہر آئی۔ اس نے روحا کو اس طرح روتے دیکھا تو وہ دروازے کے عقب میں چھپ گئی۔ وہ خود بھی جاننا چاہتی تھی کہ روحا کو ایسی کیا پریشانی ہے جو وہ اتنی ڈیپریس رہتی ہے۔

روحا سسک سسک کر بول رہی تھی .... "اویس آج پھر میری آنکھوں نے ایک بھیانک منظر دیکھا ہے۔ اس خوفناک بلا نے ایک گڑیا کا روپ دھار کے معصوم سونو کو نگل لیا ہے۔ میں نے اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے یہ ہولناک منظر دیکھا ہے۔ اویس میں

اندر سے ٹوٹتی جا رہی ہوں۔ ہم اتنے بے بس اور کمزور کیوں ہیں۔ ہم اس خوفناک طوفان کو روک کیوں نہیں سکتے۔" روحا کی گلوگیر آواز میں بے بسی تھی۔

"روحا تم اپنے آپ کو سنبھالو میں کچھ کروں گا لیکن روحا! میری ایک بات تمہیں ہر صورت ماننی پڑے گی تم اپنی آنکھوں سے کتنا ہی ظلم دیکھ لو تم نے کسی سے کچھ نہیں کہنا۔ وہ ایک خوفناک مخلوق ہے اگر تم نے کسی سے کچھ کہہ دیا تو اس خوفناک مخلوق کو ڈھونڈنے کے لئے لوگ تمہیں استعمال کریں گے اور اس بات کا تو مجھے بھی یقین ہونے لگا ہے کہ اس خوفناک مخلوق سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔" کمپیوٹرائز ٹیلیفون سیٹ سے اویس کی آواز ابھر رہی تھی جسے شاکرہ بھی سن رہی تھی۔

"اویس! یہ احساس تو لاشعوری طور پر میرے ذہن میں بھی ٹھہر گیا ہے کہ میرا اس خوفناک سائے سے کوئی تعلق ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں ہے لیکن کوئی تو ایسا طریقہ ہو' ایسا شخص ہو جس کی مدد سے ہم لوگوں کو اس خوں آشام درندے سے بچا سکیں۔" روحا نے اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"روحا تم حوصلہ رکھو میں کہہ رہا ہوں نا کہ میں کچھ کروں گا۔ بس تم نے یہ بات کسی سے نہیں کہنی۔ میں اجے کے گھر جا رہا ہوں تم اپنا خیال رکھنا۔" یہ کہہ کر اویس نے ٹیلیفون بند کر دیا۔

گفتگو سن کر شاکرہ جیسے سن ہو گئی۔ سنسناہٹ اور خوف کی ایک لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ اویس اور روحا کی تعجب ناک باتوں نے اس کے دل و دماغ کو بھینچ کے رکھ دیا۔ خوفناک وسوسے اسے ڈرانے لگے۔ جن میں اسے روحا کا معصوم چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ "خدا کرے یہ سب باتیں غلط ہوں۔" شاکرہ نے اپنے آپ کو تسلی دی اور روحا سے چوری گاڑی نکال کر اجے کے گھر کی طرف چل دی۔

☆======☆======☆

اجے کے گھر قیامت خیز منظر تھا۔ سونو کی خون میں لت پت لاش بیڈ پر پڑی ہوئی تھی۔ کلپنا کو ہوش نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کلپنا کو انجکشن دیا اور اجے کو سمجھایا۔

"پریشانی کی بات نہیں ہے انہیں کچھ ہی دیر میں ہوش آجائے گا۔"

پھر ڈاکٹر نے سہمے ہوئے انداز سے سونو کی لاش کی طرف دیکھا.......... "پولیس کو اطلاع کر دی تھی نا۔"

"ہاں آتی ہو گی پولیس!" اجے نے گلوگیر آواز میں کہا۔

ڈاکٹر بھی اس خوفزدہ ماحول سے جلدی سے نکل گیا۔

اجے اکیلا اس کمرے میں سونو کی لاش کے پاس بیٹھا ہوا تھا کلپنا تو بے ہوش پڑی تھی۔ اس کو اپنا ہر سانس بوجھل محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ایک زندہ لاش کی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سونو کے پیروں کے قریب اپنے دونو بازو رکھے اور ان پر اپنا سر رکھ کے رونے لگا۔

وہ پُراسرار گڑیا سونو کی لاش کے قریب اسی طرح سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی دونوں ٹانگیں بیڈ پر پھیلی ہوئی تھیں اور بازو ہوا میں اکڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اجے نے اپنی سرخ آنکھوں سے سونو کی طرف دیکھا تو اس کی نظر اس گڑیا کے اکڑے ہوئے ہاتھوں پر پڑ گئی۔ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ خوف اور سنسناہٹ کی ایک سرد لہر سے وہ لرز کر رہ گیا۔ اس گڑیا کے دونوں ہاتھ خون میں رنگے ہوئے تھے۔ اجے بدحواس سا ہو گیا۔ وہ کبھی سونو کو دیکھتا اور کبھی گڑیا کو۔ اجے سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک گڑیا سونو کو قتل کر سکتی ہے لیکن اس خوفناک منظر نے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ماؤف کر کے رکھ دیا۔ اسے اس بے جان گڑیا سے عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا۔ پورے کمرے میں ایک عجیب سی دہشت چھا گئی تھی۔ اجے وہاں سے اٹھا اور سہمے سہمے انداز سے الٹے قدموں سے چلنے لگا۔ وہ سراسیمہ نگاہوں سے کمرے کی ہر چیز کو اس طرح دیکھ رہا تھا جس طرح اس کمرے کی ہر چیز کسی المناک ظلم کی رازدار ہے۔ ویران کمرے میں جہاں صرف دہشت اور درد کا راج تھا' گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز اجے کو یوں محسوس ہو رہی تھی جیسے وقت ان کا مذاق اڑا رہا ہے۔

اجے غصے اور جوش میں اس وال کلاک کی طرف بڑھا اور اسے زمین پر دے مارا۔

وال کلاک کرچی کرچی ہو کر زمین پر بکھر گیا۔ اجے شکستہ پتھر کی طرح اندر ہی اندر ریزہ ریزہ ہوتا جا رہا تھا۔

باہر پولیس کی گاڑیوں کے ہارن بجنے لگے۔ اجے یکدم نروس ہو گیا۔ پولیس انسپکٹر اور اس کی فورس کمرے میں داخل ہوئی۔ انہوں نے موقع کا جائزہ لیا اور سونو کے بیڈ کو ایک سفید لائن کھینچ کر احاطے میں لے لیا۔ اب سونو کی لاش پولیس کی حراست میں تھی۔ اسے کوئی چھو نہیں سکتا تھا۔

پولیس قتل کی تفتیش کر رہی تھی کہ اویس بھی وہاں پہنچ گیا۔ اجے نے اویس کو دیکھا تو وہ اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

اویس نے اپنی آنکھوں سے یہ بھیانک منظر دیکھا تو وہ سر تا پا کانپ کے رہ گیا۔ وہ اجے کو دلاسہ دینے کی بجائے خود پتھر کی طرح منجمد ہو گیا۔ اجے گلوگیر آواز میں اپنے گھر کے ساتھ ہونے والے ان المناک واقعات کی داستان سنا رہا تھا لیکن اویس کی نظریں معصوم سونو کے چہرے پر ہی ٹھہر سی گئیں۔ ایک دہشت اس کی رگوں میں سرایت کر گئی۔

اجے اویس کو اس پُراسرار گڑیا کے بارے میں بتانے لگا تو یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا کہ وہ پُراسرار گڑیا اپنی جگہ سے غائب تھی۔ اجے نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا لیکن اس گڑیا کو غائب دیکھ کر الفاظ اس کی زبان پر آنے سے پہلے ہی ختم ہو گئے اور وہ بے بسی میں بے ساختہ چیخنے لگا۔

"آخر وہ کون ہے جو ہمارے گھر کی خوشیوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ کون ہمیں ایک ایک کر کے اس طرح ختم کر رہا ہے۔"

اویس نے اجے کا سر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور اسے حوصلہ دینے لگا۔

"اجے تم خود کو سنبھالو.......... آج سے تم اور میں الگ نہیں.......... ہم دونوں مل کر اس خونخوار درندے کا پتہ لگائیں گے۔ جو اتنی بے رحمی سے معصوم انسانوں کو نگل رہا ہے۔ اس خوفناک مخلوق تک پہنچنے کے لئے اگر ہمیں جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔"

اویس جذبات کی شدت میں بول رہا تھا اور اجے تعجب سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اویس کیا کہہ رہا ہے۔

اتنے میں شاکرہ بھی اویس کے پیچھے اجے کے گھر پہنچ گئی۔ اس نے ایک گھنے درخت کے عقب میں اپنی گاڑی کھڑی کر دی۔ اجے کے گھر کے باہر پولیس کی گاڑیوں کی ایک قطار کھڑی تھی۔ جسے دیکھ کر شاکرہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہ روحا اور اویس کی باتیں سچ نہ ہوں۔ وہ اس کمرے میں داخل ہونے لگی جہاں سونو کی لاش پڑی تھی۔ اس کے قدم دروازے کی چوکھٹ پر ہی رک گئے۔ سونو کی خون میں لت پت لاش دروازے سے ہی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے بیڈ سے کچھ فاصلے پر ایک پولیس انسپکٹر اجے سے کچھ پوچھ گچھ کر رہا تھا اور اویس اجے کے ساتھ کھڑا تھا۔ اسی دوران میں کلپنا کو ہوش آ گیا۔ اجے اور اویس تیزی سے کلپنا کی طرف بڑھے۔

اس سارے منظر نے شاکرہ کا دل چیر کے رکھ دیا۔ وہ دل پر غم کا بوجھ اور ایک انجانی سی دہشت لئے وہاں سے چل دی۔ پورے راستے شاکرہ کا ذہن عجیب عجیب اندیشوں اور وسوسوں میں الجھا رہا۔ اس کے ذہن میں روحا اور اویس کی باتیں گونج رہی تھیں اور اب وہ ان باتوں کی عملی شکل سونو کی لاش کی صورت میں دیکھ کر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اس خوف اور دہشت سے بھیگ رہی تھیں کہ وہ بلا کتنی بھیانک ہو گی جو اتنے روپ دھار کے معصوم لوگوں کو اس طرح نگل رہی ہے لیکن اس بلا کا روحا کے ساتھ 'کیا تعلق' اس خوفناک خیال سے شاکرہ کے دماغ میں ایک بھونچال سا مچ گیا۔ اس کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔ ذہن کے اس تناؤ کی وجہ سے وہ گاڑی بھی صحیح نہیں چلا پا رہی تھی۔

شاکرہ گھر پہنچی اور صوفے پے ڈھیر ہو گئی۔ روحا نے شاکرہ کو دیکھا تو وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور تذبذب سے بولی۔

"آپ مجھے بغیر بتائے اچانک کہاں چلی گئی تھیں۔ جانتی ہیں کہ کیسے کیسے اندیشے میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ آپ کو کیا پتہ کہ میں کتنی ڈیپریس ہوں۔"

روحا پریشانی کی کیفیت میں اپنی خفگی کا اظہار کر رہی تھی اور شاکرہ مسلسل روحا کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ روحا کی آنکھوں میں اس دہشت کا عکس ڈھونڈ رہی تھی۔ جس نے روحا کی زندگی کو موت کے اندھیروں سے بے رنگ کر دیا ہے۔ پریشانی سے شاکرہ کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی سے وہ اسی کیفیت میں روحا کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک دم اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے روحا کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور پھر ایک دم اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

روحا شاکرہ کو اس عجیب کیفیت میں دیکھ کر اپنی خفگی بھول گئی اور شاکرہ کے آنسو پونچھنے لگی.......... "کیا ہوا امی! آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں.......... کیا بات ہے؟"

"روحا! میں تو سمجھتی تھی کہ تم اپنی ہر پریشانی مجھ سے شیئر کر لیتی ہو لیکن روحا تم اندر ہی اندر ٹوٹتی رہی۔ تمہاری معصوم زندگی خوف اور دہشت کی لپیٹ میں آ گئی اور تم مجھ سے چھپاتی رہی۔ میں نے تمہاری اور اویس کی گفتگو سنی تو اس خوفناک بات کو میرے دل نے قبول نہیں کیا۔ میں اجے کے گھر گئی تو اس بات کو میں نے بھیانک حقیقت کی شکل میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ روحا یہ بات مجھے ایک ناگ کی طرح ڈس رہی ہے کہ اس خوفناک مخلوق سے تمہارا تعلق کیا ہے کہ وہ جب بھی کسی نئے انسان کا شکار کرتی ہے تمہاری آنکھیں وہ خونخوار منظر دیکھنے لگتی ہیں۔ روحا' وہ خوفناک مخلوق کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے' تم میں تو ہم دونوں میاں بیوی کی جان پھنسی ہوئی ہے۔"

روحا نے اپنا سر شاکرہ کی گود میں رکھ لیا.......... "امی! آپ اس خوفناک حقیقت کو حوصلے سے قبول کر کے بس خدا سے دعا کریں کہ اگر اس نے ہمیں اس عجیب مقام پر لا کھڑا کیا ہے تو یہاں سے نکلنے کا ہمیں کوئی راستہ بھی بتا دے۔ امی سنالی اور سونو کے وحشیانہ قتل کو دیکھنے کے بعد میں نے خود میں حوصلہ پیدا کر لیا ہے۔ آپ میرے لئے پریشان مت ہوں۔ بس آپ نے اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کرنا۔ انشاء اللہ کوئی نہ کوئی

ایسی صورت ضرور مل جائے گی کہ لوگ اس خوں آشام درندے کی دستبرد سے محفوظ ہو جائیں گے۔

☆======☆======☆

گھنشیامی کو سونو کی اطلاع ملی تو اس کے گھر پہنچنے تک صبح کے چار بج گئے۔ گھنشیامی گھر پہنچا تو اس کا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ سونو کی لاش برف کی سلوں کے درمیان پڑی ہوئی تھی۔

گھنشیامی نے اپنی معصوم سونو کو اس حال میں دیکھا تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ اپنے آپ کو شیطانی طاقتوں کی وجہ سے بہت طاقتور سمجھتا تھا لیکن ایک پل میں ہی وقت نے اسے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ وہ سونو کی لاش کے پاس گھٹنوں کے بل گر گیا۔ اسے سونو سے بہت پیار تھا۔ یہ صدمہ اس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ وہ گھٹ گھٹ کے رو رہا تھا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ کلپنا اور اجے کو دلاسہ دے سکتا۔

اسے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ جن کے لئے اس نے اتنے لوگوں کا خون بہایا آج وہ ایک ایک کر کے اس سے جدا ہو رہے ہیں لیکن اس احساس سے اس کے اندر کسی اچھائی نے جنم نہیں لیا بلکہ اس کے اندر کی شیطانیت انتقام کی بدترین شکل اختیار کر گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں انگارے دہکنے لگے۔ سونو کے کریا کرم کے بعد گھنشیامی نے اجے اور کلپنا سے اپنے ساتھ حویلی جانے کے لئے کہا۔ اجے اور کلپنا کے ذہن سونو کی موت نے ماؤف کر دیئے تھے۔ انہیں اس گھر سے بھی دہشت آ رہی تھی۔ جہاں اتنی بے رحمی سے سونو کا قتل کیا گیا تھا۔ وہ دونوں غم سے شکستہ اور نڈھال تھے۔ انہوں نے گھنشیامی کی بات مان لی تھی۔

گھنشیامی کسی بھی صورت میں اپنی اس شیطانیت کا راز اجے اور کلپنا پر افشا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن جب اس نے اپنی اولاد کو اس طرح موت کے منہ میں دیکھا تو وہ سب کچھ بھول گیا۔ وہ اب اجے اور کلپنا کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اپنی طاغوتی اور شیطانی طاقتوں پر ناز تھا۔ وہ پرانی حویلی گھنشیامی کے کالے عملوں کی طلسم کدہ تھی۔ اس کے اسیر آسیب

اس پُراسرار حویلی کی ہواؤں میں موجزن تھے۔ گھنشیامی کے خیال میں اجے اور کلپنا اس حویلی میں اس خوفناک سائے سے محفوظ تھے لیکن گھنشیامی نہیں جانتا تھا کہ وہ خوفناک سایہ اتنی طاغوتی طاقتوں کا حامل ہے کہ گھنشیامی کے کالے عمل نہ تو اس پر اثر کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی موجودگی کا پتہ لگا سکتے ہیں۔

☆======☆======☆

ایک لمبے سفر کے بعد گھنشیامی اجے اور کلپنا کو لے کر حویلی پہنچا تو رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ رات کی سیاہ تاریکی نے اس ویران علاقے کو مزید پُراسرار بنا دیا تھا۔ خاردار جنگلی جھاڑیوں میں سے چھوٹے چھوٹے جنگلی جانوروں کی کانوں کو چبھنے والی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

ان کی گاڑی حویلی کے قریب رکی تو اجے اور کلپنا نے حیرت سے حویلی کی طرف دیکھا۔ حویلی کے باہر مشعلیں روشن تھیں۔ کلپنا نے سوال بھری نظروں سے گھنشیامی کی طرف دیکھا تو اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال کرتی، گھنشیامی نے فوراً کہا.......... "اس ویران علاقے میں دور دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ اس لئے یہاں بجلی کا نظام نہیں ہے۔"

اجے نے گھنشیامی سے کوئی سوال نہیں کیا لیکن وہ حیرت سے گھنشیامی کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا کہ وہ اتنی دور اس غیر آباد علاقے میں اکیلے کیوں رہتے ہیں۔

وہ سب حویلی کی طرف بڑھے۔ گھنشیامی نے حویلی کے بڑے دروازے کو ہاتھ سے ہلکا سا جھٹکا دیا تو دروازہ جھٹ سے کھل گیا۔ اجے نے تعجب سے گھنشیامی کی طرف دیکھا..........

"آپ نے حویلی کو تالا نہیں لگایا تھا؟"

"حویلی کو تالے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے پہرے دار بہت سخت ہیں۔" گھنشیامی نے کھردرے سے لہجے میں کہا۔

"پہریدار!" یہ کہہ کر اجے نے حویلی کے دروازے کی طرف دیکھا۔

گھنشیامی نے اجے کی طرف اس طرح دیکھا کہ جیسے وہ کہنا چاہتا ہو کہ سوال مت کرو۔ اجے گھنشیامی کی آنکھ کا اشارہ سمجھتے ہوئے خاموش ہو گیا۔

وہ تینوں حویلی میں داخل ہوئے۔ اجے اور کلپنا جوں جوں آگے بڑھتے جا رہے تھے ان کا تعجب بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ اجے کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آٹھ نو سو سال پیچھے چلا گیا ہے۔

مشعلوں اور موم بتیوں کی سرخ سرخ روشنی میں حویلی کی دیواروں پر نصب خوفناک مورتیاں ماحول کو مزید پُراسرار بنا رہی تھیں۔ گھنشیامی ایک وسیع کمرے میں داخل ہوا اور اجے اور کلپنا سے مخاطب ہوا.......... "تم لوگ اس کمرے میں ٹھہر جاؤ کچھ روز تک تمہیں میرے ساتھ اس حویلی میں گزارہ کرنا پڑے گا۔" یہ کہہ کر گھنشیامی کسی اور کمرے کی طرف چل دیا۔

اجے اور کلپنا اس کمرے میں پڑے ہوئے ایک پرانے طرز کے پلنگ پر بیٹھ گئے۔ اس کمرے کا فرنیچر بلکہ اس حویلی کی ہر چیز آٹھ نو سو سال پرانی تھی۔ جس کا ابھی تک کچھ نہیں بگڑا تھا۔ ہر چیز ویسی کی ویسی ہی تھی۔

کچھ دیر کے بعد گھنشیامی کھانے پینے کا کچھ سامان لے آیا اور وہ کھانے کی ٹرے گھنشیامی نے اجے اور کلپنا کے آگے رکھ دی۔ کھانا دیکھ کر کلپنا نے دوسری طرف منہ موڑ لیا اور پھر دوپٹے سے اپنا چہرہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

☆======☆======☆

سونو کی موت کو دو روز گزر گئے تھے لیکن اویس روحا سے نہیں ملا۔ پہلے وہ اس حادثے میں اجے کے ساتھ تھا اور پھر وہ اس ڈیپریشن ہی میں رہا کہ وہ روحا کو کیا بتائے گا لیکن ان بھیانک واقعات میں ایک وہی تھا جس نے ٹھان لی تھی کہ اسے ہر قدم پر روحا کا ساتھ دینا ہے۔ چاہے وہ قدم موت کی جانب کیوں نہ اٹھ رہے ہوں۔ اس نے اپنی گاڑی نکالی اور روحا کے گھر کی طرف چل دیا۔

اویس روحا کے گھر پہنچا تو چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ اویس نے اپنی گاڑی اندر

کھڑی کر لی اور اندر کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ وہ اندر کمروں میں گھومتا رہا۔ اسے شاکرہ اور روحا دکھائی نہیں دیں۔ کچھ سوچ کر وہ کچن کی طرف بڑھا تو شاکرہ کوکنگ کر رہی تھی۔ اس نے اویس کو دیکھا تو رومال سے ہاتھ صاف کر کے وہ کچن سے باہر آ گئی۔

"کیسے ہو اویس!"

"ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟" اویس نے پوچھا۔

"پتہ نہیں بیٹا ہماری عمر میں تو اپنی ہوش نہیں ہوتی۔ ہم تو اپنی اولاد کی خوشیوں کے سہارے جیتے ہیں اور روحا آج کل اتنی ڈیپریس رہنے لگی ہے کہ اس کی خاموشی سے پورے گھر میں سناٹا چھا گیا ہے۔" شاکرہ کے لہجے میں انتہائی پریشانی اور اداسی تھی۔

"اب کہاں ہے روحا؟" اویس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"باہر لان میں بیٹھی رہتی ہے۔ اس کے غم کو صرف تم ہی سمجھ سکتے ہو۔" یہ کہہ کر وہ دوبارہ کچن میں چلی گئی۔

اویس نے شاکرہ کی بات سنی تو اسے شک سا ہوا کہ کہیں شاکرہ کچھ جان تو نہیں گئی لیکن اس نے اس موضوع پر شاکرہ سے کوئی بات نہیں کی اور لان کی طرف چل دیا۔

روحا ایک گھنے درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی زمین پر لکیریں کھینچ رہی تھی۔ لان میں بکھرے ہوئے سوکھے پتوں پر اویس کے قدموں کی چاپ سن کر لرز سی گئی۔ اویس جلدی سے اس کے قریب بیٹھ گیا.......... "میں ہوں روحا! کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

روحا نے اویس کی طرف دیکھا اور پھر اپنا سر جھکا لیا.......... "مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ہر وقت یہی محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی کسی نہ کسی شکل میں میرے آس پاس موجود ہے۔"

"روحا! کوئی ہوائی چیز تمہارے آس پاس موجود نہیں ہے۔ یہ وہ خوف ہے جو بھیانک واقعات سے تمہارے دل میں بیٹھ گیا ہے۔ تم ان خوفناک پہلوؤں کو گہرائی سے سوچنا چھوڑ دو۔" اویس نے روحا کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن روحا نے اویس کی بات ان سنی کر دی اور سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی.......... وہ اس کی

نگاہوں میں سونو کے قتل کی وحشت ڈھونڈ رہی تھی۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں سرخی جھانکنے لگی۔ وہ غمگین سے انداز میں بولی..........

"سونو مرگئی ہے نا!"

اویس نے پریشان نظروں سے روحا کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی جنبش ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا روحا بلا تامل بولی.......... "مجھے کچھ مت بتانا اویس! میرے اندر اتنا حوصلہ نہیں ہے۔"

"میں تمہیں کچھ بتانا بھی نہیں چاہتا۔ بس اتنا بتا رہا ہوں کہ اجے اور کلپنا وہ گھر چھوڑ کر گھنشیامی کے ساتھ کہیں اور چلے گئے ہیں۔ روحا' جو کچھ ہوا اسے ایک بھیانک خواب سمجھ کے بھولنے کی کوشش کرو۔ تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ دوبارہ وہ خوفناک بلا کسی کا خون نہ کرے۔" اویس نے روحا کو خوف کے اس جال سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔

لیکن روحا کے ذہن میں تو وہ خوفناک مناظر نقش ہو چکے تھے' جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس نے نمی سے بھرپور آنکھوں سے اویس کی طرف دیکھا.........."اویس! تم میرا اتنا خیال نہ رکھا کرو۔ تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مجھے خوف سا رہنے لگا ہے۔ یہ اندر ہی اندر مجھے توڑتا جا رہا ہے۔"

"کون سا ڈر؟" اویس نے پوچھا۔

"اویس! جو خوفناک واقعات میرے ساتھ ہوئے ہیں تم نے ان میں بہت دلچسپی لی ہے اور اب بھی تم اس کھوج میں ہو کہ ایسی کون سی خوفناک مخلوق ہے جو معصوم انسانوں کو اس طرح نگل رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ بھیانک مخلوق کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔" روحا نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"روحا! موت کا تو ایک دن مقرر ہے۔ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا لیکن انسان جتنی زندگی جیئے حوصلے کے ساتھ جیئے۔ بس تم اپنا خیال رکھنا۔ اگر مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہو تو خود خوش رہا کرو۔ جب میں تمہیں اس طرح پریشان دیکھتا ہوں تو بہت اذیت محسوس کرتا

ہوں۔" اویس نے روحا کو سمجھایا۔

روحا نے مسکراتے ہوئے اویس کی طرف دیکھا.......... "میں کوشش کروں گی خود کو سنبھالنے کی۔"

"آنٹی بہت چپ چپ ہیں!" اویس نے روحا سے پوچھا۔

"امی بھی ہماری اس پریشانی میں شامل ہو گئی ہیں۔ انہوں نے فون پر اس روز والی باتیں سن لی ہیں۔ انہیں بھی دن رات اب میری فکر ہی پڑی رہتی ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ ڈیپریس ہیں۔ تم انہیں سمجھا کر جانا۔" روحا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ میرے خدایا! یہ تو بہت برا ہوا۔ کیا گزری ہو گی ان کے دل پر۔ وہ تو بہت دہشت زدہ ہوئی ہوں گی۔" اویس نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"ہاں وہ بہت خوفزدہ ہو گئی ہیں۔ تم ہی انہیں کچھ سمجھانا۔"

"چلو جلدی سے اندر چلو۔ میں آنٹی سے بات کرتا ہوں۔" اویس نے کہا اور وہ دونوں اندر کمرے میں چلے گئے۔

اویس نے شاکرہ کو حوصلہ دیا اور اسے یہ بات صرف اپنے تک محدود رکھنے کے لئے کہا۔

اویس دوسروں کو حوصلہ دے رہا تھا لیکن ان خوفناک واقعات پر وہ خود بہت پریشان تھا۔

☆======☆======☆

اجے زندگی کے دوسرے مقاصد سے بہت دور چلا گیا تھا۔ وہ ہر وقت اس فکر میں رہنے لگا کہ وہ کون ہے جس نے سونو اور ستالی کو اتنی بے رحمی سے قتل کیا۔ وہ جب بھی یہ بات سوچتا' سونو اور ستالی کی لاشیں اس کی آنکھوں کے سامنے آ جاتیں اور اس کا خون کھولنے لگا۔ یہ بات اسے ناگوار گزر رہی تھی کہ گھنشیامی اور وہ اس حویلی میں محصور ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ نہ صرف گھنشیامی کے اس عمل پر پریشان تھا بلکہ اس کے طور طریقوں سے بھی حیران تھا۔ گھنشیامی سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتا۔ دن میں تھوڑی دیر کے

لئے جب وہ باہر آتا تو اپنے کمرے کو تالا لگا دیتا۔

اجے کو تجسس تھا کہ آخر اس کمرے میں ایسا کیا ہے۔ جو وہ مجھے اور میری ماں کو دکھانا نہیں چاہتے۔ وہ سارا دن اندر کیا کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس موقع کے انتظار میں رہتا کہ گھنشیامی اِدھراُدھر ہو اور وہ جلدی سے اس کمرے میں داخل ہو جائے لیکن ایسا کوئی موقع اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

ایک روز وہ اسی شش و پنج میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ اس کی نظر اس کمرے کے ایک روشن دان پر پڑی جو کافی بڑے سائز کا تھا۔ گھنشیامی حویلی سے باہر گیا ہوا تھا اور اس کمرے کے دروازے پر قفل لگا ہوا تھا۔ اجے نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے وہ اس روشن دان تک پہنچ جائے لیکن اسے حویلی میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ایک رسی تلاش کی اور اس کے ایک سرے پر لوہے کا کنڈہ باندھ دیا اور پھر اس رسی کو اس روشندان کی طرف اچھالا۔ وہ لوہے کا کنڈا روشن دان میں اٹک گیا۔ اجے نے ارد گرد دیکھا اور اس رسی کی مدد سے اس روشن دان کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ برقی سرعت سے روشن دان تک پہنچ گیا اور پھر روشن دان سے اس کمرے میں چھلانگ لگا دی۔

اجے نے وہ کمرہ دیکھا تو حیرت اور سنسنی کے شدید جھٹکے نے اس کے دل و دماغ کو منجمد کر دیا۔ وہ کمرہ، کمرہ نہیں ایک طلسم کدہ تھا۔ وہ جوں جوں کمرے کی ہولناک چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے دماغ کی رگیں سکڑتی جا رہی تھیں۔ وہ کبھی ناگ کے اس خوفناک مجسمے کی طرف دیکھتا جس کی کنڈلی میں آگ دہک رہی تھی اور کبھی ان دیئوں کی طرف دیکھتا جو خون سے لبالب بھرے ہوئے تھے۔ دیئے عجیب انداز میں جل رہے تھے۔ ان کی آگ کئی رنگ بدل رہی تھی۔ اجے ان بھیانک چیزوں سے اپنی نظریں ہٹاتا تو اس کی نظر کسی نہ کسی پُراسرار چیز پر رک جاتی۔ وہ سراسیمہ ہو کر رہ جاتا۔ اس کمرے کی کچھ چیزیں ایسی تھیں جیسے انہیں انسانی ہڈیوں سے بنایا گیا ہو۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر طرف اجل اپنی بانہیں پھیلائے بیٹھی ہوئی ہو۔ اس کمرے میں زندگی کا احساس نہیں تھا۔ اجے کا

دم گھٹ رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے وہ اس کمرے سے نکل جائے۔ وہ تیزی سے اس کمرے میں نظر دوڑانے لگا۔ پھر اسے ایک سٹول نظر آیا۔ اس نے جلدی سے اس سٹول کو دیوار کے ساتھ جوڑا۔ وہ دیوار پتھروں سے بنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کی سطح ابھری ہوئی تھی۔ اجے سٹول پر چڑھا اور اس دیوار پر چھپکلی کی طرح چڑھتا ہوا روشن دان تک پہنچ گیا اور باہر لٹکی ہوئی رسی سے نیچے اتر گیا۔

کمرے کو دیکھ کر اجے کا ذہن الجھ کر رہ گیا۔ عجیب عجیب سوال اس کے ذہن میں ابھرنے لگے۔ وہ جتنا سوچتا اس کا ذہن اتنا ہی الجھتا جاتا۔ آخر وہ اسی تذبذب کی کیفیت میں کلپنا کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ کلپنا سوئی ہوئی تھی۔ اجے کے لئے اس کے باپ کی شخصیت پُراسرار ہو گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد گھنشیامی باہر سے آیا اور کمرے کا تالا کھول کے اندر چلا گیا۔ اجے کے دل میں آیا کہ وہ گھنشیامی سے اس کی حقیقت پوچھ لے لیکن پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ گھنشیامی کسی بھی انداز میں اس سے اصل حقیقت چھپا لے گا اور اپنے عمل میں محتاط ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود گھنشیامی میں اس کا اصل روپ ڈھونڈ لے گا۔

گھنشیامی نے اتنے سال اپنے خوفناک روپ کو گھر والوں سے چھپا کے رکھا لیکن سونو اور سنالی کی موت نے اسے جنون کی ایسی کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا وہ خوفناک عملیات کے ذریعے آسیبوں اور شیطانی مخلوقات کی دنیا میں ایک خوفناک سائے کو ڈھونڈ رہا تھا۔ مگر اس کا بڑے سے بڑا عمل بھی اس تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ اس احساس شکست نے اس کی شیطانیت کو اور بڑھا دیا تھا۔

کلپنا ان بڑے بڑے حادثات کا شکار ہونے کے بعد اب پہلے جیسی صحت مند نہیں رہی تھی۔ اس لئے اجے اس سے گھنشیامی کے متعلق کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ خوفناک واقعات دیکھنے کے بعد گھنشیامی کا یہ پُراسرار روپ دیکھ کر حیرت کے سمندر میں وہ اکیلا ہی غوطے کھا رہا تھا۔ اسی پریشانی میں تین چار دن گزر گئے۔ ایک روز وہ گہری سوچ میں گم صم بیٹھا ہوا تھا کہ گھنشیامی ایک بڑا سا لفافہ لے کر اپنے کمرے میں داخل ہوا اور تیزی سے اپنا

دروازہ بند کر لیا۔ اس روز گھنشیامی کے چہرے پر عجیب سی بے چینی تھی۔ اس روز وہ کھانے کے لئے بھی اپنے کمرے سے باہر نہیں آیا تھا۔

اجے کو یہ دیکھ کر سخت بے چینی لگ گئی۔ وہ تشنگی کی کیفیت میں اس کمرے کے آگے چہل قدمی کرنے لگا۔ وہ کچھ دیر تک اس طرح پھرتا رہا اور پھر اندر کمرے میں کلپنا کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔

کلپنا نے اس کے چہرے پر پریشانی کا تاثر دیکھا تو وہ اس کے بالوں میں ملامت سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

"کیا بات ہے اجے کیا سوچ رہے ہو تم' مجھے تو سارا دن سمجھاتے ہو اور خود حالات سے گھبرا رہے ہو۔"

اجے نے بہت پیار سے کلپنا کی طرف دیکھا.......... "نہیں ماں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس ویسے ہی خاموش رہنے کو دل چاہ رہا تھا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" یہ کہہ کر اجے کلپنا کے پاس سے اٹھ گیا۔ وہ کلپنا کے پریشان ذہن کو گھنشیامی کے مسئلے میں الجھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ غسل خانے میں نہانے کے لئے چلا گیا۔

☆======☆======☆

شام کا وقت تھا' سورج اپنی تمام تمازت سمیٹ کے غروب ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ شام کی یہ دھیمی دھیمی روشنی گھمبیر اندھیرے میں بدلنے لگی اور پھر وقت کے گزرتے لمحوں کے ساتھ ساتھ یہ اندھیرا رات کی سیاہ تارکی میں بدل گیا۔ یہ رات وہی اماوس کی رات تھی جس کا گھنشیامی کو شدت سے انتظار تھا۔

گھنشیامی ناگ کے مجسمہ کے سامنے آسن جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ مجسمے کی کنڈلی میں آگ سلگ رہی تھی۔ شیطانی قوتوں سے اس کا یہ وعدہ تھا کہ وہ اس خوفناک مخلوق کا کوئی نہ کوئی پتہ اس رات کو لازمی بتائیں گی۔ گھنشیامی نے اپنے دونوں ہاتھ آپس میں جوڑے اور ناگ کے آگے سے اٹھ کر تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ جہاں وہ طلسمی ہانڈی پڑی تھی' جس کے اوپر اس نے عمل کرنا تھا۔ وہ ہانڈی پانی سے لبالب بھری ہوئی تھی۔

رات کی سیاہی نے اس پہاڑی سلسلے کو خوفناک بنا دیا تھا۔ حویلی کے گرد پھیلے ہوئے بڑے بڑے پہاڑ اس طرح لگ رہے تھے جیسے کئی دہشت ناک دیو رات کی اس تارکی میں سر جھکائے بیٹھے ہیں۔

گھنشیامی نے اپنے دونوں ہاتھ ہانڈی کے اوپر اکڑا لئے۔ اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھنے لگا۔

☆======☆======☆

اجے غسل کرنے کے بعد اپنے بالوں کو خشک کر رہا تھا۔ وہ اپنے بالوں میں تولیہ پھیرتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔ وہ مسلسل گھنشیامی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے شدید بے چینی تھی کہ گھنشیامی اس پُراسرار کمرے میں کیا کر رہا ہے لیکن کوئی ایسا طریقہ نہیں تھا' جس سے وہ اندر کمرے کے حالات جان سکے۔ سوچ کی اس رو میں اسے خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ حویلی میں اپنے اور گھنشیامی کے کمرے سے بہت دور چلا گیا۔

خوفناک واقعات اور گھنشیامی کے پُراسرار روپ نے اس کے ذہن کو الجھا کے رکھ دیا تھا۔ اس کے ذہن کو کوئی ایسا راستہ ہی نہیں مل رہا تھا جس سے وہ ان خوفناک واقعات کی حقیقت تک پہنچ سکے۔ پھر ایک دم اس کے ذہن میں اس گڑیا کے تصور نے بھونچال سا مچا دیا۔ جس کے ہاتھ سونو کے خون میں رنگے ہوئے تھے۔ وہ اس جاں گسل خیال میں گم تھا کہ ایک دم کسی کے قدموں کی آہٹ سے وہ چونک گیا' اس نے جھرجھری لی۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کے ارد گرد' دور تک کسی کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔ دور تک ایک خوفناک سناٹا تھا۔ اجے کو خوف محسوس ہوا۔ وہ وہاں سے جانے لگا کہ ایک دم قدموں کی آہٹ دوبارہ سنائی دینے لگی۔ اس بار وہ آواز اس کے کانوں کے بہت قریب تھی۔ اجے ٹھٹک کے رہ گیا لیکن اس آواز کی نوعیت بالکل ایسی تھی جیسے چھوٹی سی بچی کے چھوٹے چھوٹے بوٹوں کی آواز.......... سناٹے میں ٹک ٹک کی یہ آواز اس طرح گونج رہی تھی کہ اجے کو اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ آواز کس سمت سے آ رہی ہے۔ وہ

گھومتے ہوئے ارد گرد دیکھنے لگا کہ ایک دم اسے پیچھے سے آواز آئی۔

"اجے بھیا!"

اجے لرز کر رہ گیا۔ کیونکہ یہ سونو کی آواز تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑا تو اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔ سونو اس کی آنکھوں کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے اپنے بازوؤں کی گرفت میں اس گڑیا کو لے رکھا تھا' جو اس کی موت کے وقت اس کے پاس تھی۔ جیتی جاگتی سونو کو دیکھ کر اجے کی آنکھیں جذباتیت سے تر ہو گئیں اس کا دل پھٹنے لگا۔ وہ اپنی سرخ نگاہوں میں سونو کے چہرے کو جذب کرنے لگا۔

"سونو! تم زندہ ہو.......... ت.......... ت .... تم میری سونو ہی ہو نا۔ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔" اجے نے اپنے بازو کی چٹکی لی لیکن یہ خواب نہیں تھا۔

"بھیا! یقین نہیں آتا تو مجھے چھو کر دیکھ لو۔" سونو' انتہائی معصومیت سے بولی۔

اجے اپنے حواس میں نہیں تھا۔ وہ تیزی سے سونو کی طرف بڑھا تو سونو نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ اجے نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ جیسے پاگل ہو گیا۔ خوشی سے اس کی آنکھیں برسنے لگیں .... "تم ہمیں چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھی؟" اجے خود فریبی میں اس بھیانک واقعے کو بھی بھول گیا۔ سونو نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا اور اس کے قدم زمین سے اوپر اٹھ گئے۔ وہ ہوا میں معلق ہو گئی۔ پھر الٹے رخ میں ہوا میں اڑتے ہوئے وہ حویلی کے دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔

سونو کو اس طرح دیکھ کر اجے اپنے حواس کھو بیٹھا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح سونو کے پیچھے بھاگنے لگا۔ سونو اپنے دونوں بازو اجے کی طرف پھیلائے الٹے رخ میں اڑ رہی تھی اور اجے اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگ رہا تھا۔

ادھر گھنشیام اپنے کمرے میں اپنے عمل میں مصروف تھا۔ ایک مشکل اور خوفناک عمل کے بعد پورے کمرے میں شیطانی قوتوں کی خوفناک آوازیں گونجنے لگیں۔ ان آوازوں میں سے ایک نہایت بھدی اور دہشت ناک آواز ابھری.......... "اس طاقت

تک ہم نہیں پہنچ سکتے لیکن اس رات ہمارا عمل ایک چہرے پر جا کے رک گیا ہے۔ وہ چہرہ کچھ دیر کے بعد اس پانی سے بھری ہانڈی میں دکھائی دے گا۔" اس دہشت ناک آواز کے ختم ہوتے ہی دوسری خوفناک آوازیں بھی ختم ہو گئیں اور پورے کمرے میں سکوت چھا گیا۔

☆======☆======☆

سونو ہوا میں معلق اجے کی طرف بانہیں پھیلائے حویلی کے بڑے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ بڑے دروازے کے قریب پہنچی تو وہ دروازہ جو باہر کھلتا تھا یکدم کھل گیا۔ سونو ہوا میں پرواز کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اجے اس کے پیچھے بھاگتا ہوا حویلی سے باہر آ گیا۔ جونہی اجے حویلی سے باہر آیا سونو اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ تذبذب کی حالت میں چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا لیکن سونو اسے دور دور تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ زمین کا ایک بہت بڑا حصہ خاردار جھاڑیوں پر مشتمل تھا۔ اجے بہن کی محبت میں ان خاردار جھاڑیوں میں گھس گیا اور انہیں چیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اس کے بازو زخمی ہو گئے لیکن اسے اپنی ہوش نہیں تھی۔ وہ ان خاردار جھاڑیوں کے آخری حصے میں پہنچا تو اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

سونو اس گڑیا کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ اجے دیوانہ وار سونو کی طرف بڑھنے لگا کہ ایک دم سونو عجیب سے انداز سے ہنسنے لگی اور پھر اس کے ہنسنے کا انداز خوفناک ہوتا چلا گیا۔ اجے اپنی جگہ پر ہی ٹھٹک گیا۔

"س.......... س.......... سو.......... سونو تم.........." الفاظ اجے کی زبان پر ہی ختم ہو گئے۔ آگ کی سرخ روشنی نے پورے ماحول کو پُراسرار بنا رکھا تھا۔ ہر طرف ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک سونو اس بھیانک انداز میں ہنستی رہی اور پھر اس کے چہرے پر عجیب سی بیگانگی آ گئی۔

اجے سراسیمہ آنکھوں سے سونو کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا کہ چند ساعتوں میں اجے کی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی کہ اس کا سانس

اکھڑنے لگا۔

سونو ایک خوفناک بلا کا روپ دھار گئی تھی۔ اس کی کھال کسی گرگٹ کی مانند ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے لپکنے لگے اور دانتوں سے خون رسنے لگا۔ اس کے ہاتھ اور پیر خوفناک پنجوں میں تبدیل ہو گئے اور پھر اس کا قد دس فٹ تک اونچا ہو گیا۔

دہشت نے اجے کو منجمد کر دیا۔ وہ اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس خوفناک بلا کا بدلتا ہوا روپ دیکھ رہا تھا۔

☆======☆======☆

ادھر گھنشیام کی طلسماتی ہانڈی کا پانی اپنا رنگ بدلنے لگا۔ پانی کا رنگ پہلے نیلا ہوا' پھر سبز اور پھر ایک دم سرخ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس سرخ رنگ میں کسی کے چہرے کا رنگ ابھرنے لگا اور چند ہی ساعتوں میں اس سرخ پانی میں روحا کا چہرہ جھانکنے لگا۔

جونہی روحا کا چہرہ گھنشیام کے سامنے آیا وہ خوفناک بلا جو اجے کی موت بن کر اس کی طرف بڑھ رہی تھی ایک ہی ساعت میں سیاہ راکھ کے بھنور میں تبدیل ہو کر ہوا میں تحلیل ہو گئی۔

اجے اپنی جگہ پر بے جان بت کی طرح کھڑا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ موت کے منہ میں سے باہر آ گیا ہے۔ خوف اور دہشت سے وہ اپنے حواس ہی کھو بیٹھا تھا۔ خوفناک بلا راکھ کے بھنور کی شکل میں غائب ہو چکی تھی لیکن اس بلا کا خوفناک چہرہ اجے کی نگاہوں میں نقش ہو چکا تھا۔ اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں کسی ایک جگہ مرکوز ہو کے وہی خوفناک منظر دیکھ رہی تھیں۔ اس کے ذہنی تناؤ سے اس کا پورا وجود اکڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس کا ذہن اپنی نارمل حالت میں آ گیا۔ وہ سہمی سہمی نگاہوں سے ارد گرد دیکھنے لگا۔ ہر طرف ایک خوفناک سناٹا تھا۔ اجے نے پہلے آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا حویلی میں داخل ہو گیا اور لمبے لمبے سانس لے کر اپنے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کو قابو کرنے لگا۔

اس کے ذہن میں سارا منظر گھوم رہا تھا کہ کس طرح وہ خوفناک بلا سونو کا روپ

دھار کر اس کے قریب آئی تھی۔ پھر کس طرح وہ ایک بھیانک روپ میں بدل گئی۔ یہ خوفناک منظر ایک پل کے لئے بھی اجے کی آنکھوں سے غائب نہیں رہا تھا۔ اسے کچھ نہیں سوجھا تو تیزی سے گھنشیام کے کمرے کی طرف لپکا اور اس کا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹانے لگا۔ گھنشیام نے گھبرا کر دروازہ کھولا لیکن جب اس نے اجے کا چہرہ دیکھا تو وہ مزید گھبرا گیا۔ اجے کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ اس کی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سلگ رہی تھیں۔

"کیا ہوا ہے تمہیں .... اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟"

"پتا جی! آج آپ کا بیٹا موت کے بالکل قریب چلا گیا تھا۔ ایک عجیب مخلوق سونو کی شکل میں میرے قریب آئی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ حویلی سے باہر لے گئی اور پھر وہ اپنے اصل روپ میں آ کر میری طرف بڑھنے لگی تھی۔ پتا جی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں بتا سکوں کہ وہ بلا کتنی خوفناک تھی' یہ میرا دل جانتا ہے جو ابھی تک تیزی سے دھڑک رہا ہے۔ یہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ اچانک اس کا وجود ایک خوفناک آواز کے ساتھ سیاہ راکھ کے بھنور میں بدل گیا اور پھر وہ بھنور دیکھتے ہی دیکھتے میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔" اجے کا گھبراہٹ سے دم نکلے جا رہا تھا لیکن گھنشیام کے چہرے پر کسی خوف اور گھبراہٹ کے کوئی تاثرات نہیں تھے۔ اجے نے اس کے چہرے کے تاثرات پر غور کیا تو وہ تعجب سے بولا۔"میں آپ کو اتنا عجیب واقعہ بتا رہا ہوں اور آپ کو کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا۔"

"تم اس خوفناک واقعہ سے اس قدر پریشان ہو لیکن آج جو بھیانک حقیقت میں تمہیں بتاؤں گا' تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میرے ساتھ اندر آؤ۔" گھنشیام نے دھیمے دھیمے لہجے میں کہا۔

اجے گھنشیام کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

گھنشیام نے اجے کی طرف دیکھا۔"اجے میں جو کچھ تمہیں بتانے لگا ہوں' تم نے

بس وہی کچھ جاننا ہے' میرے کمرے کی پُراسرار چیزوں کے متعلق اور میری ذات کے متعلق کوئی سوال نہیں کرنا۔"

"جب آپ مجھے اس قابل ہی نہیں سمجھتے تو میں کیوں پوچھوں گا؟" اجے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس بات کو چھوڑو۔ جو بات میں کرنے لگا ہوں' اسے پورے حوصلے سے سننا۔" یہ کہہ کر گھنشیام نے وہ بات شروع کی۔

"سنالی اور سونو کا قتل کسی انسان یا درندے نے نہیں کیا۔ ان کی قاتل شیطانی' آسیبی اور طاغوتی قوتوں کی مالک ہے۔ میں نے کئی عمل کئے لیکن اس خوفناک طاقت تک میرا کوئی بھی عمل نہیں پہنچ پایا۔ اس کی طاقتوں کے آگے میری طاقت اور میرے عمل ناکام رہے ہیں لیکن آج اماوس کی رات میں نے ایک چہرہ دیکھا ہے جس کا اس خوفناک بلا سے کوئی نہ کوئی تعلق ہے۔ وہ اس بارے میں کچھ جانتی ہے اسی لئے اس خوفناک مخلوق کی کھوج میں کیا ہوا عمل اس لڑکی کے چہرے پر ختم ہو گیا۔"

"کون ہے وہ لڑکی؟" اجے نے بے چینی سے کہا۔

"وہ لڑکی روحا ہے۔" گھنشیام نے گرجتے ہوئے کہا۔

"ک.......... ک.......... کیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" حیرت سے اجے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ان پُراسرار چیزوں کو تم نہیں سمجھ سکتے۔ تم بس یہ جان لو کہ جو بھیانک چیز سونو کی شکل میں تمہارے قریب آئی تھی وہی خوفناک مخلوق تھی لیکن میرے عمل سے جونہی پانی میں روحا کا چہرہ جھانکا' وہ خوفناک بلا غائب ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خوفناک بلا ہمارے پورے خاندان کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔ تم اور کلپنا اس وقت تک میرے پاس اس حویلی میں رہو گے جب تک اس خوفناک بلا کا میں خاتمہ نہیں کر دیتا۔"

گھنشیام کی یہ خوفناک باتیں سن کر اجے جہاں بیٹھا تھا' وہیں منجمد ہو گیا۔ خوف اور حیرت سے اس کا چہرہ تپنے لگا۔

وہ سراسیمہ نگاہوں سے گھنشیام کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ یہ خوفناک حقیقت جان کر اس کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی۔ اسے کچھ نہ سوجھا اور خاموشی سے وہاں سے اٹھ گیا لیکن جب وہ کمرے سے باہر جانے لگا تو اس نے پلٹ کر گھنشیام کی طرف دیکھا۔ "آپ ماتاجی کو جب تک مرضی اپنے پاس رکھیں' لیکن میں بزدلوں کی طرح اس طرح قید نہیں رہ سکتا۔" اجے یہ سب اس لئے کہہ رہا تھا کہ وہ روحا کے پاس جانا چاہتا تھا۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گے۔" گھنشیام نے غصے سے کہا۔

"پتا جی! صرف دو دن کے لئے۔ پھر دوبارہ یہاں آجاؤں گا۔"

اجے نے فوراً اپنی بات بدلتے ہوئے انتہائی پیار سے کہا۔

"ٹھیک ہے' اگر جانا ہی چاہتے ہو تو چار روز کے بعد جانا' وہ بھی صرف دو دن کے لئے۔" یہ کہہ کر گھنشیام ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اجے نے اثبات میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆======☆======☆

شاکرہ پیروں فقیروں سے روحا کے لئے طرح طرح کے ٹونے اور تعویذ حاصل کرنے لگی۔ روحا بہت کم گو ہو گئی تھی۔ شاکرہ نے افتخار کو روحا کے متعلق اس حوالے سے کچھ نہیں بتایا تھا کہ وہ کس خوفناک مسئلے کا شکار ہے۔ شاکرہ جان بوجھ کر خوشی کے ایسے مواقع پیدا کرتی رہی کہ روحا کا ذہن کافی حد تک بٹ جاتا۔ کبھی آؤٹنگ کا پروگرام بناتی اور کبھی اس کی سہیلیوں کی پارٹی کر دیتی۔ وہ چاہتی تھی کہ روحا اپنی پہلے والی زندگی میں واپس آجائے لیکن روحا بہت بدل چکی تھی۔ خوف اور دہشت کی ایک حد کے بعد اس میں اتنی جرأت اور بہادری آچکی تھی کہ وہ آدھی آدھی رات تک لان میں اکیلی بیٹھی رہتی۔ اسے اپنی جان عزیز نہیں تھی۔ اگر وہ ڈرتی تھی تو اپنے والدین اور اولیس کے لئے کہ وہ خوفناک مخلوق کہیں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ اس کے اندر یہ جنون پلنے لگا تھا کہ ایک بار وہ خوفناک بلا اس کی آنکھوں کے سامنے آجائے یعنی اس کے سامنے آجائے اور

وہ اس سے پوچھے کہ اتنے معصوم لوگوں کا خون پی کر اسے کیا مل رہا ہے۔

رات کے دس بجے ہوئے تھے' روحا بڑی سی شال اوڑھے لان میں ٹہل رہی تھی۔ وہ لاکھ اپنے ذہن کو دوسری طرف مبذول کرتی مگر خاموشی اور سناٹے میں اس کے ذہن میں ان خوفناک واقعات کی فلم چل پڑتی اور پھر آہستہ آہستہ وہ ان خوفناک واقعات میں اس طرح کھو جاتی کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو سر پر رکھ کے چیخ چیخ کر خود کو اس حقیقی دنیا میں اپنی موجودگی کا احساس دلاتی۔

☆======☆======☆

رات کے اسی پہر اُدھر گھنشیامی اپنے کمرے میں آسن جمائے بیٹھا تھا۔ رات کے سوا دس بجے ہوئے تھے۔ گھنشیامی اپنے دونوں بازو اپنے گھٹنوں پر اکڑائے ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ عمل اتنا سخت تھا کہ اس کی آنکھوں کے پپوٹے کانپ رہے تھے۔ ہاتھوں میں ایک عجیب سی لرزش تھی۔ کچھ دیر کے بعد کمرے میں ایک عجیب سی غرغراہٹ کی آواز ابھری۔ گھنشیامی نے اپنی آنکھیں کھول لیں اور سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔ سامنے بظاہر کوئی نہیں تھا لیکن اس کمرے میں کسی خوفناک آسیب کی آمد ہو چکی تھی۔

گھنشیامی نے ہوا میں نظریں گھمانا شروع کیں اور کرج دار آواز میں بولا۔

"مجھے روحا چاہئے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہو' اسے لے آؤ لیکن احتیاط سے۔ مجھے وہ زندہ چاہئے۔" یہ کہہ کر گھنشیامی نے آنکھیں بند کرلیں۔

☆======☆======☆

اگلے روز صبح کے دس بجے روحا کی سہیلی کا فون آیا کہ شام کے پانچ بجے اس کی سالگرہ ہے۔ اس نے روحا کو مدعو کیا۔ روحا نے آنے کا وعدہ کر کے فون بند کر دیا۔

شام کے چار بجے تو روحا نے نہایت خوبصورت لباس زیب تن کیا اور جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ اس نے بہت خوبصورت فراک پہن رکھی تھی جس پر اس کے ریشم جیسے لمبے لمبے بال بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

شاکرہ نے روحا کو اس طرح خوشگوار موڈ میں دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک آ گئی۔

روحا مسکراتے ہوئے شاکرہ کی طرف بڑھی۔"امی جان! میں پوری کوشش کروں گی جلدی آنے کی لیکن پارٹی میں مجھے آٹھ نو تو بج ہی جائیں گے۔ آپ پریشان نہ ہونا۔"

"بیٹی میں تمہیں اتنے عرصے کے بعد اکیلا بھیج رہی ہوں۔ دیکھو! اپنا خیال رکھنا۔ کوئی ایسی ویسی بات محسوس کرو تو .... اللہ نہ کرے۔ میں تو تمہیں خدا کے سہارے بھیج رہی ہوں۔ بس اپنا خیال رکھنا۔ کہیں گاڑی نہ روکنا۔ سیدھی اپنی سہیلی کے گھر جانا۔ ہاں واپسی میں رات ہو جائے گی۔ تمہارے ڈیڈی تمہیں پک کر لیں گے۔" شاکرہ نے روحا کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے امی! جیسی آپ کی مرضی۔ جس طرح آپ کی تسلی ہوتی ہے' آپ کر لیں' میں ڈیڈی کا انتظار کروں گی۔" یہ کہہ کر روحا نے گاڑی کی چابی لی اور گاڑی سٹارٹ کر کے چل دی۔

روحا کی سہیلی کا گھر شہری آبادی سے کافی دور تھا۔ روحا پوری توجہ کے ساتھ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ ایک طویل سفر کے بعد وہ ٹریفک کے ہجوم سے باہر نکل گئی۔ اس کی گاڑی ایک ایسے علاقے میں داخل ہو گئی جہاں آبادی بہت کم تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف سنگتروں کے باغات تھے۔ یہ جگہ بہت پُر سکون تھی۔ روحا کو اس علاقے میں ایک ذہنی سکون سا ملا۔ اس نے اپنی گاڑی کی رفتار سست کر لی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ یہ علاقہ جلدی ختم نہ ہو۔ علاقے کی خاموشی اور خوبصورتی روحا کے دل و دماغ کو سہلا رہی تھی۔

روحا کی گاڑی بہت سست رفتاری سے اس علاقے سے گزر رہی تھی۔ روحا سڑک کے اطراف کے خوبصورت مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ آج بہت عرصے کے بعد روحا کائنات کے ان خوبصورت مناظر کی طرف متوجہ ہو رہی تھی۔ اس ویران سڑ ـ ۔ نظر کوئی جانور تک نہ تھا۔

اس سنسان سڑک پر بس روحا ہی کی گاڑی تھی۔ روحانے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ سڑک کے اطراف پر لگے خوبصورت درختوں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک دو ساعت کے بعد اس نے سامنے کی طرف دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ اس کی گاڑی سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دراز قد کا آدمی اپنا سر اپنے گھٹنوں میں دیئے سڑک کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا۔ روحا نے تیزی سے بریک لگائی تو گاڑی ایک شدید جھٹکے کے ساتھ اس کے اتنے قریب جاکر رکی کہ روحانے اپنی آنکھیں بند کرلیں کہ کہیں اس کی گاڑی نے اس کو کچل نہ دیا ہو لیکن جب اس نے ونڈ سکرین سے سامنے کی طرف جھانکا تو وہ آدمی اسی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا۔ روحا جلدی سے گاڑی سے باہر نکلی اور ترش روئی سے بولی۔

"یہ جگہ ہے بیٹھنے کی۔ مرنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

آدمی نے اپنا سر تھوڑا سا اوپر کیا تو روحا کو اس کی آنکھوں تک کا حصہ دکھائی دیا۔ اس کی آنکھیں بہت خوفناک تھیں۔ اس کی بھنویں بہت گھنی تھیں اور آنکھوں میں جیسے انگارے دہک رہے تھے۔ روحا کو اس سے ایک انجانا سا خوف محسوس ہوا۔ وہ خاموش سی ہو گئی۔

خوفناک آدمی نے روحا کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے سر نیچے کیا اور شال سے اپنے چہرے کو چھپا کر روحا کے سامنے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی خوفناک آنکھیں روحا کے چہرے پر گاڑ دیں۔ اس پُراسرار آدمی کی آنکھوں میں ایک ایسی دہشت تھی کہ روحا کے پورے وجود میں کپکپاہٹ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ خوف سے پیچھے کی طرف سرک گئی۔ اس سے پہلے کہ روحا اپنی گاڑی کی طرف بڑھتی وہ پُراسرار آدمی سڑک کے بائیں طرف مڑ گیا۔

روحا اپنی جگہ پر کھڑی اسے سراسیمگی کی کیفیت میں دیکھ رہی تھی۔ وہ آدمی سڑک پار کرکے سڑک کے کنارے کے قریب ایک گھنے درخت کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظریں ابھی بھی روحا کی طرف ہی تھیں۔ روحا تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھی اور

گاڑی سٹارٹ کرنے لگی لیکن گاڑی جیسے جام ہو گئی۔ وہ بار بار گاڑی کو ریس دینے کی کوشش کرتی لیکن گاڑی کا انجن جیسے جامد ہو گیا۔ گھبراہٹ سے اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی لیکن دور دور تک کسی انسان کا نام ونشان نہ تھا............ سوائے اس پُراسرار آدمی کے جس کے خوف سے روحا کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ روحا جوں جوں اس پُراسرار آدمی کی طرف دیکھ رہی تھی' اس کا خوف بڑھتا جارہا تھا۔ وہ اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ اس نے اپنے آپ کو گاڑی میں ہی بند کر لیا۔ وہ آدمی روحا کو مسلسل گھورے جارہا تھا اور روحا کے دل کی دھڑکن تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ وہ سہمے سہمے انداز سے اپنی نظریں گھما رہی تھی کہ ایک دم اس کی نظر اس گھنے درخت کی طرف ہی ٹک گئی۔ وہ پُراسرار آدمی وہاں سے غائب تھا۔ روحا پہلے تو سہم گئی لیکن پھر وہ اطمینان کے اس فریب میں مبتلا ہو گئی کہ وہ پُراسرار آدمی کہیں چلا گیا ہے۔

وہ گاڑی سٹارٹ کرنے لگی تو اس کی نظر فرنٹ مرر پر پڑی تو سنسناہٹ کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ اسے اس مرر میں کسی سیاہ چیز کا خفیف سا عکس دکھائی دیا جیسے کوئی سیاہ چیز گاڑی کی پچھلی سیٹ پر موجود ہے۔ اس نے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ایک انتہائی خوفناک سیاہ بلا پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ شکل میں تو وہ ایک خوفناک بلا تھا لیکن کسی بھیانک بلا سے کم نہ تھا۔ اس کے اگلے دانت لمبے لمبے تھے جن سے خون ٹپک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک دہشت تھی۔

روحا کے اعصاب جیسے ساکت ہو گئے لیکن اس نے حوصلے کا ایک لمبا سانس کھینچا اور تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نکل گئی۔ وہ موت کو کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔

اس لئے اس نے تیز بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ اس جنون میں اتنا تیز بھاگ رہی تھی کہ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ آج وہ کسی عجیب الخلقت مخلوق کی زد میں نہیں آئے گی اور وہ سیاہ بلا ایک خوفناک آواز کے ساتھ ایک ہی چھلانگ میں کئی فٹ کا فاصلہ طے کرلیتا۔

روحا موت سے لڑ رہی تھی۔ وہ اسی طرح تیز رفتاری سے بہت دور تک بھاگتی رہی اور وہ سیاہ بلا جو گھنشیامی کے آسیب کی مادی شکل تھی' جیسے روحا کا مذاق اڑا رہا تھا۔ آخر روحا کا بدن ٹوٹنے لگا۔ وہ ایک بھیانک موت سے بھاگنا چاہتی تھی لیکن اس کا جسم اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ اس کے قدم ٹوٹنے لگے۔ وہ خوفناک سیاہ بلا روحا کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ روحا نڈھال ہو کر گرتی' اسے بڑے بڑے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز آئی اور پھر ایکدم اسے یوں محسوس ہوا جیسے بڑے بڑے پروں والی کسی چیز نے اسے اپنے پروں میں دبوچ لیا ہو۔ اسے بظاہر کچھ نظر نہیں آرہا تھا لیکن وہ ان نرم گداز پروں کی ملائمت کو محسوس کر رہی تھی اور پھر وہ پروں والی چیز روحا کو لے کر ہوا میں پرواز کرنے لگی۔

روحا حیرت سے اس خونخوار بلے کی طرف دیکھ رہی تھی جو بے بس' بے حس و حرکت سڑک پر کھڑا روحا کو گھور رہا تھا۔ حیرت سے روحا کا ذہن ماؤف ہو کر رہ گیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے .... وہ کسی عجیب الخلقت مخلوق کی گرفت میں ہوا میں پرواز کر رہی تھی۔ جب روحا زمین سے زیادہ بلند ہو گئی تو وہ چیخنے لگی .... لیکن وہ انسانوں کی دسترس سے بہت دور جا چکی تھی۔ روحا کو کچھ نہیں سوجھا تو وہ اونچی اونچی آواز میں رونے لگی۔

"تم کون ہو؟ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" یہ الفاظ ابھی روحا کی زبان پر ہی تھے کہ ایکدم اس کے گرد سے نرم گداز پر غائب ہو گئے اور وہ ہوا میں معلق ہو گئی۔ پھر ایکدم روحا پر دہشت طاری ہو گئی۔ وہ خوفناک سیاہ راکھ کا بھنور جو اسے کسی کے قتل سے پہلے دکھائی دیتا تھا........... تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چند ہی ساعتوں میں اس سیاہ راکھ کے بھنور نے روحا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور روحا کا جسم ایک خفیف ذرے کی مانند اس بھنور میں چکر کاٹنے لگا۔ بہت دیر تک روحا اس کرب ناک اذیت میں رہی لیکن پھر اس کا وجود اس اذیت سے آزاد ہو گیا۔

وہ کسی جگہ پر گری ہوئی تھی۔ اس کا سر ابھی تک چکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند

تھیں۔ ایک عجیب سی تھکن کی وجہ سے وہ منہ کے بل بے بس گری ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے ہاتھ میں بہت سی ریت آگئی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ ریت کے ایک ٹیلے کے اوپر گری ہوئی تھی۔ وہ اپنی آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ کر بیٹھی تو وہ ایک ویران صحرا میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ایک وسیع صحرا تھا۔ اس جگہ دور دور تک کسی چرند پرند کسی انسان کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ نہ جانے یہ کون سی جگہ تھی۔ صحرا کے اس سناٹے سے روحا کو دہشت آرہی تھی۔ ٹیلوں کے نشیب و فراز سے اسے اور خوف آرہا تھا۔ روحا کی نظر جب اس وسیع صحرا کو دور تک دیکھتی تو اسے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے پانی کی لہریں ایک دوسرے کا تعاقب کر رہی ہیں۔ ہوا سے یہ ریت اس طرح اڑ رہی تھی کہ فضا میں ایک دھندلا پن سا تھا۔ یہ ریت ہوا میں اس طرح شامل تھی کہ روحا یہ سب کچھ چندھی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ تھوڑا سا چلتی تو اس کے قدم ریت میں دھنس جاتے۔ اس وسیع اور ویران صحرا میں وہ اپنے دھنستے ہوئے قدموں کے ساتھ اکیلی چل رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخے چلائے .... کسی کو اپنی مدد کے لئے بلائے .... لیکن اس ویران صحرا میں دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ روحا کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اپنی اس بے بسی پہ چیخ چیخ کر روئے۔

وہ سر نیچے جھکائے چل رہی تھی کہ ایکدم اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے نظریں اوپر اٹھائیں تو ایک وجیہہ نوجوان اس کی آنکھوں کے سامنے کھڑا تھا۔ روحا نے اسے دیکھا تو وہ اس کی طرف دیکھتی ہی رہ گئی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اس نوجوان کو جانتی ہے .... جیسے اس نے اسے کئی بار دیکھا ہے .... لیکن اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا اس نے اسے کب اور کہاں دیکھا ہے۔

روحا نے اس کی طرف مسلسل دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہیں آپ؟"

"آپ تو مجھے جانتی ہیں۔" اس نوجوان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مم .... مم .... میں نہیں جانتی آپ کو۔" روحا نے غیر یقینی کی سی کیفیت میں کہا۔

"میں صمصام ہوں۔" اس کے لہجے میں ایک عجیب سی پُراسراریت تھی۔

"کون صمصام ہوں .... ؟" روحا نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ صمصام جسے مرے کافی وقت گزر چکا ہے۔" اس شخص نے پُر یقین لہجے میں کہا۔

یہ بات سن کر روحا اس سے خوفزدہ ہو گئی اور الٹے قدموں سے اس سے پیچھے ہٹنے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو .... میں تمہیں اپنی مرضی سے یہاں لایا ہوں اور اب تم میری مرضی سے ہی یہاں سے جا سکتی ہو۔" صمصام نے گرج دار آواز میں کہا۔

"ت .... ت .... تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں مرے کافی وقت گزر چکا ہے۔" روحا نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"یقین نہیں آتا تو میرے ہاتھ کو چھو کر دیکھ لو۔" صمصام نے اپنا ہاتھ روحا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

روحا نے ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ صمصام کے ہاتھ کی طرف بڑھایا لیکن جونہی وہ صمصام کا ہاتھ چھونے لگی تو اس کا ہاتھ صمصام کے ہاتھ میں سے یوں گزر گیا جیسے ہوا میں سے۔ روحا کانپ کر رہ گئی۔

صمصام نے پُراسرار سے انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "روح کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔"

روحا پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ خوف اور سنسناہٹ کے ایک شدید جھٹکے نے اس کی قوت گویائی سلب کر کے رکھ دی۔

خوف سے روحا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور اس کا چہرہ اترتا جا رہا تھا۔ ان خوفناک واقعات میں روحا کا ذہن الجھ کے رہ گیا تھا۔ صمصام کی آواز میں ایک عجیب سی گونج تھی۔ اس نے اپنی ہموار آواز میں کہا۔

"تمہیں یہ لگتا ہے نا کہ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق ہے؟"

ہاں! یہ عجیب حقیقت ہے۔ تمہاری آنکھیں میرا ہر وہ روپ دیکھتی ہیں جس سے آسیب بھی کانپتے ہیں۔ تم انسان ہو کر ایک خوفناک مخلوق کی ہم راز ہو۔" اس کا چہرہ تپنے لگا۔ صمصام کی باتیں ان خوفناک واقعات کو ایک ہی کڑی میں پرو رہی تھیں۔ اس کے پورے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ صمصام سے کچھ پوچھتی' صمصام نے روحا کی آنکھوں میں جھانکا .... "تمہاری آنکھوں نے ابھی تین خون اور دیکھنے ہیں۔ ایک بھیانک عمل سے خود کو زندہ جلانے کے بعد میں ایک خوفناک روپ لے چکا ہوں لیکن صحرا میں' میں یہ روپ نہیں لے سکتا۔ صحرا میں میری روح ان جذبات ان یادوں کے ساتھ بھٹکتی ہے جنہیں میں عرصہ پہلے ختم کر چکا ہوں۔"

روحا کی نگاہوں میں سرخی جھانک رہی تھی۔ اس کے ذہن میں وہ خوفناک واقعات گھوم رہے تھے کہ کس طرح اسے سیاہ راکھ کا ایک بھنور نظر آتا اور پھر اس کی نگاہیں ایک خوفناک قتل دیکھتیں۔ اس کی نگاہوں کے سامنے سونو اور سنالی کے معصوم چہرے آ رہے تھے۔ وہ جذبات کی رو میں اس طرح بہنے لگی کہ اس کے نزدیک اپنی زندگی کی کوئی قیمت نہ رہی۔ غصے اور تپش سے اس کا سانس پھولنے لگا۔ وہ یہ بھول گئی کہ وہ ایک خوفناک طاقت کے سامنے کھڑی ہے۔ وہ دہکتی آنکھوں سے صمصام کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہیں کیا ملا ان معصوم لوگوں کی زندگیوں سے کھیل کر؟ یہ بھیانک روپ لینے کے لئے تم نے خود کو زندہ جلا دیا تاکہ انسان تمہارے آگے کیڑے مکوڑوں کی طرح ہو جائیں۔"

"جس طرح میرا یہ روپ دیکھ کر تمہیں اپنے بہت سے سوالوں کا جواب مل گیا' اسی طرح کبھی یہ بھی بتا دوں گا کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں۔" صمصام نے روحا کی بات کا بہت آرام سے جواب دیا۔

"لیکن تم مجھے کیوں نہیں مارتے؟ مجھے ان بے بس لوگوں کی دہشت ناک موت کے مناظر کیوں دکھاتے ہو .... مجھے ان لوگوں کی تڑپن اور اپنے بھیانک روپ کیوں دکھاتے ہو؟"

"کیونکہ جن آنکھوں نے تمہاری زندگی کے اندھیرے دور کر دیئے ہیں وہ آنکھیں میری ہیں۔ میں ایک بار تم سے اب ملا ہوں اور ایک بار پھر ملوں گا۔"

صمصام کی یہ بات سن کر روحا سن سی ہو گئی۔ وہ تشنگی کی کیفیت میں اس طرح خاموش ہو گئی جیسے اس کے اندر کے اذیت ناک شعور نے اس کی زبان میں بل ڈال دیا ہو۔ وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں کھڑی تھی کہ ایک دم صمصام کا غیرمادی وجود اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ روحا نے ہر طرف اپنی نظر دوڑائی لیکن دور دور تک صمصام کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔

صحرا میں ہوا ایک سیٹی کی سی آواز میں چل رہی تھی کہ ایک دم ہوا کا دباؤ بڑھ گیا اور ہوا جھکڑ کی صورت اختیار کر گئی۔ صحرا کی ریت اس طرح اڑنے لگی کہ روحا نے اپنی آنکھوں پہ بازو رکھ کے دھنستے قدموں کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ اگر وہ ایک جگہ کھڑی ہو گئی تو وہ سر تا پا ریت میں دھنس کر کسی ٹیلے کا حصہ بن جائے گی۔ وہ ریت کے اس طوفان سے مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی کہ اس کے کانوں میں صمصام کی آواز گونجنے لگی۔

"اب کوئی بھی بھیانک طاقت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کوئی جب بھی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو تمہاری کلائی کے گرد ایک نورانی ہالہ نمودار ہو جائے گا اور میں تمہیں اپنی طاقتوں کی پناہ میں لے لوں گا۔ مجھے تم سے ایک بار اور ملنا ہے۔ میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

اس آواز کے ختم ہوتے ہی روحا کو اپنی ہوش نہ رہی اور جب اسے ہوش آئی تو وہ اپنے کمرے میں اپنے بستر پر موجود تھی۔ اس نے اپنے آپ کو اپنے کمرے میں موجود پایا تو اسے یقین نہیں آیا کہ وہ اتنی بڑی ناگہانی آفت سے بچ کر اپنے گھر پہنچ گئی ہے۔ وہ بے حال ہوئی جاتی تھی۔ اس کے پیروں میں زخم ہو گئے تھے اور بال ریت سے اکڑے ہوئے تھے۔ اس کے دائیں ہاتھ کی مٹھی بند تھی۔ اس نے اپنی مٹھی کھولی تو اس میں اس صحرا کی ریت بھری ہوئی تھی۔ روحا اپنے تھکے ہوئے وجود کو بیڈ سے گھسیٹتی ہوئی بیڈ سے نیچے

اتری اور اس ریت کو ایک چھوٹے سے ڈبے میں ڈال دیا اور اپنے ہاتھ میں لگے ریت کے ذرات کو دیکھنے لگی۔ اس کا ذہن ابھی تک اس کیفیت سے باہر نہیں آیا تھا جس میں وہ صحرا میں بھٹک رہی تھی۔ وہ اسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اچانک شاکرہ روحا کے کمرے میں آئی۔ شام کے سات بجے ہوئے تھے۔ روحا کے کمرے کی لائٹ آف تھی۔ بس زیرو واٹ کی دھیمی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ روحا کتابوں کی الماری کے قریب کھڑی تھی۔

شاکرہ روحا کے کمرے سے کوئی چیز لینے آئی تھی۔ اس نے زیرو واٹ کی ملگجی روشنی میں کسی کو کھڑے دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ دل تھام کے تیزی سے بولی "کون ہے؟" اور پھر جلدی سے اس نے لائٹ جلا دی۔ روحا اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے روحا کو اس طرح کمرے میں موجود دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور وہ تعجب خیز انداز میں روحا کی طرف بڑھی لیکن جب اس نے روحا کی طرف دیکھا تو اس کی حیرت خوف میں بدل گئی اور اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ روحا کی حالت ایسی تھی جیسے وہ کئی میلوں کا سفر پیدل طے کر کے آئی ہے۔

روحا کے چہرے کی جلد سکڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں زرد تھیں۔ بال ریت سے اٹ کر اکڑے ہوئے تھے۔ اس کے ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی تھی جیسے اسے ایک طویل وقت سے پانی نصیب نہیں ہوا۔

"ر............ ر............ روحا............ تم اس کمرے میں کیسے؟ اور یہ تمہارا حال کیا ہوا ہے؟ یہ سب کیا ہے؟ تم کہاں سے آ رہی ہو؟" شاکرہ نے روحا پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

رحا کی آنکھوں میں خوف موجزن تھا۔ وہ شش و پنج کی کیفیت میں شاکرہ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اس کے کندھے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کے اس طرح رونے سے شاکرہ مزید گھبرا گئی۔

"میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔ کچھ بتا تو سہی آخر بات کیا ہے۔" شاکرہ نے روحا کے سر

پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور پھر اسے شانوں سے پکڑتے ہوئے بیڈ پر بٹھا دیا اور خود اس کے پاس بیٹھ گئی۔ ”روحا تیری ماں کی جان نکلی جا رہی ہے۔ جلدی بتا دے۔ آخر بات کیا ہے۔“

روحا نے شاکرہ کو سب کچھ بتا دیا۔ یہ خوفناک حقیقت سن کر شاکرہ جیسے سن ہو گئی۔ اس کے پورے جسم میں کپکپاہٹ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے اپنے دل کو مضبوط کیا اور اکھڑی اکھڑی آواز کے ساتھ روحا سے کہنے لگی۔

”روحا! اس کا مطلب یہ ہے کہ صمصام کا بھیانک روپ کتنا ہی خوفناک کیوں نہ ہو‘ وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ وہ آسیب تمہیں دوبارہ نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان خوفناک مخلوقات کا سہارا لے کر کوئی عامل تمہارے ذریعے صمصام تک پہنچنا چاہتا ہے۔ بس اب تم نے گھر سے باہر نہیں جانا۔ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔“ شاکرہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

”میں کس کے پاس جاؤں میری معصوم بیٹی یہ کن چکروں کی زد میں آ گئی ہے۔ جب سے تمہیں یہ آنکھیں لگی ہیں تم زندگی کی خوبصورتیوں سے دور ہوتی جا رہی ہو اور نہ جانے کن بھیانک اندھیروں کی طرف کھنچتی چلی جا رہی ہو۔“ شاکرہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

روحا نے شاکرہ کا ہاتھ تھام لیا۔ ”امی! میری ساری بات سننے کے بعد تو آپ کو اس بات کی تسلی ہونی چاہئے کہ وہ بھیانک روح کسی بھی شکل میں مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور شاید اب کوئی بھی خوفناک طاقت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی.......... لیکن امی آپ فکر کریں تو ان لوگوں کا جو اس خوفناک مخلوق کی زد میں آنے والے ہیں۔ مجھے اپنی آنکھوں کی وجہ سے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی ہے۔ ایسی زندگی سے بہتر تھا کہ میں بھی اس خون آشام مخلوق کا شکار ہو جاتی۔ امی آپ میری طرف سے لاتعلق ہو جائیں آپ نے اپنا اور ابو کا خیال رکھنا ہے۔“ روحا نے شاکرہ کی گود میں اپنا سر رکھ لیا۔

شاکرہ نے روحا کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے ذہن کو بدلنے کی کوشش

کی.......... ”اچھا! چلو۔ اب یہ باتیں بند کرو اور نہا کر اچھا سا سوٹ پہنو۔ انسان نہیں جانتا کہ اس کی زندگی کتنی ہے لیکن انسان کو اپنی زندگی خوشی اور حوصلے سے گزارنی چاہئے۔ چلو اب جلدی سے فریش ہو جاؤ تاکہ تمہیں دیکھ کر تمہاری امی بھی فریش ہو جائیں۔“

روحا مسکراتے ہوئے اس کی گود سے اٹھ بیٹھی اور نیا لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔

اگلے روز اویس روحا سے ملنے آیا تو روحا نے اسے ساری بات بتا دی۔ پہلے تو اس نے روحا کی بات کا یقین نہیں کیا لیکن جب روحا نے اسے اس سارے خوفناک واقعے کا یقین دلایا تو اویس لرز کے رہ گیا۔ اس خوفناک اور عجیب حقیقت نے اس کے دل و دماغ کو جھٹک کے رکھ دیا۔

اویس کا ذہن روحا کی یہ عجیب اور خوفناک بات سمجھنے سے بالکل قاصر تھا۔ اس نے الجھے ہوئے انداز سے روحا کی طرف دیکھا۔ ”روحا! ایک بار پھر غور کرو‘ کہیں یہ سب تمہارا خواب تو نہیں تھا۔“

”اویس! تم عجیب بات کرتے ہو۔ میں نے اس واقعے کی اذیت کو محسوس کیا ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو ادھر آؤ۔“ یہ کہہ کر روحا اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو اویس بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو روحا کتابوں کی الماری کی طرف بڑھی۔ اس نے الماری سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اسے اویس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

”اسے کھولو۔“

اویس نے وہ ڈبہ کھولا تو اس میں تھوڑی سی ریت پڑی تھی۔

”جس وقت میں خوفناک ماحول سے غائب ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی تو یہ ریت میری مٹھی میں تھی۔ یہ اسی صحرا کی ریت ہے جہاں مجھے صمصام ملا تھا۔“ روحا نے اس ریت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اویس نے تعجب خیز انداز میں وہ ریت دیکھی اور پھر روحا سے کہنے لگا۔

”روحا مجھے تمہاری بات کا یقین آ گیا ہے لیکن یہ کتنی حیران کن بات ہے کہ اتنے

بھیانک اور خوفناک روپ ایک انسانی روح کے ہیں۔"

"اویس! انسانی روح کی شکل میں تو وہ صرف صحرا میں ہی تھا لیکن درحقیقت وہ ایک ایسا بھیانک روپ لے چکا ہے جس تک ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی۔ بڑے سے بڑا عامل اس کے اس روپ تک نہیں پہنچ سکتا لیکن میری آنکھوں نے اسے ایک سیاہ راکھ کے بھنور کی شکل میں دیکھا ہے۔ ہمارا ذہن ان کالے عملوں کے اثرات کے بارے میں نہیں جانتا۔ میرے چہرے پہ لگی ان آنکھوں کا تعلق اس کے بھیانک روپ سے ہے۔" یہ باتیں کرتے کرتے روحا الجھا کر رہ گئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو پکڑ لیا۔

روحا کی بات سننے کے بعد اویس کچھ سوچنے لگا اور پھر ایک دم اس نے روحا کی طرف دیکھا۔ "کل اس ہسپتال جائیں گے جہاں تمہاری آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا۔ وہاں سے کوئی نہ کوئی کھوج تو ملے گا۔"

اویس کی بات سن کر روحا بلاتامل بولی۔ "نہیں! تم اس چکر میں مت پڑو .... تمہاری ...." ابھی الفاظ روحا کی زبان پر تھے کہ اویس نے اس کی بات کاٹی۔ "تم بے شک مجھے غیر سمجھو لیکن میں خود کو تم سے الگ نہیں سمجھتا۔ تمہاری ہر مشکل کا میں تمہارے ساتھ سامنا کروں گا۔"

"اویس! میں نے تمہیں اپنی فیملی سے کب الگ سمجھا ہے؟ تم ہم لوگوں کے دکھ سکھ میں گھر کے فرد کی طرح شامل ہو۔ میرے نزدیک تمہاری کتنی اہمیت ہے' اس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے۔" روحا نے اپنی آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر جب امی نے میرے لئے تمہارے رشتے کا سوال ڈالا تو تم نے کوئی مثبت جواب کیوں نہیں دیا؟" اویس نے سوالیہ نظروں سے روحا کی طرف دیکھا۔

اویس کی سوالیہ نظروں سے روحا کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ "جو لوگ انسان کو عزیز ہوتے ہیں' وہ انہیں کسی صورت میں بھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ میں اب پہلے والی روحا نہیں رہی۔ تمہاری شادی کسی ایسی لڑکی سے کیوں ہو جس کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ تم اگر میرا ساتھ دینا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے' میں تمہیں روکوں گی نہیں لیکن یہ

شادی والی بات اب مجھ سے کبھی دوبارہ مت کرنا۔ اس سے میری پریشانی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کسی کا احساس کرنے کا جذبہ کسی تعلق کا محتاج نہیں ہوتا۔ تمہارے لئے میں ایسی لڑکی ڈھونڈوں گی کہ حیران رہ جاؤ گے۔"

روحا نے بات مذاق میں بدلنا چاہی لیکن اویس نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔ "تم بھی اس موضوع پر بات مت کرو۔"

اگلے روز اویس اور روحا اس ہسپتال میں گئے جہاں روحا کی آنکھوں کا اپریشن ہوا تھا۔ وہ اس ڈاکٹر سے ملے جس نے یہ اپریشن کیا تھا۔ ڈاکٹر نے ان دونوں کو اپنے کلینک میں بٹھایا۔

اویس نے اپنی کرسی آگے کرتے ہوئے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "ڈاکٹر صاحب! جس شخص نے روحا کو آنکھیں دی تھیں' آپ نے ہمیں اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا تھا؟ آپ تو ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں۔ آپ نے اس بات کو راز میں کیوں رکھا؟"

"اویس صاحب! بے شک میں آپ لوگوں کا فیملی ڈاکٹر ہوں لیکن ہمارا پیشہ ایسا ہے کہ ہمیں ہر شخص کی بات رکھنی پڑتی ہے۔ اس شخص نے منع کیا تھا کہ آپ لوگوں کو اس کا نام پتہ نہ بتایا جائے۔" ڈاکٹر نے اویس سے کہا۔

"لیکن ڈاکٹر صاحب! اگر کسی کام میں بہت سے لوگوں کی بہتری ہو تو انسان کو بعض اوقات اپنے اصول توڑنے بھی پڑ جاتے ہیں۔ ہمیں اس شخص کا نام اور پتہ چاہئے۔ اس میں بہت سے لوگوں کی بہتری ہے۔" اویس نے ڈاکٹر کو رضامند کرنے کی کوشش کی۔

"وہ شخص تو بہت عجیب تھا۔ اس کی آنکھوں کی پٹی کھلنے میں ابھی کچھ روز باقی تھے لیکن وہ بغیر کسی کو بتائے اسی حالت میں کہیں چلا گیا۔ آپ کو اس شخص کا نام پتہ جاننے کی ایسی کیا مجبوری ہے؟" ڈاکٹر نے اویس سے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! آپ مجھ سے کوئی سوال مت کریں۔ آپ تو ہماری فیملی کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اگر ہمیں آپ کی ضرورت پڑ گئی ہے تو آپ انکار مت کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں جانتا ہوں اس لئے تمہاری بات مان رہا ہوں ورنہ میں نے

کبھی بھی اپنے اصول نہیں توڑے۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر نے ایک ملازم سے ایک فائل منگوائی اور فائل کے صفحے پلٹتے ہوئے اس شخص کا نام پتہ ڈھونڈنے لگا اور پھر اس نے اپنا ہاتھ ایک صفحے پر روک لیا اور اویس سے مخاطب ہوا۔ "اس صفحے میں اس کا نام پتہ درج ہے۔ اس کا نام صمصام ہے۔" ڈاکٹر نے صمصام کا نام لیا تو اویس نے تعجب سے روحا کی طرف دیکھا کیونکہ روحا نے اسے یہی نام بتایا تھا۔ ڈاکٹر نے اس شخص کا پتہ اویس کو لکھوا دیا۔

☆======☆======☆

اویس کار ڈرائیو کر رہا تھا لیکن ہسپتال سے باہر آنے کے بعد سے وہ مسلسل خاموش تھا۔ وہ ڈرائیونگ بھی کھوئے کھوئے سے انداز میں کر رہا تھا۔ روحا نے اویس کی طرف دیکھا۔ "کیا بات ہے اویس! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

اویس نے زبان خشک ہونٹوں پر پھیر کر ہونٹوں کو تر کیا اور سہمی سہمی سی آواز میں بولا۔ "روحا! میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا ہے۔ جب سے میں نے ڈاکٹر کی زبان سے صمصام کا نام سنا ہے' مجھے ایک عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے اپنی جیب میں صمصام کا ایڈریس نہیں' اپنی موت کا پروانہ رکھا ہے۔"

"اویس! اگر ہم نے اس خوفناک راستے پر چلنے کا تہیہ کر ہی لیا ہے تو پھر ہم میں اس طرح کے بھیانک حقائق کا سامنا کرنے کا بھی حوصلہ ہونا چاہئے۔" روحا نے کہا۔

"نہیں روحا' ایسی بات نہیں ہے۔ میں اس راستے پہ ایک عزم لے کر نکلا ہوں۔ یہ عزم ہی ہوتا ہے جس سے انسان بڑی سے بڑی افتاد سے ٹکر لیتا ہے لیکن اس کے جسم میں تو ایک انسانی روح ہی ہوتی ہے جسے دہشت کے اثرات سے کوئی نہیں بچا سکتا۔" یہ کہہ کر اویس ڈرائیونگ کرنے میں مگن ہو گیا۔

ایک گھنٹے کے ایک طویل راستے کے بعد وہ کالونی آ گئی جہاں کا ایڈریس ڈاکٹر نے دیا تھا۔ وہ کالونی تقریباً غیر آباد ہی تھی۔ کوئی دو چار مکان نظر آ رہے تھے جن کا ایک دوسرے سے کافی فاصلہ تھا۔ اس کالونی میں لاتعداد درخت اور پودے تھے۔ ایک شاندار کوٹھی اس

کالونی میں سب سے نمایاں تھی۔ وہ بوگن ویلیا کے خوبصورت پھولوں میں ڈھکی ہوئی تھی۔

اویس اور روحا اس کوٹھی کی طرف بڑھے تو اس کے باہر وہی ایڈریس لکھا ہوا تھا جو ایڈریس ڈاکٹر نے انہیں دیا تھا۔ "یہی ہے وہ گھر!" اویس نے آہستگی سے کہا۔

کچھ دیر پہلے ان دونوں میں حوصلہ تھا لیکن ایڈریس پڑھنے کے بعد ایک خوف ان کی رگوں میں سرایت کر گیا۔ ان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ دروازے کے باہر کوئی تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ اویس نے ہمت کر کے دروازے کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو دروازہ کھٹاک سے کھل گیا۔ اویس اور روحا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کے اندر حوصلہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ اندر داخل ہوں انہوں نے حوصلے کا ایک لمبا سانس کھینچا اور اندر داخل ہو گئے۔ پوری کوٹھی میں ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایک وسیع برآمدے سے گزرنے کے بعد وہ دونوں کمروں کی طرف بڑھے اور مختلف کمروں میں پھرتے گئے۔ ہر کمرے کا سامان مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ چیزیں بے ترتیب گری پڑی تھیں۔ وہ دونوں ان کمروں سے گزرتے ہوئے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہو گئے۔ ٹی وی لاؤنج کی سیٹنگ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ گھر کے مکین اکٹھے ہو کر اسی کمرے میں بیٹھتے ہوں گے۔ وہ دونوں اس کمرے میں رک گئے۔ روحا اور اویس کی نظر اس کمرے کی دیوار پر پڑی جہاں مختلف قسم کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ یہ غالباً اس فیملی کی تصویریں تھیں جو اس گھر میں رہتی ہو گی۔ اویس اور روحا اس دیوار کی طرف بڑھے اور ان تصاویر کو قریب سے دیکھنے لگے۔ یہ تصاویر ایک خوش و خرم فیملی کی تھیں۔ ایک تصویر میں بلقیس نے حنا اور نروز کو اپنے دونوں بازوؤں میں لیا ہوا تھا۔ "یہ تو بہت اچھی اور ڈیسنٹ سی فیملی لگتی ہے۔" روحا نے اس تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا کہ ایک دم اس کی نظر اس تصویر سے تھوڑے فاصلے پر لگی ہوئی دوسری تصویر پر پڑی تو وہ لرز کر رہ گئی۔

وہ صمصام کی تصویر تھی۔ روحا نے اپنی کانپتی ہوئی انگلی سے اس تصویر کی طرف اشارہ کیا "و.........و...... وہ دیکھو۔"

""کون ہے یہ؟" اویس نے سوالیہ نظروں سے روحا کی طرف دیکھا۔

"و.......... و.......... وہ اسی انسان کی تصویر ہے جو مجھے صحرا میں ملا تھا۔" روحا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب ہے۔ صمصام.........." اویس کی زبان وہیں رک گئی۔

اسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ روحا نے اسے جو کچھ بتایا اس میں رتی بھر بھی جھوٹ نہیں ہے لیکن اس یقین نے اویس کو اور بھی زیادہ خوفزدہ کر دیا۔ وہ الٹے قدموں سے پیچھے کی طرف سرکنے لگا۔ "روحا جو ہم نے جاننا تھا' جان لیا۔ اب ہمارا اس ویران کوٹھی میں ایک پل بھی رہنا ٹھیک نہیں۔ چلو جلدی سے یہاں سے نکلنے کی کرو۔" یہ کہہ کر اویس نے روحا کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور وہ دونوں تیزی سے اس کوٹھی سے باہر نکل آئے۔

گھبراہٹ سے اویس کی پیشانی پر پسینہ آ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ان دونوں کا تعاقب کر رہا ہے۔ وہ اس واہمہ میں گاڑی بہت تیز چلا رہا تھا اور روحا بھی گاڑی میں اسی طرح کھوئی کھوئی بیٹھی ہوئی تھی کہ اسے اندازہ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ اویس گاڑی کتنی تیز چلا رہا ہے۔

اویس کا پورا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے اس علاقے سے نکل جائیں۔

☆======☆======☆

گھنشیامی اپنی شکست پر پاگل ہوا جا رہا تھا کہ اس خوفناک طاقت نے جس تک وہ روحا کے ذریعے پہنچ سکتا تھا' روحا کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور خوفناک طاقت پر گھنشیامی کا کوئی عمل اثر نہیں کرتا اس لئے روحا کے لئے بھی وہ عمل بے اثر ہو گئے تھے۔ گھنشیامی کا دماغ چکرا رہا تھا اور وہ انتقام اور شکست کی آگ میں جل رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ زندگی کا ایک طویل عرصہ ان طاغوتی طاقتوں کو حاصل کرنے کے لئے صرف کر دیا اور آج کوئی اتنی آسانی سے اسے مات دے

رہا ہے۔ اسی سوچ نے اس کے دل و دماغ کو بھینچ کر رکھ دیا۔ اس سوچ کی اذیت سے پیچھا چھڑانے کے لئے وہ اپنے پُراسرار کمرے سے باہر آ گیا۔ اپنے کمرے سے باہر آیا تو اجے اس کے کمرے کے باہر بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ گھنشیامی خود بہت پریشان تھا اس لئے وہ اجے سے کسی موضوع پر کوئی بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔ گھنشیامی اجے سے کترا کے گزرنے لگا تو اجے نے اسے پکارا۔ "پتا جی!"

گھنشیامی اس کی آواز پہ رک گیا۔ اجے تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔ "پتا جی! آپ نے کہا تھا کہ تین چار روز کے بعد شہر چلے جانا اور آج پورے چار روز ہو گئے ہیں۔ مجھے شہر لازمی جانا ہے۔ میرا اس حویلی میں دم گھٹتا ہے۔"

گھنشیامی پہلے ہی بہت پریشان تھا' اجے کی بات سن کر اس کا خون کھول اٹھا۔ "سونو اور سنالی کے بعد اب تم موت کے منہ میں جانا چاہتے ہو۔ تمہیں اپنی ماں کا اور میرا کوئی احساس نہیں ہے۔"

اجے کلپنا کو پہلے ہی منا چکا تھا۔ وہ اندر کمرے میں گیا اور اپنے کپڑے ایک بیگ میں پیک کرنے لگا۔ اس نے اپنا بیگ پیک کیا اور کلپنا سے اجازت لے کر کمرے سے باہر نکلا۔ کلپنا اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں لیکن اجے نے اسے مجبور کر ہی لیا تھا۔ کلپنا اور گھنشیامی باہر گیٹ تک اسے چھوڑنے لگے۔ اجے نے کلپنا سے پیار لیا۔ وہ گیٹ سے باہر قدم رکھنے لگا تو گھنشیامی نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ "آخری بار کہہ رہا ہوں رک جاؤ۔"

"پتا جی! آپ مجھے روکیے مت۔ مجھے ہر حال میں شہر جانا ہے۔" اجے نے گھنشیامی کی طرف پلٹ کر دیکھا۔

گھنشیامی نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے سے ہٹا لیا۔ اجے حویلی سے چلا گیا۔

☆======☆======☆

اجے نے گھر کا تالا کھولا اور اپنی کوٹھی میں داخل ہوا۔ گاڑی گیراج میں کھڑی کرنے کے بعد وہ کوٹھی کے اندر کے حصے میں داخل ہوا اور پھر اس نے گھر کے سارے کمروں

کے لاک کھول دیئے۔ اپنا سامان لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنا سامان اپنے کمرے میں رکھا اور بیڈ پہ ڈھیر ہو گیا۔ وہ شدید ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ وہ اس گھر میں آنا نہیں چاہتا تھا۔

اس گھر کے ایک ایک گوشے سے وہ تلخ یادیں وابستہ تھیں جو اجے کو اندر سے توڑ کے رکھ دیتیں لیکن روحا کے لئے اسے گھر میں آنا پڑا۔ اس نے اپنے اندر کے شور کو اس احساس میں چھپا لیا تھا کہ وقت کی ستم ظریفی کسی کے اختیار میں نہیں ہوتی لیکن اس گھر میں آنے کے بعد اس کا خود پر بس نہیں چل رہا تھا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ نیم غنودگی کی حالت میں تھا۔ وہ بیڈ پر بے چینی سے کروٹیں لے رہا تھا۔ کچھ دیر کے لئے اس کے دل و دماغ کے دریچے ماضی میں کھل گئے۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا کہ جیسے گھر میں ایک ہلچل سی مچی ہے۔ اس کی ماں کلپنا کچن میں کھانا تیار کر رہی ہے اور سونو اور سنالی اسے جگانے کے لئے اسے چھیڑ رہی ہیں۔ سونو اور سنالی کی پیار بھری آوازیں اس کے کانوں کے پردوں کو چھو رہی تھیں کہ ایک دم اجے کے منہ سے آواز ابھری۔ "اچھا بابا اٹھتا ہوں۔"

لیکن سناٹے میں اس کی اپنی آواز ہی نے اس کی نیم خوابی کی کیفیت کو توڑ دیا اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے گرد کوئی نہیں تھا۔ وہی بھیانک سناٹا تھا۔ اپنوں سے جدائی کی وہی کسک تھی جو اسے رفتہ رفتہ قتل کر رہی تھی۔ اس کی سانسیں بس اس چیز کی منتظر تھیں کہ کب سونو اور سنالی کا قاتل اس کی آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ وہ جنون کی اس کیفیت میں تھا جس میں اسے اس سے غرض نہیں تھی کہ اس خوفناک بلا کے سامنے اس کی حیثیت کیا ہے۔ وہ اس کرب سے گزر رہا تھا کہ اس کے نزدیک اپنی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں تھی ورنہ اسے اس بات کا احساس تھا کہ اگر اسے کچھ ہو گیا تو کلپنا کا کیا بنے گا۔

اجے نے نہ جانے یہ رات کیسے گزاری۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنی گاڑی نکالی اور روحا کے گھر کی طرف چل پڑا۔

وہ شدید بے چینی میں گاڑی چلا رہا تھا کہ کب یہ فاصلہ طے ہو اور وہ روحا کے گھر

پہنچ جائے۔ وہ آدھے گھنٹے تک کا فاصلہ طے کر چکا تھا اور ابھی آدھے گھنٹے کا فاصلہ اور تھا۔ وہ ایک کھلی سڑک پر کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ایک نقاب پوش عورت نے اسے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔

اجے عورت کو نظرانداز کرتے ہوئے کار چلاتا رہا کہ ایک دم وہ عورت گاڑی کے آگے آ گئی۔ ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کرنے لگی۔ وہ عورت گاڑی سے تھوڑے سے ہی فاصلے پر تھی۔ اجے نے فوراً بریک لگائی۔ وہ نقاب پوش عورت سیاہ برقعے میں تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک بڑا سا شاپر تھا۔ وہ تیزی سے اجے کی طرف بڑھی اس کا سانس پھول رہا تھا اور چہرہ پسینے سے تر تھا۔ اس کے چہرے سے انتہائی بے چارگی ٹپک رہی تھی۔

"کیا بات ہے تم نے اس طرح میری گاڑی کو کیوں روکا ہے؟" اجے ترش روئی سے بولا۔

"میں بہت مجبور ہوں آدھے گھنٹے سے میں یہاں کھڑی ہوں مجھے کوئی سواری نہیں مل رہی۔ کئی لوگوں کو اشارہ کیا لیکن کسی نے بھی اپنی گاڑی نہیں روکی۔ میری ماں بہت سخت بیمار ہے اگر میں بروقت یہ ادویات لے کر وہاں نہ پہنچی تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں آپ کی منت کرتی ہوں مجھے میرے گھر تک چھوڑ دیں۔ میری بوڑھی ماں آپ کو دعائیں دے گی۔" عورت نے بے بسی سے اس سیاہ شاپر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اس نے ہاتھ میں تھاما ہوا تھا۔

عورت کی بات سن کر اجے کو اپنے لہجے پر شرمندگی سی ہوئی۔ وہ احتراماً بولا "آ جائیں بیٹھ جائیں میں آپ کو آپ کے گھر تک چھوڑ دیتا ہوں۔" اجے نے اس عورت کو پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن وہ عورت اجے کے ساتھ اگلی سیٹ پر ہی بیٹھ گئی۔

اس نے جو جگہ اجے کو بتائی اس تک پہنچنے کے لئے اجے کو ایک طویل فاصلہ طے کرنا پڑا۔ اجے خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار تھا اور گھبراہٹ میں بار بار اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا۔ ذہنی تناؤ کے باعث اسے یہ راستہ مزید طویل محسوس ہو رہا تھا۔ کافی وقت کے بعد وہ جگہ آ گئی جہاں کا اس عورت نے بتایا تھا۔

"آپ نے یہیں آنا تھا؟" اجے نے ایک کچی سی آبادی میں گاڑی روکتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں نے آپ کو یہیں کا کہا تھا لیکن تھوڑا آگے اور جانا ہے۔" اس عورت نے جھجکتے ہوئے کہا۔

وہ علاقہ نہایت خستہ حال اور بدبودار تھا۔ اجے نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کی اور بے دلی سے آگے بڑھا دی۔ اجے اس عورت کے بتائے ہوئے راستوں پر مختلف موڑ کاٹتا رہا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد وہ کچی آبادی ختم ہو گئی اور اس کی گاڑی ایک وسیع میدان میں داخل ہو گئی۔ عورت دھیمے انداز میں بولی۔

"بس مجھے یہیں اتار دو۔"

اجے نے گاڑی کے شیشے سے دائیں جانب دیکھا تو وہ سنسنا سا گیا۔ اس کی گاڑی ایک وسیع قبرستان کے پاس کھڑی تھی عورت گاڑی سے اتری اور سیدھی قبرستان کی طرف بڑھ گئی اجے نے اسے اس طرح قبرستان میں جاتے دیکھا تو وہ جلدی سے گاڑی سے اترا اور اس نے عورت کو پیچھے سے پکارا۔

"یہ آپ قبرستان میں کہاں جا رہی ہیں؟"

عورت جواب دینے کی بجائے واپس اجے کی طرف بڑھنے لگی اور اس کے قریب آ کر بے چارگی کے سے انداز میں بولی۔"اس قبرستان میں ہی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی ہے جہاں میں اور میری ماں رہتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ یہاں تک آ گئے ہو تو ایک نظر میری بوڑھی ماں کو بھی دیکھ لو۔" اس عورت کے لہجے میں نہ جانے ایسی کیا چیز تھی کہ اجے نے اس کے ساتھ جانے کی ہامی بھر لی۔

اجے عورت کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ عورت قبرستان میں داخل ہوئی تو اجے بھی اس کے ساتھ قبرستان میں داخل ہو گیا۔

دوپہر کا وقت تھا۔ سورج اپنی تمازت کے ساتھ دہک رہا تھا پورے قبرستان میں ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا قبرستان میں داخل ہونے کے بعد اجے کو اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ قبرستان ایک وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔

وہ نقاب پوش عورت قبروں کو اپنے پیروں سے بچاتے ہوئے تنگ تنگ راستوں پر ٹیڑھی میڑھی چال چل رہی تھی اور اجے بھی اس کی پیروی کر رہا تھا۔

ویران قبرستان میں اجے بہت آگے نکل گیا تھا اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں تو دور دور تک صرف قبریں ہی قبریں دکھائی دیں۔ اسے عجیب سی وحشت ہونے لگی اس نے تھوک نگل کر اپنا حلق تر کیا اور ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے چلنے لگا۔ جیسے اس کے اندر سے کوئی آواز ابھر رہی تھی کہ آگے مت جاؤ لیکن وہ اپنے اندر کی اس آواز کو نظرانداز کر رہا تھا۔ تھوڑا اور آگے جانے کے بعد اجے کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ اس وسیع قبرستان میں بہت آگے نکل چکا ہے۔

تھوڑے ہی فاصلے پر ایک کیکر کا گھنا درخت تھا۔ وہ نقاب پوش عورت اس درخت کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ اس درخت کے قریب کھڑے ہونے کے لئے کھلی جگہ تھی۔ اجے بھی اس جگہ پہنچا تو اس نے تعجب خیز انداز سے برقعہ پوش عورت کی طرف دیکھا اور سرد مہری سے بولا۔

"ہم اتنی دور تک تو آ گئے ہیں مگر آپ کا گھر نہیں آ رہا اور آپ یہاں کھڑی کیوں ہو گئی ہیں' جلدی کریں مجھے اپنا گھر دکھائیں مجھے کسی ضروری کام سے کہیں جانا ہے۔ میرا بہت سا وقت برباد ہو رہا ہے۔"

عورت خاموشی سے اجے کی باتیں سن رہی تھی وہ ایک تختے کی طرح اکڑی ہوئی سیدھی کھڑی تھی۔ اجے نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا وہ خاموشی سے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اجے کو مسلسل گھور رہی تھی۔ چند ہی ساعتوں میں اس عورت کے چہرے کی بے چارگی اور معصومیت کہیں ہوا ہو گئی تھی اور اس کے چہرے پر ایک اکڑاؤ سا آ گیا تھا اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بیگانگی جھانک رہی تھی۔

"تم روحا سے ملنے جا رہے تھے؟" عورت کے حلق سے چیخ دار آواز ابھری۔

"ہاں.......... ہاں.......... ہاں! لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟" اجے نے ٹھٹکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

دوپہر کے اس سناٹے میں اس ویران قبرستان میں اجے اور اس پُراسرار عورت کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

پُراسرار عورت نے اجے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں لیکن ایک ہی ساعت میں جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں میں انگارے ناچ رہے تھے اس کی آنکھوں میں اب آگ دہک رہی تھی۔

دہشت کے شدید جھٹکے سے اجے سر تا پا کانپ کے رہ گیا۔ اس کا حلق خشک ہونے لگا۔ وہ اپنے ڈھیلے ڈھیلے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے پیچھے کی طرف سرکنے لگا۔

اجے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس خوفناک عورت کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک دم اس بھیانک عورت نے اپنے دونوں بازو فضا میں بلند کر لئے اور پھر اجے کی آنکھوں کے سامنے اس کا خوفناک وجود ایک خونخوار چیل میں تبدیل ہو گیا جو اپنے پروں کے تیز بلیڈوں سے ہوا کو چیرتی ہوئی اجے کی طرف بڑھی۔ اجے نے ایک شدید جھٹکا لیا اور بے ساختہ دوڑنا شروع کر دیا۔

اجے قبروں کو اپنے پیروں تلے روندتا ہوا بھاگ رہا تھا اور وہ خونخوار چیل اس کے ساتھ ساتھ ہوا میں پرواز کر رہی تھی۔

ویران قبرستان میں اجے موت سے بھاگتا بھاگتا بہت دور نکل گیا اور وہ خونخوار چیل ایک خوفناک آواز کے ساتھ اس کے ساتھ ساتھ پرواز کر رہی تھی کہ ایک دم اجے کا پیر ایک خستہ حال قبر سے ٹکرایا اور قبر میں دھنس گیا اور پھر ایک شدید جھٹکے کے ساتھ اجے کی پوری ٹانگ اس قبر کے اندر لٹک گئی۔ اجے نے خوف سے چیختے ہوئے اوپر کی طرف دیکھا تو وہ خوفناک چیل دہشت ناک انداز سے چلاتی ہوئی ایک دائرے کی شکل میں اجے کے گرد گھوم رہی تھی۔ خوف سے اجے کی آنکھیں اوپر کی اوپر ہی رہ گئیں۔ یہ خوف اس کی رگوں میں اس طرح سرایت کر گیا کہ اس کے اندر اتنی سکت نہ رہی کہ وہ اپنی ٹانگ قبر سے باہر نکال کر بھاگ سکے۔

اجے سہمی سہمی نظروں سے اس چیل کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک دم وہ خوفناک

چیل دائرے کی شکل میں اڑنے کی بجائے سامنے کی طرف سیدھی اڑنے لگی۔ اجے نے سامنے دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی کہ اس کے سانس میں رکاوٹ ہونے لگی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک تازہ قبر کھدی ہوئی تھی جسے اس انداز سے کھودا گیا تھا جیسے یہاں ابھی کسی مردے کو دفنانا ہے اور وہ خوفناک چیل اب اس کھلی قبر کے گرد چکر کاٹ رہی تھی۔

اجے لمبے لمبے سانس لے کر خود کو اپنی زندگی کا یقین دلا رہا تھا اور پتھرائی ہوئی آنکھوں سے بھیانک منظر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خود کو موت کے اتنا قریب محسوس کر رہا تھا کہ دفاع کی کوئی قوت بھی اسے زندگی کی طرف کھینچ نہیں رہی تھی۔ وہ ان کرب ناک محسوسات کی زد میں تھا کہ ایک دم وہ خوفناک چیل ایک بھیانک آواز کے ساتھ راکھ کے سیاہ بھنور میں تبدیل ہو گئی اور پھر اجے کی آنکھوں کے سامنے وہ سیاہ بھنور چکر کاٹتا ہوا اس کھدی ہوئی قبر میں داخل ہو گیا اور پھر اجے کا بدن بے بس ہو کر اس غائبانہ قوت کی زد میں اس کھدی ہوئی قبر کی طرف گھسٹنے لگا۔

اجے کی چیخ و پکار پورے قبرستان میں گونج رہی تھی لیکن اسے بچانے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اجے بہت ہاتھ پیر مار رہا تھا لیکن وہ غائبانہ قوت اتنی شدید تھی کہ اجے کی تمام طاقتیں اس کے آگے بہت خفیف تھیں۔ اجے کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اس کے کانوں کو ایک عجیب سی غرغراہٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

☆======☆======☆

روحا اجے کی خوفناک موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ جب وہ اس خوفناک کیفیت سے باہر آئی تو وہ کرسی سے نیچے گری ہوئی تھی۔ ہمیشہ کی طرح وہ بے بسی سے سسک رہی تھی۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکلی تو شائرہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر گھبرا گئی اور اس کی طرف بڑھی۔ "کیا ہوا روحا! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"امی پلیز آپ اس وقت مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔ مجھے کہیں پہنچنا ہے۔ آپ پریشان نہ ہونا۔ اویس میرے ساتھ ہو گا۔" یہ کہہ کر روحا برق رفتاری سے باہر کے دروازے کی طرف بڑھی اور اپنی گاڑی نکال کر اویس کے گھر کی طرف چل دی۔

وہ اویس کے گھر گئی اور اسے اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا۔ اس نے اویس کو کچھ نہیں بتایا بس اسے کہا کہ وہ ایک پل کی بھی دیر نہ کرے۔

"ماں میں جا رہا ہوں اپنا خیال رکھنا۔" اویس نے روحا کے ساتھ تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے اونچی آواز سے کہا۔

"بھئی آخر کیا معاملہ ہے کچھ تو بتاؤ۔" اویس نے روحا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں راستے میں سب بتا دوں گی۔" یہ کہہ کر روحا نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

روحا نے اویس کو سب کچھ بتایا تو خوف اور پریشانی سے اویس کے پسینے چھوٹ گئے۔ روحا کی طرح اس کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور اس کا چہرہ اتر گیا لیکن روحا کو حوصلہ دینے کے لئے اس نے خود کو سنبھالا۔

"روحا! تم نے کیا کہا تھا کہ اگر ہم اس خوفناک راستے پر چل ہی پڑے ہیں تو ہم

حوصلے کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں کون سا قبرستان نظر آیا تھا۔"

"اویس! اسی بات کا تو غم ہے کہ مجھے یہ نہیں علم کہ وہ کون سا قبرستان تھا البتہ ہم اس شہر کے سارے قبرستانوں میں جائیں گے جب میں اس قبرستان میں داخل ہوں گی تو اسے پہچان لوں گی۔ وہ قبرستان جس علاقے میں ہے۔ وہ علاقہ کچی آبادی پر مشتمل ہے۔" پھر کچھ سوچتے ہوئے روحا کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "اجے کی گھٹی گھٹی آوازیں تو اس کے زندہ دفن ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی بند ہو گئی تھیں لیکن اگر اس میں کوئی سانس باقی بھی ہو تو اب تک وہ..........." یہ کہہ کر روحا رونے لگی۔

"روحا پلیز! خود میں حوصلہ پیدا کرو اس خوفناک حقیقت کا ہمیں حوصلے سے سامنا کرنا ہو گا۔" اویس نے روحا کو سمجھایا اور خود اندر ہی اندر اپنی اور روحا کی بے بسی پر کڑھنے لگا کہ وہ دونوں سب کچھ جاننے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ دونوں اتنے انسانوں کا قتل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر اویس نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے روحا کے چہرے کی طرف دیکھا اور دل میں سوچنے لگا۔

"اگر اس مسئلے میں کسی پیر فقیر کو لایا جائے تو وہ سب اس خوفناک بلا تک پہنچنے کے لئے روحا کو وسیلہ بنائیں گے۔" اویس کو شدت سے اپنی اور روحا کی خود غرضی کا احساس ہو رہا تھا لیکن وہ روحا کو کس طرح اس خودکشی کا مشورہ دیتا۔ ان دونوں نے کئی قبرستان دیکھے لیکن انہیں وہ جگہ نہیں ملی جو روحا نے دیکھی تھی۔ وہ دونوں بہت دور تک پھرے۔ بالآخر ان کی گاڑی اس کچے علاقے تک پہنچ ہی گئی۔

دن کی تیز روشنی شام کی دھیمی دھیمی روشنی میں تبدیل ہو چکی تھی روحا کی گاڑی اس کچی آبادی تک پہنچی تو روحا نے چونک کر کہا۔ "اویس! مجھے یہ وہی جگہ لگتی ہے..........." یہ کہہ کر روحا گاڑی چلاتی رہی۔ تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کی گاڑی کی لائٹ ایک دیوار پر پڑی .... "وہ دیکھو اویس! قبرستان کی دیوار" روحا نے سہمے سہمے لہجے میں کہا۔

وہ دونوں گاڑی سے نیچے اترے اویس نے گاڑی سے اپنی ٹارچ نکال لی۔

روحا اور اویس نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا خوف اور دہشت سے ان کے رنگ فق ہو گئے تھے۔ انہوں نے حوصلے کا ایک لمبا سانس کھینچا اور ٹارچ لے کر قبرستان میں داخل ہو گئے۔

رات کی سیاہ تاریکی نے قبرستان کو مزید دہشت ناک بنا رکھا تھا اویس روحا کو لے کر ٹارچ کی مدد سے آگے بڑھ رہا تھا۔ خوف سے ان دونوں کے حلق خشک ہو رہے تھے۔ ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ رات کی اس خوفناک تاریکی میں ڈوبی ہوئی قبروں سے انہیں اس طرح کا خوف آ رہا تھا۔ جیسے ان قبروں سے کوئی چیز باہر آ جائے گی۔ اویس ہر قبر پر ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا کہ کون سی قبر تازہ ہے۔ ایک عجیب سا خوف ان کی رگوں میں سرایت کر رہا تھا جس سے ان کا حوصلہ ٹوٹتا جا رہا تھا۔ ہر قدم پر انہیں یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی ان کے پیچھے ہے۔ وہ جھٹکے سے پیچھے دیکھتے تو ان میں آگے دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوتا لیکن پھر وہ خود میں حوصلہ پیدا کرتے اور آگے بڑھتے۔ ان کے ارد گرد کسی پُراسرار مخلوق کے اثرات تھے کہ ان کا دل انتہائی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ جس سے انہیں ایک عجیب سی گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو حوصلہ دیتے ہوئے چلتے جا رہے تھے کہ ایک دم ان کی ٹارچ کی روشنی ایک ایسی قبر کے اوپر پڑی جو ایک طرف سے ٹوٹی ہوئی تھی اور اس کے اس ٹوٹے ہوئے حصے سے قبر کا اندرونی حصہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ خستہ حال قبر کے ٹوٹے ہوئے حصے پر جوتے کا نشان تھا۔

روحا نے وہ قبر دیکھی تو وہ لرز کر رہ گئی۔ "یہی ہے وہ قبر جہاں اجے کا پاؤں دھنسا تھا۔"

روحا کا یہ جملہ سن کر اویس نے اس قبر سے تھوڑے سے فاصلے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تو ایک تازہ قبر ان دونوں کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ وہ دونوں سر تا پا منجمد ہو گئے۔ روحا نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس قبر کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی۔ اویس نے سہمے سہمے انداز سے روحا کی طرف دیکھا۔ اویس کا پورا چہرہ پسینے سے تر

تھا۔ اس کے دل کو اتنی گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

اویس نے روحا کا ہاتھ تھاما۔ "روحا! تم حوصلہ رکھنا۔ میں یہ قبر کھودنے لگا ہوں۔ تم حوصلہ چھوڑ دو گی تو میرا حوصلہ بھی ٹوٹ جائے گا۔"

روحا خاموشی سے اویس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ خوف اور دہشت سے اس کے پاس الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے کہ وہ اویس کو اس خوفناک کام کے لئے حوصلے دے سکے۔

اویس ٹارچ سے قبرستان میں اس قبر کو کھودنے کے لئے کوئی چیز ڈھونڈنے لگا کہ اچانک اسے ایک درخت کے قریب کوئی لوہے کی چیز نظر آئی۔ اس نے اسے قریب سے دیکھا تو وہ بیلچہ تھا اویس نے وہ بیلچہ اٹھایا اور روحا کی طرف بڑھا۔ اس نے روحا کو ٹارچ پکڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ لو ٹارچ! تم مجھے روشنی دکھانا۔ میں یہ قبر کھودتا ہوں۔"

روحا نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ٹارچ پکڑی۔ اس کی سہمی ہوئی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف موجزن تھا۔

اویس نے حوصلے کا ایک لمبا سانس کھینچا اور قبر کو کھودنا شروع کر دیا۔ روحا اسے روشنی دکھا رہی تھی۔ اویس جوں جوں قبر کھودتا جا رہا تھا۔ روحا کا حلق خشک ہوتا جا رہا تھا۔

قبرستان میں ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اویس تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اپنے چہرے سے پسینہ پونچھتا مگر خوف اور گھبراہٹ سے اس کے بازوؤں میں صحیح زور نہیں آ رہا تھا۔ اس کے باوجود اپنے جسم کی تمام طاقتیں یکجا کر کے قبر کھود رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک بیلچہ چلاتا رہا پھر ایک دم اس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ بیلچہ ایک انسانی ہاتھ سے ٹکرایا تھا۔ جو اس مٹی کے نیچے دھنسا ہوا نظر آ رہا تھا۔

روحا نے اویس کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھا تو وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "کیا ہوا اویس؟"

اویس نے گھبرا کر روحا کی طرف دیکھا۔ اویس کا چہرہ خوف سے اترا ہوا تھا۔ اس نے

اپنا حلق تر کیا اور ہاتھوں سے اس جگہ سے مٹی پیچھے کرنے لگا کہ ایک دم اویس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور اس نے اپنی آنکھیں اپنے بازو سے ڈھانپ لیں۔

اجے کی لاش ان دونوں کی آنکھوں کے سامنے تھی روحا کا اپنے دل و دماغ پر اختیار نہیں رہا۔ وہ اس طرح چیخ چیخ کر رونے لگی کہ پورے قبرستان میں اس کی چیخ و پکار گونجنے لگی۔ وہ اونچی اونچی آواز میں چیخنے لگی۔

"صمصام! تم اور کتنے خون کرو گے۔ تمہاری یہ خون کی پیاس کب ختم ہو گی۔ اگر اب بھی تمہاری یہ پیاس نہیں بجھی تو میں یہاں کھڑی ہوں۔ میرا خون پی لو۔" روحا کی پاگلوں کی سی کیفیت ہو گئی۔

اویس روحا کی طرف بڑھا۔ "روحا خود کو سنبھالو۔" اویس روحا کو حوصلہ دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک دم ان کے کانوں میں پھڑپھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ روحا روتے روتے ایک ہچکی کے ساتھ خاموش ہو گئی اور خوف سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

قبرستان کی اس خوفناک تاریکی میں ایک طرف اجے کی لاش تھی اور دوسری طرف پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز۔ خوف اور دہشت سے ان دونوں کا دل ڈوبا جا رہا تھا کہ ایک دم ایک بھیانک چیل ہوا کو چیرتی ہوئی ایک خوفناک چنگھاڑ کے ساتھ اجے کی قبر کی طرف بڑھی اور اس کی قبر کے اوپر جا بیٹھی۔

روحا نے ٹارچ کی روشنی چیل پر ڈالی۔ روحا نے اس خونخوار چیل کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں کو کچھ ہونے لگا۔ اس کے جسم کو ایک عجیب سی کپکپاہٹ محسوس ہونے لگی۔ جیسے اسے اس چیل میں کوئی بھیانک روپ دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ اس طرح کی ہی کیفیت اویس کی بھی تھی۔ وہ جوں جوں ٹارچ کی روشنی اس چیل پر ڈال رہا تھا۔ ایک انجانا سا خوف اس کی رگوں میں سرایت کرتا جا رہا تھا۔ ایک دم وہ خونخوار چیل اپنی جگہ سے اڑی اور اپنے تیز دھار والے پروں سے ہوا کو چیرتے ہوئے ان دونوں کی طرف بڑھی۔ چیل اویس کے قریب سے اس طرح گزری کہ اس نے خونی پنجوں سے اویس کی ٹارچ کو ایک جھٹکا دیا اور اویس کی ٹارچ زمین پر گر کے بجھ گئی۔ یکلخت سب کچھ اس سیاہ

تاریکی میں ڈوب گیا۔ اویس اور روحا کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"روحا! تم میرے قریب ہی ہو ناں۔" گھپ اندھیرے میں اویس کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔

"ہا..........ہا.......... ہاں میں یہیں ہوں۔" روحا نے اویس کی آواز سے اندازہ کرتے ہوئے آگے بڑھ کر جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

انہیں اپنے اردگرد ایک ایسے خوف کا احساس تھا کہ انہیں اپنے ہاتھوں پیروں میں ایک عجیب سی کپکپاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ انہیں ہر لمحہ ہر موڑ پر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ایک دم کوئی خوفناک مخلوق ان کے سامنے آ کھڑی ہو گی۔ یا پھر موت انہیں کسی نہ کسی شکل میں پنجوں میں جکڑ لے گی۔ خوف کے اس احساس سے ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ ان کے جسم بے جان ہو رہے تھے۔ وہ دونوں سہمے سہمے انداز سے آگے بڑھتے ہوئے اپنے پیروں سے اس ٹارچ کو ڈھونڈ رہے تھے کہ ایک دم اویس کا پیر اس ٹارچ سے ٹکرایا۔ اویس نے جھک کر اس سخت چیز کو ہاتھ لگایا تو وہ واقعی ان کی ٹارچ تھی۔ اویس نے پھرتی سے وہ ٹارچ اٹھائی اور اسے دوبارہ جلا دیا۔

اویس نے ٹارچ کی روشنی اجے کی قبر پر ماری تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ روحا کے حلق سے ایک خوفناک چیخ نکلی۔ اجے کی لاش غائب تھی۔ اویس نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے اس ٹارچ کو چاروں طرف گھمایا لیکن اجے کی لاش کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اویس اور روحا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بدحواسی میں الٹے قدموں سے پیچھے کی طرف سرکنے لگے۔ پھر ایک دم انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور تیز قدموں سے چلتے ہوئے قبرستان سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ قبرستان سے باہر نکلنے میں انہیں بہت دیر لگ گئی۔

وہ دونوں اس خوفناک قبرستان سے باہر نکلے تو ان دونوں کا سانس پھولا ہوا تھا۔ ان کے پورے وجود میں ایک نڈھالگی سی تھی۔ ان کے ذہنوں میں ان خوفناک واقعات

کاسامنا کرنے کی اہلیت کم ہوتی جا رہی تھی۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔

اویس تیزی سے گاڑی چلاتا ہوا روحا کے گھر تک پہنچا۔ وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو شاکرہ پریشان ہو کر ان کی طرف بڑھی۔ ان دونوں کے چہروں کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ شاکرہ نے آگے بڑھ کر روحا کا ہاتھ چھوا تو روحا بخار میں تپ رہی تھی۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔" شاکرہ نے روحا کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ان دونوں کے اترے ہوئے چہروں کی طرف دیکھا۔

"اور تم دونوں اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ تمہارے چہرے اس طرح فق کیوں ہیں؟ ادھر آؤ۔ یہاں آ کر بیٹھو۔" شاکرہ نے روحا کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں سہمے سہمے سے انداز میں صوفے پر براجمان ہو گئے۔

شاکرہ گھبرائی ہوئی کیفیت میں ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"میرا دل بیٹھا جا رہا ہے تم دونوں کہاں گئے تھے۔ ایسی کیا بات ہے جو تم لوگ اتنے گھبرائے ہوئے ہو اور یہ روحا کو ایکدم بخار کیوں چڑھ گیا؟" شاکرہ نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

روحا نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ شاکرہ کو کیا بتائے۔

اویس نے شاکرہ کی طرف دیکھا۔ "آج ایک اور معصوم انسان اس خوفناک بلا کے ظلم کی بھینٹ چڑھ گیا۔" اویس کی زبان سے یہی جملہ ادا ہو سکا اور کچھ بتانے کی اس میں ہمت نہ پڑی۔

اویس کی بات سن کر شاکرہ کی آنکھوں میں سرخی جھانکنے لگی۔ اس نے گلوگیر آواز میں پوچھا۔ "تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"اجے کی!" اویس نے آنکھیں جھکاتے ہوئے بیٹھی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ میرے خدایا!" شاکرہ نے اپنی آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھ لیا۔ تھوڑی دیر کے

بعد اس نے اپنی آنکھوں کے آگے سے ہاتھ اٹھایا تو اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ پھر اس نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے اویس کی طرف دیکھا۔

"اویس! تم اور روحا اس خوفناک معاملے سے دور نہیں ہو سکتے۔ خدانخواستہ تم لوگوں کی زندگی کو کوئی خطرہ............"

ابھی الفاظ شاکرہ کے منہ میں تھے کہ روحا نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اگر ہم چاہیں بھی تو اس خوفناک معاملے سے دور نہیں ہٹ سکتے۔ میں تو اس خوفناک راستے پر اکیلی کھڑی تھی لیکن اویس نے میرے ساتھ قدم خود ملایا ہے۔ اس بھیانک راستے پر جو موت کی وادیوں میں جاتا ہے۔ ابھی ہم نے تین معصوم لوگوں کو تڑپ تڑپ کے جان دیتے دیکھا ہے۔ میری ان آنکھوں نے اس خونخوار مخلوق کو بے بس لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے دیکھا ہے اور اب مجھے اور اویس کو اپنی زندگی کی پرواہ نہیں رہی۔ ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم مل کر کوئی ایسا طریقہ ڈھونڈیں گے جس سے لوگوں کی زندگیاں اس خوفناک مخلوق سے محفوظ ہو جائیں۔"

"نہیں روحا! وہ خوفناک مخلوق تو اتنی بھیانک ہے کہ اس کے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے۔ تم دونوں نے یہ فیصلہ اس سے مقابلے کا نہیں' ایک بھیانک انداز میں اپنی موت کا کیا ہے۔" شاکرہ نے ان دونوں کو سمجھایا۔

"آپ شاید ٹھیک کہتی ہیں لیکن امید کا دامن تو انسان کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کوئی تو ایسا طریقہ ہو گا جس سے اس خوفناک مخلوق سے لوگوں کو بچایا جا سکے۔" یہ کہہ کر روحا دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ "اگر کوئی عامل اس کے ذریعے صمصام تک پہنچنا چاہے تو وہ کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے گی۔"

"روحا! جو کچھ بھی ہوا۔ فی الحال تم اس کے متعلق کچھ نہ سوچو۔ کیونکہ تمہیں بخار ہے۔ دوا کھاؤ اور سو جاؤ۔" یہ کہہ کر اویس نے شاکرہ کی طرف دیکھا اور آنکھوں آنکھوں میں اسے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "آنٹی آپ روحا کا خیال رکھنا اور اسے کہیں بھی اکیلے نہ جانے دینا۔ میں گھر جا رہا ہوں۔ گھر میں سب لوگ پریشان ہوں گے۔" یہ کہہ کر

اویس کمرے سے باہر نکلا تو شاکرہ اس کے پیچھے پیچھے باہر تک چلی گئی۔ اویس باہر گیٹ کے قریب پہنچا تو شاکرہ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"اویس! میں روحا کے سامنے اس موضوع پر زیادہ بات نہیں کرتی لیکن بیٹا یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

"آنٹی! جب انسان پر ایسا وقت آ جائے تو ہمت ہارنے کی بجائے اسے اپنے دل کو مضبوط کر لینا چاہئے۔ آپ زیادہ سے زیادہ اللہ کا کلام پڑھا کریں اور قرآن شریف کی مختلف آیتیں پڑھ کر روحا پر پھونک مارا کریں۔ اللہ کے نام میں بہت برکت ہے۔" اویس شاکرہ کو سمجھا رہا تھا۔

شاکرہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔"اویس! کتنی تعجب کی بات ہے کہ وہ خوفناک مخلوق گھنشیامی کے گھر کے افراد کو ایک ایک کر کے اپنے ظلم کا شکار بنا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس بھیانک روح کا گھنشیامی کی فیملی سے کوئی تعلق ہو۔"

"آنٹی اس طرح کی غیبی چیزوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ گھنشیامی کی فیملی آج اس کے ظلم کی زد میں ہے لیکن اس کی فیملی کو ختم کرنے کے بعد اسے انسانی خون کی پیاس کسی دوسرے انسان تک لے جائے۔ وہ دوسرا انسان آپ اور میں بھی ہو سکتے ہیں لیکن آپ یہ اطمینان رکھیں کہ اس کا شکار روحا نہیں ہو سکتی۔" اویس نے شاکرہ سے کہا۔

شاکرہ خاموشی سے اویس کی بات سنتی رہی اور پھر تشنگی کی کیفیت میں بولی۔ "روحا نے صحرا میں اسے ایک انسانی روح کی شکل میں دیکھا تھا اور پھر اس کے یہ خوفناک روپ اور پھر دہشت ناک اموات' یوں لگتا ہے۔ جیسے ہماری عقل اس خوفناک طاقت کے پُراسرار رازوں کو چھو نہیں سکتی۔"

"کوئی آسیب یا کوئی بھی عجیب الخلقت مخلوق کتنی ہی خوفناک اور کتنی ہی طاغوتی طاقتوں کی حامل کیوں نہ ہو۔ خدا نے اس کے انجام کا کوئی نہ کوئی راستہ رکھا ہوتا ہے لیکن ہم اس لئے بے بس ہیں کہ ہمیں وہ راستہ نہیں مل رہا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ خدا پر

بھروسہ رکھیں۔" یہ کہہ کر اویس وہاں سے چلا گیا۔

☆======☆======☆

گھنشیامی اپنے عمل میں مست تھا۔ وہ عمل کے ذریعے اجے کی خیریت معلوم کر رہا تھا لیکن اس کا عمل ہر بار اس کے گھر کی طرف اشارہ کرتا۔ گھنشیامی بار بار اپنے عمل کو دہرا رہا تھا لیکن ہر بار اس عمل میں اس کی اس حویلی کی طرف اشارہ ہو رہا تھا۔ جہاں وہ اور کلپنا رہ رہے تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر گھنشیامی نے اپنا عمل ترک کر دیا اور اپنی جگہ پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس نے تعجب سے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ اس کے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں اجے حویلی میں نہ آ گیا ہو۔ اس خیال کے ساتھ ہی وہ اپنے کمرے سے باہر نکلا اور حویلی کے سارے کمروں میں اجے کو ڈھونڈنے لگا۔ وہ کلپنا کے پاس گیا تو اس نے کلپنا کو ایسا کوئی تاثر نہیں دیا۔ گھنشیامی نے حویلی کے سارے کمرے چھان مارے لیکن اجے حویلی میں نہیں تھا۔ گھنشیامی پریشانی کی کیفیت میں اپنے پُراسرار کمرے میں آیا۔ صرف اس کا یہی کمرہ تھا جہاں اس نے اجے کو صحیح طور پر نہیں ڈھونڈا تھا۔ گھنشیامی اپنے کمرے میں پڑے ہوئے بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے جھانکتا ہوا ناگ دیوتا کے مجسمے کے پیچھے گیا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اس کا دل کسی نے اپنی مٹھی میں بھینچ کر پاش پاش کر دیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جیتا جاگتا اجے نہیں' اس کی لاش تھی۔

گھنشیامی کی آنکھیں دہک رہی تھیں۔ اس کی جان اس کے حلق میں اٹک کے رہ گئی۔ اس کا دل و دماغ اس خوفناک حقیقت کو قبول نہیں کر رہا تھا کہ اس کا جان سے پیارا بیٹا اجل کی بانہوں میں چلا گیا ہے۔ اس کے پورے جسم میں ایک رقت طاری ہو گئی۔ وہ اپنے ڈھیلے جسم کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی دہکتی ہوئی آنکھیں اجے کے چہرے پر گاڑ رکھی تھیں۔ وہ اجے کی موت میں اس خوفناک طاقت کو دیکھ رہا تھا۔ جو مختلف روپ دھار کے اس کے گھر والوں کو ایک ایک کر کے اس سے چھین رہی تھی۔ گھنشیامی ایک طرف بیٹے کی جدائی میں تڑپ رہا تھا اور دوسری طرف انتقام کی آگ میں

سلگ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لئے اور زور زور سے چیخنے لگا۔ اس کی چیخ و پکار کی آواز سن کر کلپنا دوڑتی ہوئی اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ ابھی وہ کمرے میں داخل ہی نہیں ہوئی تھی کہ اس کے سر پر سے ایک قیامت گزر گئی۔ گھنشیام اجے کی لاش کو اپنی بانہوں میں اٹھائے اس کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا۔

گھنشیام اجے کی لاش کو بانہوں میں اٹھائے کلپنا کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا اور کلپنا پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

"کیا ہوا میرے لال کو۔ تم مجھے کچھ بتا کیوں نہیں رہے؟"

گھنشیام کلپنا کے کمرے میں داخل ہوا اور اجے کی لاش کو بیڈ پر لٹا دیا۔

کلپنا تڑپتی ہوئی اجے کی طرف بڑھی اور اس کا چہرہ چومنے لگی۔

"یہ کچھ بولتا کیوں نہیں۔ یہ اس طرح بے ہوش کیوں ہے۔ اس کا جسم اس طرح سرد کیوں پڑ گیا ہے؟" کلپنا روتے روتے اس کا سانس چیک کر رہی تھی۔

گھنشیام نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے کلپنا کی طرف دیکھا اور گلوگیر آواز میں بولا۔ "کلپنا خود کو سنبھال۔ اجے ہمیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

یہ الفاظ گھنشیام کی زبان سے ادا ہی ہوئے تھے کہ کلپنا کو اپنی ہوش نہ رہی۔ وہ چیخ چیخ کر اجے کی لاش کو جھنجھوڑنے لگی۔

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میرا بیٹا ابھی اٹھے گا اور مجھ سے لپٹ جائے گا۔" لیکن پھر اس کا دل موت کی اس بھیانک حقیقت سے زیادہ دیر دور نہ رہ سکا اور وہ اپنے بیٹے کی لاش سے لپٹ کر سسک سسک کر رونے لگی۔

گھنشیام اس صدمے کے شکنجے میں منجمد سا بنا بیٹھا تھا۔ کچھ دیر کے بعد کلپنا کے سسکنے کی آواز بند ہو گئی۔ اس کے حلق سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ گھنشیام نے سوچا کہ شاید وہ غم سے نڈھال ہو گئی ہے لیکن جب زیادہ دیر وہ اسی کیفیت میں رہی تو گھنشیام نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کیا۔ تو وہ بے سدھ سیدھی گر پڑی۔ اس کے دل کی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔ کلپنا اپنے بیٹے کے ساتھ موت کی دنیا میں جا چکی

تھی۔

گھنشیام غم کی شدت سے بکھر گیا۔ اس کے پاس تو رونے کے لئے آنسو بھی نہ رہے تھے۔ وہ گناہوں کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا لیکن اس کی خوشیاں اور اس کا سکون ان خونی رشتوں سے منسوب تھا جن میں سے آج کوئی بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ آج کسی بھی قسم کی پُراسرار طاقتیں اس کا حوصلہ نہیں بن سکتی تھیں۔ آج وہ ایک ٹوٹا ہوا ایک بے یار و مددگار انسان تھا۔

کچھ ہی دیر بعد اس کی یہ محرومی اور شکستگی اس کی رگوں میں لاوا بن کے دوڑنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں انگارے دہکنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کلپنا اور اجے کی لاشوں کے اوپر رکھے۔

"مجھے سوگند ہے تمہارے خون کی سونو اور ستالی کی۔ جس طرح اس خوفناک مخلوق نے تم لوگوں کو تڑپا تڑپا کے مارا ہے۔ میں اسے بھی ایسے ہی ختم کروں گا۔ چاہے مجھے اس تک پہنچنے کے لئے بڑے سے بڑے امتحان سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔"

☆======☆======☆

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ روحا اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی اس نے کمرے کی لائٹ بند کر رکھی تھی تاکہ شاکرہ سمجھے کہ وہ سو رہی ہے۔ زیرو واٹ کی ملگجی سی روشنی سے کمرے میں خفیف سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ روحا کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ دوائیاں لینے کے بعد اس کا بخار اتر چکا تھا لیکن اس کا سر بہت بوجھل بوجھل سا تھا۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے اس کے ذہن کا جھکاؤ بار بار ان خوفناک واقعات کی طرف جا رہا تھا۔ روحا کا ذہن جن کی حقیقت سمجھنے سے قاصر تھا۔ جب بھی روحا کو ان خوفناک واقعات کا خیال آتا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے معصوم لوگوں کے سسکتے ہوئے چہرے اور صمصام کے بھیانک روپ آ جاتے' جس سے وہ سر تا پا کانپ کے رہ جاتی لیکن یہ ڈر یہ خوف اسے صمصام کے بھیانک روپ کے متعلق سوچنے سے روک نہیں سکتا تھا۔ صمصام کے اس دہشت ناک روپ کی زد میں آنے والے لوگوں کی چیخ و پکار اس کی سانسوں میں سما گئی

تھی۔ ان بھیانک اموات نے اس کے دل کو بھی ایک قبرستان بنا دیا تھا۔ اس کی آنکھوں اور اس کے چہرے پہ ایک عجیب سی ویرانی تھی۔

روحا کافی دیر تک کچھ سوچتی رہی اور پھر وہ بستر سے اتر کر ایک چھوٹے سے میز کی طرف بڑھی جو کمرے کے ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ اس ٹیبل پر ایک ٹیبل لیمپ اور روحا کی خاص خاص کتابیں اور ایک پین رکھا ہوا تھا۔ اس ٹیبل کے ساتھ ہی ایک کرسی پڑی ہوئی تھی۔ روحا نے ٹیبل لیمپ روشن کیا اور کرسی کو میز کی طرف کھسکاتے ہوئے اس کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی ڈائری کھولی اور پین اٹھایا۔ ان خوفناک واقعات کے بڑے پہلوؤں کو دہرانے لگی اور پھر ان پُراسرار واقعات کو اپنی ڈائری میں لکھنے لگی۔ وہ جوں جوں ڈائری میں کچھ لکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن کا بوجھ بجائے کم ہونے کے بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ شدید ذہنی تناؤ کی کیفیت میں لکھ رہی تھی۔ "جب صمصام نے مجھے آنکھیں دیں تو وہ ایک جیتا جاگتا انسان تھا۔ پھر وہ راکھ کے سیاہ بھنور میں کیسے بدل گیا۔ یہ بھی اس کے اس روپ کی پُراسراریت ہے کہ مجھے ان آنکھوں سے اس کا ہر وہ بھیانک روپ دکھائی دیتا ہے جس میں وہ معصوم لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتا ہے۔ صحرا میں' میں نے اسے ایک انسانی روح کی شکل میں دیکھا ہے۔ اتنے حقائق جاننے کے باوجود میں اس کی اصل حقیقت نہیں جان سکی اور نہ ہی میں اور اولیس کچھ ایسا کر سکتے ہیں۔ جس سے لوگوں کو اس بدروح کے خونخوار روپ سے بچایا جا سکے۔ ہم اتنے بے بس کیوں ہیں؟ وہ گھنشیامی کے گھر کے افراد کو ایک ایک کر کے اپنے ظلم کا نشانہ کیوں بنا رہا ہے گھنشیامی اور کلپنا کا کچھ نہیں پتا کہ وہ کہاں ہیں۔ انہیں اجے کے بارے میں کس طرح بتایا جائے۔"

یہ سب باتیں لکھتے لکھتے روحا کا ذہن مزید الجھ گیا۔ کیونکہ اس کے پاس ایسی کوئی صورت نہیں تھی جس سے وہ اپنے ان سوالوں کے جواب ڈھونڈ سکے۔ اس نے اپنی ڈائری بند کی اور ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے اپنے بیڈ کی طرف بڑھی اور اپنے بستر پر بے سدھ گر پڑی۔ اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ اس کے ذہن میں تمام خوفناک واقعات تازہ ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نیند بھی نہیں تھی۔ جس سے وہ ان بھیانک

مناظر سے فرار حاصل کر سکے۔ یونہی بے چینی سے کروٹیں بدلتے بدلتے کب رات گزر گئی مگر اسے احساس تک نہ ہوا۔ جب فجر کی اذان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ تب اسے معلوم ہوا کہ صبح ہونے والی ہے۔ اس نے اٹھ کر نماز ادا کی تو اس کے ذہن کو ایک عجیب سا سکون ملا۔ نماز پڑھنے کے بعد اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں اور وہ سو گئی۔

صبح روحا ناشتے کی میز پر آئی تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ شاکرہ نے روحا کو اس طرح دیکھا تو وہ سخت پریشان ہوئی۔ روحا نے تذبذب کی کیفیت میں ناشتہ کیا اور ناشتہ کرتے ہی اپنا بیگ لٹکائے کھڑی ہو گئی۔

"امی جان! میں ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں۔"

شاکرہ نے پریشان کن لہجے میں پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو۔ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ تم اس طرح اکیلی مت جاؤ۔"

"اوہ! امی کچھ نہیں ہوتا مجھے۔ آپ گھر پر رہیں۔ میں جلدی آ جاؤں گی۔" روحا نے شاکرہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بس میں نے کہہ دیا ہے کہ تم اکیلی کہیں نہیں جاؤ گی۔ ایسا بھی کون سا ضروری کام ہے جو تم اپنی ماں کی بات نہیں مان سکتی۔" شاکرہ نے کرخت لہجے میں کہا۔ تو روحا نے اس کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں۔

"امی آپ فکر نہ کریں۔ میں جلدی گھر آ جاؤں گی۔"

افتخار بھی وہاں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ وہ ہر بات سے لاعلم تھے۔ وہ شاکرہ سے مخاطب ہوئے۔ "کیا ہو گیا ہے شاکرہ۔ اس کا اتنا دل چاہ رہا ہے تو جانے دو اسے۔ اپنے ذہن میں الٹے سیدھے وہموں کو جگہ بنانے مت دیا کرو۔ شہر میں کچھ اموات کیا ہوئی ہیں' تم نفسیاتی مریضہ ہی بن گئی ہو۔ اگر زیادہ پریشان ہوتی ہو تو میں روحا کو اپنی گاڑی میں چھوڑ آتا ہوں اور پھر خود ہی اسے پک بھی کر لوں گا۔" افتخار نے ہاتھ میں اخبار اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا! ٹھیک ہے لیکن روحا اپنا خیال رکھنا اور جلدی گھر آنا۔ تم جب تک گھر نہیں آؤ گی۔ میری جان پر بنی رہے گی۔" شاکرہ نے روحا کو سمجھایا۔

"ٹھیک ہے ممی! میں جلدی آ جاؤں گی۔ مجھے اپنی فرینڈ سے ایک ضروری کام ہے۔" شاکرہ سے یہ کہہ کر روحا افتخار سے مخاطب ہوئی۔ "ڈیڈی آپ مجھے چھوڑ آئیں۔"

افتخار نے اخبار میز پر رکھا اور کھڑا ہو گیا۔ "چلو بیٹی!" یہ کہہ کر افتخار روحا کے ساتھ ساتھ چل دیا۔

افتخار کار ڈرائیو کر رہا تھا اور روحا اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ روحا نے افتخار کو اس جگہ کی قریب تر جگہ کا نام بتا دیا تھا۔ جہاں اسے جانا تھا۔ افتخار نے کافی فاصلہ طے کر لیا تو اس نے روحا سے پوچھا۔

"بیٹی یہاں تمہاری کون سی سہیلی رہتی ہے؟"

"ایک ہے ڈیڈی! میری اس سے کوئی اتنی گہری دوستی نہیں ہے۔ بس مجھے اس سے کچھ نوٹس چاہئیں۔" روحا نے افتخار کی بات کا نامکمل سا جواب دیا۔

ایک طویل وقت کے بعد افتخار کی گاڑی اس جگہ پہنچ گئی جہاں کا روحا نے اسے بتایا تھا۔ افتخار نے گاڑی روک لی۔ روحا گاڑی سے باہر نکلی اور افتخار سے مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ "آپ کوئی آدھے گھنٹے کے بعد مجھے لینے آ جانا۔ میں نے زیادہ دیر نہیں بیٹھنا۔"

"بیٹی اگر تم پندرہ بیس منٹ میں فارغ ہو جاؤ گی تو میں تمہارا انتظار کر لیتا ہوں۔"

"ن.........نن.........نہیں ڈیڈی۔ آپ کا وقت بھی برباد ہو گا اور کیا پتا وہ مجھے کچھ دیر اور ٹھہرنے پر مجبور کر دے۔" روحا کے چہرے پر گھبراہٹ کے تاثرات آ گئے۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔" یہ کہہ کر افتخار وہاں سے چلا گیا۔

روحا جہاں جانا چاہتی تھی۔ وہ جگہ اس جگہ سے بہت فاصلے پر تھی۔ جہاں وہ اتری تھی۔ روحا کافی دور تک پیدل چلتی رہی۔ پھر ایک بڑے سے میدان سے گزرنے کے بعد روحا کو وہ گھر دکھائی دینے لگا۔ جہاں روحا کو جانا تھا۔ یہ گھر صمصام کا تھا۔

روحا گھر کے اندر داخل ہوئی تو ایک خوف اس کی رگوں میں سرایت کر گیا۔ وہ اس

گھر میں داخل ہونے سے پہلے بہت بہادر تھی لیکن اس گھر میں کچھ ایسا تاثر تھا کہ اسے اپنے اندر ایک عجیب سی دہشت محسوس ہو رہی تھی۔ روحا جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کا یہ خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ اس ویران اور سنسان گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ وہ اپنی سوچ کی مضبوط بیساکھیوں سے چل کر اس ویران گھر میں آ تو گئی تھی لیکن اس گھر میں داخل ہوتے ہی اسے اپنا آپ بہت کمزور محسوس ہونے لگا۔

وہ سہمے سہمے انداز سے اس گھر کے کمروں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ جس سے اس کے پورے وجود میں کپکپاہٹ پیدا ہو رہی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر قدم پر کوئی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ وہ خوف سے پیچھے مڑ کر دیکھتی تو پیچھے کوئی نہ ہوتا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی غیبی چیز اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ وہ اسی طرح سہمے سہمے انداز سے چلتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہو گئی جہاں اس نے اور اویس نے صمصام کے گھر والوں کی تصویریں دیکھی تھیں۔ روحا اپنے ہر خوف کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ روحا اس دیوار کے قریب گئی جہاں مختلف تصویریں چسپاں تھیں۔ ان تصویروں میں سب سے بڑی تصویر صمصام کی تھی۔

روحا دیوار پر لگی ہوئی ایک تصویر کو دیکھ رہی تھی جو حنا' نروز اور بلقیس کی تھی۔ روحا سوچ رہی تھی کہ شاید یہ صمصام کے گھر والوں کی تصویر ہے۔ ساتھ ہی اس نے صمصام کی تصویر کی طرف دیکھا تو وہ گہری سوچ میں پڑ گئی۔ وہ تصویر ایک ایسے لڑکے کی تھی جس کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر معصومیت تھی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

روحا سراسیمہ نگاہوں سے اس تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ یہ لڑکا اتنا بھیانک روپ کیسے دھار گیا۔ ابھی وہ اپنی سوچوں میں غلطاں تھی کہ یکایک گرم ہوا کے ایک شدید جھونکے سے اس کا پورا وجود کانپ اٹھا۔ روحا کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور

اس خالی گھر میں اس کی چیخ گونج اٹھی۔ وہ ڈری ڈری نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی لیکن اس کمرے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سنسناہٹ سے اس کا پورا وجود سرد ہو کر رہ گیا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بہت قریب ہے لیکن دکھائی نہیں دے رہا۔ اس کا حلق خشک ہو گیا۔ اس کے دل کو گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ روحا پانی کے لئے ترس رہی تھی لیکن خالی گھر میں پانی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ سہمی ہوئی آنکھوں سے ارد گرد دیکھ رہی تھی کہ کہیں اسے پانی نظر آ جائے کہ ایک دم اسے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس پانی سے بھرا ہوا جگ اور گلاس نظر آیا۔ روحا نے پانی دیکھا تو اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ نہ جانے کب سے یہ جگ یہاں پڑا ہے۔ وہ تیزی سے جگ کی طرف بڑھی اور کانپتے ہاتھوں سے پانی گلاس میں ڈالنے لگی۔ اس نے پانی سے بھرے گلاس کو تیزی سے منہ سے لگا لیا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی اس نے پانی پی کر گلاس ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہی تھا کہ ایک دم وہ گلاس اور جگ اپنی جگہ سے غائب ہو گئے۔

روحا الٹے قدموں سے چلتے ہوئے اس ڈریسنگ ٹیبل سے پیچھے ہٹ گئی۔ ابھی وہ خوف کے ان احساسات سے سہمی ہوئی تھی کہ ایک دم اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کمرے کے درمیان میں فرش پر ایک آگ سی بھڑک اٹھی۔ وہ آگ کیا بھڑکی کہ پورے کمرے کی فضا میں دہشت سرایت کر گئی۔ روحا کے حلق سے گھٹی گھٹی آوازیں ابھرنے لگیں۔

وہ آگ صرف آگ نہیں تھی' کسی خوفناک مخلوق کی موجودگی کی علامت تھی جس کی حرارت کچھ دیر پہلے روحا کو چونکا چکی تھی۔ روحا سکتے کی سی کیفیت میں آگ کو دیکھ رہی تھی۔ آگ بیک وقت کئی رنگ بدل رہی تھی۔ آگ میں سے خوفناک آوازیں ابھر رہی تھیں۔ پورے کمرے میں ان خوفناک آوازوں کا ایک شور برپا ہو گیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سی شیطانی اور آسیبی مخلوقات نے اس کمرے پر حملہ کر دیا ہے۔ روحا نے یہ خوفناک آوازیں سنیں تو وہ چیخنے لگی لیکن ان دہشت ناک آوازوں میں اس کی چیخیں معدوم ہو گئیں۔ روحا چیختی چلاتی نڈھال سی ہو کر اپنے بازوؤں کو سکیڑتے ہوئے کمرے

کے کونے میں جا دبکی۔

پھر یک لخت ہوا کے ایک تیز جھکڑ نے کمرے کی ساری کھڑکیاں کھول دیں اور کمرے میں ایک بھونچال سا مچا دیا۔ وہ خوفناک آگ ہوا کے اس تیز دباؤ سے اس طرح اِدھر اُدھر پھیلنے لگی جیسے وہ کمرے کی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

دہشت سے روحا کے سوچنے کی صلاحیت معدوم ہو گئی۔ وہ بجائے بھاگنے کے اس کمرے کے ایک کونے میں گٹھڑی کی طرح اکٹھی ہو کر بیٹھ گئی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں پر رکھ کر چیخنے لگی۔

چند ساعتوں کے بعد وہ خوفناک آگ غائب ہو گئی۔ اس کے ساتھ دہشت ناک آوازوں کا شور بھی ختم ہو گیا اور کمرے میں ایک سکوت چھا گیا۔ روحا اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ارد گرد دیکھنے لگی۔ خوفناک منظر اس کی آنکھوں سے غائب ہو چکا تھا لیکن اس کا ذہن کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کر رہا تھا۔

صبح کے دس گیارہ بجے ہوئے تھے۔ آسمان پر سیاہ بادل تہہ در تہہ اس طرح چھائے ہوئے تھے کہ صبح کی چلچلاتی دھوپ شام کی سی دھیمی دھیمی روشنی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں بادل ایک خوفناک آواز کے ساتھ گرجنے لگے اور پھر ان کی گرج کے ساتھ ساتھ روح کو ہلا دینے والی آسمانی بجلی بھی شامل ہو گئی۔ جس نے پوری فضا کو ہولناک بنا دیا۔

روحا پہلے ہی ہر قدم دل کو تھام تھام کے رکھ رہی تھی۔ اس خوفناک موسم نے اس کی دہشت کو مزید بڑھا دیا۔

روحا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے ہر قدم پر کوئی اس کے ساتھ ہے۔ روحا نے بہت حوصلے سے اس گھر میں آنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اس گھر میں کسی خوفناک طاقت کے ایسے اثرات تھے کہ اس کی روح کانپ اٹھی تھی۔

جس دیوار پر صمصام کی تصویر چسپاں تھی۔ اس کے قریب پڑے ہوئے ایک شیلف کے اوپر ایک ڈائری پڑی نظر آئی۔ روحا کی نظر اس پر پڑی تو وہ خود بخود اس ڈائری کی

طرف کھنچتی چلی گئی۔ روحا اس ڈائری کے قریب گئی تو ڈائری کے قریب ہی ایک پین پڑا ہوا تھا۔ وہ ڈائری کو دیکھ کر کچھ سوچ رہی تھی کہ ایک دم اس کا دایاں ہاتھ یوں حرکت کرنے لگا۔ جیسے اس کا ہاتھ اس کے عصبی کنٹرول سے باہر ہو گیا ہو۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے یہ ہاتھ اس کا نہیں کسی اور کا ہے اور کسی اور کی مرضی سے حرکت کر رہا ہے۔ روحا کو اپنے ہی ہاتھ سے خوف آنے لگا۔ اس کا ہاتھ اس لکڑی کے شیلف پر پڑے پین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ روحا گھٹے گھٹے سانس کے ساتھ اپنے ہی ہاتھ کو خوفزدہ ہو کر دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا۔ اس کے ہاتھ نے پین کو چھوا۔ شیلف پر پڑی ہوئی ڈائری خود بخود کھل گئی۔ روحا کے ہاتھ نے جو اب کسی غیبی طاقت کے اختیار میں تھا' اس ڈائری میں لکھنا شروع کر دیا۔

وہ پین چلنا شروع ہوا تو روحا کے ہوش اڑ گئے۔ اس پین میں سیاہی کی جگہ خون بھرا تھا اور اس خون سے وہ کچھ لکھ رہا تھا۔

بادلوں کی خوفناک گرج کے ساتھ آسمانی بجلی کی کڑکڑ کی آواز سے روحا کانپ کے رہ گئی کیونکہ اپنے ہاتھ کی وجہ سے وہ خود کو کسی خوفناک مخلوق کی زد میں محسوس کر رہی تھی۔ اس کا دل انتہائی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس کا ہاتھ جو اب کسی اور کی مرضی کا تابع تھا۔ ڈائری میں کچھ لکھتا ہی جا رہا تھا۔

کچھ دیر کے بعد روحا کے ہاتھ نے لکھنا بند کر دیا اور پھر ایک ہی ساعت میں اس کا ہاتھ اپنی نارمل حالت میں واپس آ گیا۔ جس کے ساتھ ہی روحا کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بہت ہی خوفناک چیز اس سے دور ہٹ گئی ہے۔ اس کے دل و دماغ سے بھی انجانا بوجھ اتر گیا تھا۔ پھر روحا نے کچھ سوچتے ہوئے اس صفحے کی طرف دیکھا۔

روحا نے وہ صفحہ پڑھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ اس صفحے پر صمصام کا وہ راز تھا جسے جاننے کے لئے روحا اور اویس نے اپنی نیندیں حرام کر لی تھیں۔ اس صفحے میں وہ کرب ناک واقعات تھے جن کی وجہ سے صمصام انسان سے ایک بھیانک بلا کا روپ دھار گیا۔

روحا جوں جوں وہ صفحہ پڑھ رہی تھی۔ اس کی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس کا

چہرہ تپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں پیروں سے حرارت نکل رہی تھی۔ تمام خوفناک واقعات کی حقیقتوں نے ایک صفحے میں سمٹ کر روحا کے دل و دماغ میں ایک بھونچال سا مچا دیا۔ اسے اب معلوم ہو گیا تھا کہ گھنشیامی اپنے بھگوان کو پوجنے والا پنڈت نہیں بلکہ شیطانی اور طاغوتی طاقتیں رکھنے والا ایک ایسا جادوگر ہے جو آسیبوں اور گندی آتماؤں کو خوش کرنے کے لئے ہر چھ ماہ کے بعد انسانی خون کی بلی دیتا تھا۔ روحا نے وہ سب کچھ بھی پڑھ لیا کہ کس طرح گھنشیامی نے صمصام گھر کے افراد کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا اور کس طرح صمصام نے ایک خوفناک عمل سے خود کو زندہ جلا کے راکھ کا یہ بھیانک روپ اختیار کیا تھا۔

روحا کا دل گھبرانے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں دہکنے لگیں۔ یہ بھیانک حقیقتیں اتنی کرب ناک تھیں کہ روحا کو ایک عجیب سی گھٹن ہو رہی تھی۔ روحا نے اس صفحے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا کہ وہ اس صفحے کو لے کر یہاں سے جلدی سے نکل جائے لیکن یہ دیکھ کر وہ ساکت ہو کر رہ گئی کہ اس صفحے پر لکھے ہوئے حروف اس کی آنکھوں کے سامنے غائب ہو گئے۔

روحا نے سراسیمہ نظروں سے ارد گرد دیکھا۔ اب وہ ایک بار پھر اس کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کر رہی تھی۔ اب روحا کے تاثرات پہلے سے بہت مختلف تھے۔ صمصام کے اتنے بھیانک روپ دیکھنے کے باوجود اس صفحے نے روحا کی سوچ کا رخ ہی بدل دیا۔ صمصام کی ذات اب اس کے لئے کسی دہشت کا سبب نہ رہی۔

وہ خود میں اور صمصام میں کوئی تعلق اس وقت بھی محسوس کرتی تھی جب اس کے ذہن میں صمصام کا خاکہ ایک دہشت ناک بلا کے علاوہ اور کچھ نہ تھا لیکن اب جب صمصام نے اسے اپنی زندگی کی ایک تلخ حقیقت میں شریک کر لیا تو اسے محسوس ہونے لگا کہ صمصام کے اور اس کے تعلق میں کوئی گہرائی ہے۔ اس صفحے کی آخری چند لائنیں گونج رہی تھیں۔

"میری یہ سوچ تھی کہ میں نے گھنشیامی سے اس کی ہر خوشی ہر محبت اس طرح چھیننی ہے جس طرح اس نے مجھ سے میری ساری خوشیاں اور ساری محبتیں چھینیں۔ اپنی

شیطانی طاقتیں بڑھانے کے لئے انسان کی بلی دینے والے شخص کو بھی پتہ چلے کہ جب کوئی اپنا بچھڑتا ہے تو اس کا غم کیسا ہوتا ہے۔ ایک بھیانک روپ لینے کے بعد میرے انسانی جذبے شیطانی اور طاغوتی طاقتوں میں بدل جاتے ہیں اور میں کس طرح کسی کو ختم کرتا ہوں مجھے کچھ علم نہیں ہوتا۔ ہاں صحرا میں یہ انسانی جذبے مجھے اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ میں انسانی روح ہوں اور میں اس صحرا میں ماضی کی تلخ اور کرب ناک یادوں کے ساتھ بھٹکتا رہتا ہوں۔ میں تم سے ایک بار پھر ملوں گا۔"

روحا کی نظریں فضا میں بھٹک رہی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ صمصام کسی نہ کسی روپ میں بس ایک بار اس کے سامنے آ جائے لیکن شاید وہ کوئی خاص وقت تھا جب صمصام نے اس کے سامنے آنا تھا۔ اس سے ایک بار اور ملنا تھا۔

افتخار کے آنے کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ روحا بوجھل بوجھل طبیعت کے ساتھ ویران گھر سے باہر آ گئی اور مریل قدموں سے اس جگہ کی طرف بڑھنے لگی جہاں افتخار کو پہنچنا تھا۔ روحا کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اس گھر سے اکیلی نہیں نکلی۔ کوئی اب بھی ہر قدم پر اس کے ساتھ ساتھ ہے لیکن روحا کو کوئی ایسی آواز یا حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ جس سے وہ اپنے اس وہم کو یقین میں بدل سکے۔

روحا افتخار کے قریب پہنچی تو وہ اس کا چہرہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ روحا کا چہرہ اس طرح اترا ہوا تھا جیسے نہ جانے وہ کتنے مصائب کا مقابلہ کر کے آئی ہے۔

"کیا بات ہے روحا۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" افتخار نے تعجب خیز انداز سے روحا کی طرف دیکھا۔

روحا نے والد کی بات کا جواب نہیں دیا اور خاموشی سے ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ افتخار نے اپنے اس سوال کو ایک بار پھر دہرایا تو روحا نے اپنی کن پٹی پہ اپنی انگلیوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "پاپا میرے سر میں شدید درد ہے اور کوئی ایسی بات نہیں۔"

"میں کافی روز سے محسوس کر رہا ہوں کہ تم 'شاکرہ اور اویس بہت الجھے الجھے سے

رہتے ہو۔ میں نے تم لوگوں میں ایک عجیب سی بے چینی اور پریشانی محسوس کی ہے اور میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ پریشانی کوئی معمولی نہیں ہے۔ یا تو تم لوگ کسی سخت ذہنی تناؤ کا شکار ہو یا پھر شاید گھنشیامی کی فیملی میں ہونے والی قتل و غارت نے تم لوگوں کو خوفزدہ کر دیا ہے لیکن خوف کو تم لوگ خود پر اس طرح طاری کر سکتے ہو' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن اب مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے کہ تم سب مجھ سے کوئی بہت بڑی بات چھپا رہے ہو۔" بات کرتے کرتے افتخار کا لہجہ سخت ہو گیا۔

روحا سر جھکائے اپنے والد کی بات سنتی رہی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ افتخار کی بات کو بہت گہرائی سے لے رہی ہے لیکن وہ اس طرح خاموش تھی جیسے وہ افتخار کی کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتی۔ وہ کچھ دیر کچھ سوچتی رہی اور پھر افتخار کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔ "ڈیڈی! آپ ویسے ہی اس بات کو اتنا محسوس کر رہے ہیں۔ گھر میں' میں اور امی ہی تو ہوتے ہیں۔ اگر میں زیادہ سنجیدہ رہنے لگوں تو امی بھی پریشان ہو جاتی ہیں۔ قصور تو میرا ہے۔ میں نے گھنشیامی کے گھر کے خوفناک واقعات کو خود پر اتنا حاوی کر لیا کہ امی بھی پریشان رہنے لگی ہیں۔"

"بہرحال جو کچھ بھی ہے۔ تمہاری صحت پہلے جیسی نہیں رہی۔ میرے ساتھ ڈاکٹر کے ہاں جانا۔ پہلے وہ تمہارا مکمل میڈیکل چیک اپ کریں گے اور پھر تمہیں ادویات دیں گے۔" یہ کہہ کر افتخار صاحب نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

افتخار روحا کو گھر چھوڑ کر آفس چلے گئے۔ روحا گھر داخل ہوئی تو شاکرہ نے اسے دیکھ کر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ خیریت سے گھر پہنچ گئی ہے۔ جب تک روحا نہیں آئی تھی۔ شاکرہ کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر روحا کو پیار کیا۔ "بس بیٹی تم اکیلی کہیں نہ جایا کرو۔"

روحا خاموش تھی۔ جیسے اس کے اندر کے کسی طوفان نے چپ کا تالہ لگا دیا ہو لیکن اس کی آنکھوں میں اس غم کی سرخی جھانک رہی تھی جس کے اظہار کے لئے اس کے پاس الفاظ نہیں رہے تھے۔ وہ خود بھی نہ جان پا رہی تھی کہ اس کے دل میں درد صمصام کی

فیملی کے لئے پیدا ہو رہا ہے یا گھنشیامی کی یا شاید یہ درد ان دونوں خاندانوں کے لوگوں کے لئے تھا جو صمصام اور گھنشیامی کی ہولناک جنگ میں ظلم کا نشانہ بنے۔

روحا ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے چلتی ہوئی صوفے پر براجمان ہو گئی۔ شاکرہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور پریشانی سے مسلسل اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

”روحا! تم اس طرح خاموش کیوں ہو۔ تمہارے چہرے پر خوف ہے لیکن تمہاری آنکھوں سے غم جھانک رہا ہے۔ میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے۔ تم مجھے کچھ بتاتی کیوں نہیں۔ کیا پھر کوئی ایسی بات ....“ شاکرہ یہ بات کہنے ہی لگی تھی کہ روحا نے پہلے ہی اثبات میں سرہلا دیا اور اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے شاکرہ کی طرف دیکھنے لگی۔

جو چیز آج روحا کے چہرے پر تھی شاکرہ نے وہ چیز اس کے چہرے پر پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے روحا کے دل و دماغ میں غم اور دہشت کے محسوسات یکجا ہو گئے ہیں۔ جیسے اس کے اندر کے شور نے اس کی قوت گویائی ہی سلب کر دی ہو۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد روحا مہین سے انداز میں بولی۔ ”امی ابھی میرے اندر سکت نہیں ہے کہ میں کچھ بتاؤں۔ میں کچھ دیر کے بعد آپ کو سب کچھ بتا دوں گی۔“ یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر کے اپنا سر پیچھے کی طرف لٹکا دیا۔

شاکرہ نے روحا سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی۔

کچھ دیر کے بعد شاکرہ روحا کے لئے چائے کا ایک کپ بنا کر لے آئی تو روحا اسی کیفیت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ شاکرہ کے قدموں کی آہٹ سنی تو روحا نے اپنی آنکھیں کھول لیں۔ اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں۔ شاکرہ نے روحا کی طرف چائے کا کپ بڑھایا تو اس نے وہ کپ ایک طرف رکھ دیا اور بولی۔

”ممی آج میں وہ بھیانک راز جان گئی ہوں جس نے کئی معصوم لوگوں کو ایک خوفناک بلا کے ہاتھوں کٹھ پتلیاں بنا دیا تھا۔ ممی‘ زندگی میں ایسے خوفناک موڑ بھی آ سکتے ہیں میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔“ یہ کہہ کر روحا نے شاکرہ کو ساری بات بتا دی۔ وہ بھیانک حقیقت جان کر شاکرہ جیسے سن ہی ہو گئی۔ اس کی انسانی عقل دنگ ہو کر رہ گئی۔

اس کے اندر حیرت اور خوف کا ایسا شور اٹھا کہ اس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔

روحا نے ایک لمبا سانس کھینچا اور اپنی جگہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

”صمصام اپنے جس روپ میں لوگوں کی زندگیوں سے کھیلا۔ اس میں انسانی جذبات کا کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ موت کے بعد ایک بھیانک روپ دھار چکا ہے۔ وہ جس راستے سے گھنشیامی تک پہنچا۔ اس راستے کو اس نے معصوم لوگوں کے خون سے سینچا ہے اور اب میں اس لمحے کے لئے ترس رہی ہوں جب میری آنکھیں گھنشیامی کی ہولناک موت دیکھیں۔“ یہ کہہ کر روحا خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور اپنے کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر لیا۔ رات کے دس بجے ہوئے تھے۔ ہر طرف ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔

☆======☆======☆

اویس اپنے کمرے میں لیٹا بے خوابی کی کیفیت میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس کے ذہن میں وہی کشمکش تھی۔ جس کا راز روحا کے سامنے کھل چکا تھا لیکن اویس ان باتوں سے لاعلم تھا۔ ان بھیانک واقعات کی زنجیروں نے اس کے دل و دماغ کو جکڑ رکھا تھا اور پھر روحا کے ان واقعات سے تعلق نے اسے شدید ذہنی تناؤ کا شکار کر دیا تھا۔ اویس اپنی اس بے خوابی کی کیفیت کو جھٹک کے اٹھ بیٹھا۔

اس نے اٹھ کر ایک گلاس پانی کا پیا اور پھر دیوار سے ٹیک لگا کر اپنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس نے شانوں تک کمبل اوڑھ لیا۔ وہ جتنا ان بھیانک واقعات کی گہرائی میں جاتا اس کا ذہن کسی نتیجے تک پہنچنے کی بجائے مزید الجھتا جاتا۔ اویس جب بھی اس خوفناک مسئلے کے متعلق سوچتا تو اس کی آنکھوں کے سامنے سونو‘ شالی اور اجے کی بھیانک موت کا منظر تازہ ہو جاتا اور وہ سرتاپا کانپ کے رہ جاتا۔ یہی کیفیت اس کی اب بھی تھی اس کی نظریں پورے کمرے میں بھٹک رہی تھیں۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ایک پل میں کوئی خوفناک چیز اس کے سامنے آ کھڑی ہو گی۔ وہ بہادری سے بڑے سے بڑے میدان میں کود پڑتا تھا لیکن اس کے اندر کا خوف اس کے اختیار میں نہیں تھا لیکن اس کا ارادہ تھا کہ

اس نے اور روحا نے کوئی ایسی صورت ضرور ڈھونڈنی ہے جس سے لوگوں کی اس خون آشام مخلوق سے جان چھوٹ جائے۔ چاہے اس کے لئے ان دونوں کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ ان بھیانک واقعات نے ان دونوں کی زندگیوں میں دہشت کا زہر گھول دیا تھا۔

اویس کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں اور وہ سو گیا۔

صبح ہوئی تو اویس نے بہت تیزی میں ناشتہ کیا۔ وہ رات بھر انتظار کرتا رہا کہ کب صبح ہو اور کب وہ روحا سے ملے۔ اس کی طبیعت میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ روحا اپنے لان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا۔ مٹی کی سوندھی اور دلفریب مہک فضا کو معطر کر رہی تھی لیکن روحا انسانی زندگی کی ان خوبصورتیوں کے بیچ بیٹھی کسی اور دنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔ وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ صمصام کے اندر اپنوں کی موت کی تڑپ کیسی تھی کہ اس نے خود کو زندہ جلا دیا۔ اس سارے المئے میں کتنے لوگ تڑپ تڑپ کے مرے ہیں۔ وہ اپنی سوچ کے اس کرب میں مبتلا تھی اسے علم ہی نہیں ہوا کہ اویس کب سے اس کے پاس کھڑا تھا۔

اویس اس کے قریب بیٹھا تو اس نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا "ت.......... ت.......... تم کب آئے؟"

"تم اس دنیا میں رہو تو تمہیں پتہ چلے۔ تم نے اپنا کیا حال کر لیا ہے۔" اویس نے روحا کے بجھے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

روحا نے اویس کی طرف دیکھا تو اس کی نگاہوں میں نمی تیرنے لگی۔ اویس نے روحا کی آنکھوں میں آنسوؤں کو موجزن دیکھا تو وہ گھبرا گیا۔

"کیا بات ہے روحا! خیریت تو ہے کیا کوئی ایسی ویسی بات ہے۔ میرا مطلب ہے کہ صمصام.........." اویس کی زبان میں جیسے بل آ گیا۔

"اویس آج میں تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں گی جسے سن کر تم حیران و پریشان ہو جاؤ گے۔ اویس! جن سوالوں کے بیچ ہم دونوں الجھ کر رہ گئے تھے مجھے ان تمام سوالوں کا جواب مل گیا ہے لیکن وہ جواب اور وہ راز اتنا کرب ناک ہے کہ اسے سننے کے لئے بھی حوصلہ چاہئے۔" یہ کہہ کر روحا نے اویس کو سب کچھ بتا دیا۔ روحا ان خوفناک حقیقتوں سے جوں جوں پردہ اٹھاتی جا رہی تھی اویس پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹتے جا رہے تھے۔

روحا کی بات پوری ہوئی تو اویس سکتے کی سی کیفیت میں سر جھکائے بیٹھ گیا۔ اس کے ذہن میں وہ تمام خوفناک واقعات گھوم رہے تھے جنہیں روحا نے اب ایک کڑی میں پرو دیا تھا۔

اویس خوف اور غم کی اس چوکھٹ پر کھڑا تھا۔ جہاں کبھی اس کا دل معصوم لوگوں کی بے بسی اور ان کی بھیانک اموات پر ماتم کرتا اور کبھی گھنشیامی اور صمصام کے بھیانک روپ سے کانپ اٹھتا اور کبھی صمصام کی اس تڑپ کی شدت کو محسوس کرنے لگتا، جس سے اس نے خود کو زندہ جلا دیا۔

اویس بہت دیر تک اس اذیت ناک کیفیت میں بیٹھا رہا اور پھر اس نے اپنی تھکی تھکی آنکھوں سے روحا کی طرف دیکھا۔ "روحا! ان سب تباہیوں کا ذمہ دار گھنشیامی ہے۔ اب جب تک گھنشیامی کا ناپاک وجود اس صفحہ ہستی سے مٹے گا نہیں ہمیں سکون نہیں ملے گا۔ آدھا تو وہ مر چکا ہے۔ اپنوں کی جدائی کی تڑپ میں وہ موت سے بدتر زندگی گزار رہا ہے لیکن اس کے اندر کا وہ شیطان ان سب واقعات کے بعد زیادہ طاقتور ہو گیا ہو گا۔ اس کے ان کالے عملوں کی وجہ سے ایک انسان ایک ایسی بلا میں تبدیل ہو گیا، جسے ختم کرنا اب کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھنشیامی کو ختم کرنے کے بعد صمصام کے بھیانک روپ کی شیطانی طاقتیں اپنی انسانی خون کی ہوس کو مٹانے کے لئے دوسرے لوگوں کو اپنا شکار بنانا شروع کر دیں۔" اویس نے انتہائی پریشان کن لہجے میں کہا۔

"ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" روحا نے سراسیمہ نگاہوں سے اویس کی طرف دیکھا۔

اویس نے دیکھا کہ روحا کچھ زیادہ ہی پریشان ہے تو اس نے فوراً اپنے لہجے کو تب

کیا............ "دیکھو روحا! ہم نے اتنے اتنے مشکل حالات میں امید اور حوصلے کا دامن نہیں چھوڑا اور اب تو ہم سب کچھ جان چکے ہیں۔ مانتا ہوں کہ یہ تمام حقیقتیں بہت کربناک ہیں لیکن ایک بار تمہیں اپنے دل و دماغ کو مضبوط کر کے ان کربناک واقعات کو برداشت کرنا ہو گا۔ روحا! خدا نے ہمیں ایک بہت بڑی آزمائش میں ڈالا ہے اور ہمیں ہر حال میں اس آزمائش میں سرخرو ہونا ہے۔"

اویس کی باتیں سن کر روحا نے اپنے دل کو مضبوط کیا۔ اس مسئلے کو اویس کے ساتھ شیئر کر کے روحا کے دل کا بہت سا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

"اچھا چلو! جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ تم اور آنٹی میرے ساتھ بازار چلو اور اپنی پسند کی ڈھیر ساری شاپنگ کرو۔" اویس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

روحا نے نہایت سنجیدگی سے اویس کی طرف دیکھا........... "اویس پلیز! اس طرح بناوٹ سے کام نہ لو۔ میں جانتی ہوں کہ جتنا بوجھ میرے دل پر ہے اتنا ہی تمہارے دل پر بھی ہے۔ خاموشی سے خود کو سمجھانے سے یہ بوجھ کچھ کم ہو سکتا ہے لیکن خود فریبی سے یہ بوجھ مزید بڑھ جائے گا۔" روحا کی بات سن کر اویس سنجیدہ سا ہو گیا۔ جیسے روحا نے اس کے دل کی بات کہہ دی ہو۔

اس نے روحا کی طرف دیکھا اور دھیمے سے انداز میں بولا۔ "اندر آ جاؤ آنٹی کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔"

روحا خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ اندر چلی گئی۔

☆======☆======☆

گھنشیامی کے سینے میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اپنوں کی موت کے صدمے نے اسے مکمل شیطان بنا دیا تھا۔ اس کے دل میں ذرہ بھر بھی حساسیت نہ رہی۔ اس کے دل میں جتنی اپنوں سے جدائی کی تڑپ تھی اتنا ہی اس شکستگی کا احساس تھا کہ آج کسی طاقت کے آگے وہ اتنا چھوٹا پڑ گیا ہے۔ اس کی برسوں کی محنت سے حاصل کی ہوئی طاغوتی طاقتیں اتنی بے بس ہو گئی ہیں۔ شکست کا یہ احساس اب اس کے لئے ایک جنون کی شکل

اختیار کر گیا تھا کہ اس نے اب ہر صورت میں اس خوفناک مخلوق سے اپنے گھر والوں کی موت کا بدلہ لینا ہے۔ اس کی خوفناک طاقتوں کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

گھنشیامی اپنی حویلی میں اپنے پُراسرار کمرے میں آسن جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ رات کے گیارہ بجے ہوئے تھے۔ پوری حویلی میں آگ کی سرخ سرخ روشنی بکھری ہوئی تھی۔ حویلی میں جگہ جگہ مشعلیں روشن تھیں۔ پوری حویلی میں خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ حویلی کے باہر کا علاقہ بھی ویران اور سنسان تھا۔ جہاں خوفناک جنگلی جانوروں کی آوازوں نے ماحول میں ایک دہشت پھیلا رکھی تھی۔

گھنشیامی آلتی پالتی مارے اپنے بازوؤں کو اپنے گھٹنوں پر اکڑائے بیٹھا ہوا تھا۔

اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں کسی ایک ہی جگہ مرکوز تھیں۔ اس کی آنکھیں انگارے کی طرف دہک رہی تھیں۔ شاید اس کی یہ آنکھوں کی سرخی ان غموں کی تھی جس کی تپش اسے اندر ہی اندر سلگا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں انتقام کی ایسی دہشت تھی کہ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جہاں دیکھے گا آگ لگ جائے گی۔

کچھ دیر کے بعد اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھنے لگا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہونٹوں کی جنبش رک گئی لیکن اس کی آنکھیں بند تھیں۔ پھر ایک دم اس کے ہونٹوں سے آواز ابھری........... "مجھے ابھی اور اسی وقت روحا چاہئے۔"

یہ بات کہنے کے کچھ دیر کے بعد گھنشیامی نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

☆======☆======☆

روحا کے گھر میں سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں لیٹے ہوئے تھے۔ افتخار اپنے کمرے میں لیٹا سوچ رہا تھا کہ روحا نے اسے اس کی باتوں کا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ کہیں واقعی کوئی ایسی بات تو نہیں جو سب گھر والے مل کر اس سے چھپا رہے ہیں۔ وہ اس خیال سے اپنے بستر سے اٹھا اور روحا کے کمرے کی طرف بڑھا۔

وہ روحا کے کمرے تک پہنچا تو روحا کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ اس نے روحا

کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو روحا نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ گویا وہ جاگ رہی تھی۔

روحا نے افتخار کو دیکھا تو وہ مسکرانے لگے ...."ڈیڈی آپ!"

افتخار روحا کے کمرے میں داخل ہوا اور اس کے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ روحا افتخار کے پاس بیٹھ گئی۔

افتخار نے گہری نظر سے روحا کی طرف دیکھا .... "تم ابھی تک سوئی کیوں نہیں؟"

"آپ بھی تو جاگ رہے ہیں ڈیڈی۔" روحا نے نہایت معصومیت سے کہا۔

افتخار نے روحا کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا......... "روحا! تم تو اپنے ڈیڈی سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی اور اب تمہارے ڈیڈی تم سے پوچھتے رہتے ہیں کہ تم اپ سیٹ کیوں ہو اور تم ہو کہ کچھ بتاتی ہی نہیں ہو۔ روحا! اولاد کب اپنے آنسوؤں کو اپنی مسکراہٹ میں چھپالیتی ہے اور لہجوں کے لبادوں میں کب اپنے دل کی بات چھپالیتی ہے۔ والدین کو سب علم ہوتا ہے۔"

"ڈیڈی! میرے ذہن میں جو ٹینشن ہے اسے آپ سے شیئر کرنے سے میرے دل کا بوجھ بڑھ جائے گا کیونکہ میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ ڈیڈی آپ میری بات محسوس مت کیجئے گا۔" روحا کی آنکھوں میں اپنے ڈیڈی کے لئے بے پناہ خلوص تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹی' جیسی تمہاری مرضی۔" افتخار نے خاموشی سے اپنا سر جھکا لیا۔

روحا کچھ دیر تک اپنے ڈیڈی کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہنے لگی ...."ڈیڈی! چند روز کے بعد میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گی۔"

یہ کہہ کر روحا افتخار کے قدموں کے قریب بیٹھ گئی اور اپنا سر ان کی گود میں رکھ لیا۔

اپنے والد کی قربت میں روحا کو اتنا سکون ملا کہ تھوڑی دیر کے لئے اس کے دل و دماغ سے غم کے سارے بادل چھٹ گئے۔

وہ دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ روحا نے گھڑی کی طرف دیکھا تو پورے

بارہ بجے ہوئے تھے۔

روحا نے مروت سے بھرپور نگاہوں سے افتخار کی طرف دیکھا........."ڈیڈی! وقت کافی ہو گیا ہے اب آپ سو جائیں۔ صبح آپ نے آفس بھی جانا ہے۔" افتخار نے مسکراتے ہوئے روحا کی طرف دیکھا۔

"میں تو سو جاؤں گا لیکن تمہاری آنکھوں میں نیند کیوں نہیں ہے؟"

"ڈیڈی! آپ سو جائیں میں بھی سو جاؤں گی۔" روحا نے افتخار کی آنکھوں کی طرف دیکھا جن میں نیند کی سرخی جھانک رہی تھی۔

افتخار نے روحا کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا........."میں جا رہا ہوں اپنے کمرے کی لائٹ بند کرو اور سو جاؤ۔"

یہ کہہ کر افتخار روحا کے کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے روحا کے کمرے کا دروازہ بند کیا اور دبے پاؤں وہاں سے چل دیا۔

روحا نے اپنے کمرے کی لائٹ بند کر دی۔ روحا کے کمرے کے باہر لگے ہوئے زیرو وولٹ کے بلب نے کافی دور تک سرخ سرخ دھیمی روشنی پھیلا رکھی تھی۔

☆======☆======☆

شاکرہ نیند کی گولی کھا کے سوئی ہوئی تھی۔ اسے کچھ علم نہیں تھا کہ افتخار کب کمرے سے باہر چلا گیا۔

افتخار روحا کے کمرے سے تھوڑے فاصلے پر گیا تو ایک دم اس کے کانوں میں ایک عجیب سی غرغراہٹ کی آواز سنائی دی۔ اس نے چونک کر روحا کے کمرے کی طرف دیکھا تو ایک ہی ساعت میں اسے یوں محسوس ہوا جس طرح بڑے بڑے بالوں والا کوئی بن مانس نما جانور روحا کے کمرے میں داخل ہوا ہے۔ وہ تڑپ کر روحا کے کمرے کی طرف بڑھا بیٹی کی محبت میں کسی خوف اور دہشت نے اس کے قدم نہیں روکے۔ وہ دوڑتا ہوا روحا کے کمرے تک پہنچا تو ساکت ہو کر رہ گیا۔ روحا کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔

افتخار کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی عقل دنگ تھی کہ روحا کے

کمرے کا دروازہ بند ہے تو وہ خوفناک جانور روحا کے کمرے کی طرف کیسے غائب ہو گیا۔

اس نے کمرے کے دروازے کو اپنے ہاتھ سے خفیف سا جھٹکا سا دیا تو دروازہ کھٹاک سے کھل گیا۔ افتخار کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے کی لائٹ آف تھی۔ افتخار نے کمرے کی لائٹ آن کی تو اس کا دل جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں بھینچ لیا۔ روحا اپنے بیڈ پر نہیں تھی۔ پھر اس نے سوچا کہ شاید روحا باتھ روم میں ہو لیکن باتھ روم کی لائٹ بھی آف تھی اور روحا وہاں بھی نہ تھی۔ افتخار پاگلوں کی طرح روحا کو پورے کمرے میں ڈھونڈنے لگا لیکن روحا کمرے میں موجود نہ تھی۔ افتخار چکرا کے رہ گیا۔ اس کی عقل روحا کے اچانک اس طرح غائب ہونے کو تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے روحا کو اس کمرے میں چھوڑ کے گیا تھا۔

افتخار پتھر کے بت کی طرح اس خالی کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کی نگاہوں میں وہ خوفناک سایہ منڈلا رہا تھا۔ جسے اس نے روحا کے کمرے کے قریب دیکھا تھا۔ اس کا دل ڈوبے جا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب خیال آ رہے تھے اور دوسری طرف وہ خود کو جھوٹی تسلیاں دیتا ہوا اس کمرے سے باہر نکل کر روحا کو پورے گھر میں ڈھونڈنے لگا لیکن روحا کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔

افتخار اپنے کمرے میں گیا اور شاکرہ کو اٹھانے لگا۔ شاکرہ نیند سے بیدار ہوئی تو وہ افتخار کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھ کے چونک اٹھی۔ کیونکہ ہر وقت اس کا ذہن طرح طرح کے وسوسوں میں جکڑا رہتا تھا۔ وہ گھبراہٹ سے بھرپور لہجے میں بولی .... "کیا بات ہے خیریت تو ہے؟؟"

افتخار کے چہرے سے اتنی پریشانی ٹپک رہی تھی کہ شاکرہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ افتخار شاکرہ کے قریب بیٹھ گیا اور اسے ساری بات بتائی۔

افتخار کی بات سن کر شاکرہ اپنے آپ میں نہ رہی۔ وہ چیختی ہوئی روحا کے کمرے کی طرف دوڑی اور پاگلوں کی طرح روحا کو پکارنے لگی۔ جو باتیں شاکرہ جانتی تھی وہ افتخار نہیں جانتے تھے۔ شاکرہ کے ذہن میں جو وہم اور وسوسے آ رہے تھے وہ اس کا سینہ چیر

رہے تھے۔

وہ گلوگیر آواز میں چیخ رہی تھی .... "مجھے اسی وقت کا ڈر تھا کہ کہیں میری روحا کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ تم نہیں جانتے افتخار! کہ میری بچی دو خوفناک طاقتوں کی زد میں آ گئی ہے۔" پھر شاکرہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "جلدی سے اویس کو فون کرو اسے کہو کہ ابھی اور اسی وقت یہاں پہنچ جائے۔"

افتخار نے اویس کو فون کیا تو بہت دیر تک کسی نے فون اٹینڈ نہ کیا۔

افتخار فون بند کرنے لگا تو ایک دم اویس نے فون اٹھا لیا۔ اویس نے فون پر افتخار کی آواز سنی تو وہ گھبرا گیا.......... "خیریت تو ہے انکل؟"

"خیریت نہیں ہے بیٹا! بس تم ابھی اور اسی وقت یہاں آ جاؤ۔" اویس نے کچھ پوچھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کیا اور ریسیور رکھ کے برق سرعت سے وہاں سے چل پڑا۔

اویس روحا کے گھر پہنچا تو پورے گھر میں ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اویس افتخار کے کمرے میں داخل ہوا تو اسے شاکرہ کی سسکیاں سنائی دیں۔ یہ آواز ساتھ والے کمرے سے آ رہی تھی۔ جو کمرہ روحا کا تھا۔ اویس روحا کے کمرے میں داخل ہوا تو افتخار شاکرہ کو حوصلہ دے رہا تھا۔

شاکرہ نے اویس کی طرف دیکھا تو اس کی نگاہیں مزید بھیگ گئیں۔ ابھی شاکرہ اور افتخار نے اویس سے کچھ کہنا تھا کہ وہ پریشانی سے ارد گرد دیکھنے لگا .... "روحا کہاں ہے؟؟"

افتخار نے اویس کو سارا واقعہ بتایا تو وہ اپنی جگہ پر سن ہو گیا۔ اس کے دماغ میں سیٹیاں سی گونجنے لگیں۔ یہی خدشہ تھا جس کی وجہ سے اویس ان خوفناک واقعات کی پردہ پوشی کرتا تھا اور آج اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس خوفناک بلا نے آج ان سے بھی ان کی سب سے قیمتی چیز چھین لی ہے۔

اویس اندر سے ٹوٹتا جا رہا تھا لیکن اس کی زبان خاموش تھی۔ اس پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی کہ اب وہ روحا کو کہاں ڈھونڈے گا۔ اس احساس سے اس کی نگاہیں

بھیگ رہی تھیں کہ وہ ان خوفناک واقعات میں روحا کا ہم سفر تھا اور اب روحا اکیلی ان بھیانک مخلوقات کی زد میں آ گئی۔

اس نے افتخار اور شاکرہ کی طرف دیکھا تو اس نے خود کو سنبھالا اور ان دونوں کو حوصلہ دینے لگا .... "آنٹی آپ حوصلہ کریں انشاء اللہ روحا کو کچھ نہیں ہو گا۔ اتنے بڑے بڑے خوفناک واقعات میں روحا کو کبھی آنچ تک نہیں آئی۔ انشاء اللہ وہ اس بار بھی ہم سے صحیح و سلامت ملے گی۔"

اویس شاکرہ اور افتخار کو سمجھا رہا تھا لیکن درحقیقت اس کا دل کسی نے اپنی مٹھی میں لے لیا تھا۔ وہ خود کو اتنا بے بس محسوس کر رہا تھا کہ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی بھی طریقے سے روحا کو ان شیطانی طاقتوں سے آزاد نہیں کروا سکتا۔ وہ کمرے کے کونے میں جا کر اکیلا بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ کوئی ایسا طریقہ نکالا جائے کہ جس سے **صمصام** اور گھنشیامی کی پُراسرار طاقتوں تک پہنچا جائے، لیکن اویس کی انسانی عقل میں ایسی کوئی بات نہیں آ رہی تھی جس سے وہ روحا کو تلاش کر سکے۔ وہ جوں جوں سوچ رہا تھا اس کا ذہن مزید الجھتا جا رہا تھا لیکن پھر بھی وہ اپنا حوصلہ نہیں توڑ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے حوصلہ چھوڑ دیا تو شاکرہ بالکل مایوس ہو جائے گی۔

اویس دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو پکڑ لیا۔ اس کے ذہن میں روحا کے کہے ہوئے فقرے گونج رہے تھے .... "اگر اس خوفناک بلا تک پہنچنے کے لئے مجھے کسی عامل نے استعمال کیا تو میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کروں گی۔" لیکن ساتھ ہی اویس کو خیال آیا کہ اس راز نے' جس کی وجہ سے **صمصام** نے ایک بھیانک روپ دھار لیا۔ روحا کی ذہنی حالت بدل کے رکھ دی ہے۔ روحا اس خوفناک بلا سے جس کا نام صمصام تھا' ہمدردی کرنے لگی ہے اور اب اسے ایک ایک پل گھنشیامی کی موت کا انتظار ہے۔

لیکن اس سوچ سے اویس کے ذہن کا جھکاؤ گھنشیامی کی طرف ہو گیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب خدشات آنے لگے' لیکن پھر ایک

بات نے اسے کچھ حوصلہ دے دیا۔ اسے روحا کی ایک بات یاد آ گئی کہ جب کوئی عامل صمصام تک پہنچنے کے لئے روحا کے قریب ہوتا ہے تو **صمصام** کی طاغوتی طاقتیں روحا کو اپنی تحویل میں لے لیتی ہیں۔ اس بات سے اسے حوصلہ ضرور ہوا لیکن اس کی پریشانی کم نہ ہو سکی۔ اس کے لئے روحا کی جان اتنی سستی نہیں تھی کہ وہ اسے کسی آزمائش میں ڈال دے۔

لیکن روحا کو تو تقدیر آزمائش میں ڈال چکی تھی۔

☆======☆======☆

روحا کی آنکھ کھلی تو وہ ایک پُراسرار کمرے میں تھی۔ اس کمرے کی ہر چیز ہی تعجب خیز تھی۔ حیرت سے روحا کے پورے جسم میں ایک کپکپی دوڑ گئی۔ وہ اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس پُراسرار جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ روحا کے پورے وجود میں ایک عجیب سا خوف سرایت کر رہا تھا کہ وہ اپنے کمرے سے غائب ہو کر اس پُراسرار جگہ پر کیسے آ گئی۔ اس کے دل کو شدید گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اس کا ذہن اسے کہہ رہا تھا کہ اس کی اس پُراسرار جگہ پر موجودگی کا کوئی مقصد ہے۔ روحا کا جسم سرد پڑ رہا تھا۔ اسے ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔ اس وسیع و عریض کمرے کی دیواروں پر مشعلیں روشن تھیں اور کمرے میں جگہ جگہ خوبصورت شمعدانوں میں موم بتیاں روشن تھیں۔

روحا سراسیمہ نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی کہ ایک دم اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی کلائی سے روشنی ابھر رہی ہے۔ اس نے اپنی کلائی کی طرف دیکھا تو اس کی کلائی میں روشنی کی ایک لکیر ابھر رہی تھی۔ جو گولائی میں اس کی کلائی کو احاطے میں لے رہی تھی اور اس کی روشنی آنکھوں کو چبھ رہی تھی۔

ایک پل کے لئے تو کپکپاہٹ کی ایک لہر روحا کے پورے وجود میں دوڑ گئی لیکن پھر اسے اس بات کا احساس ہونے لگا کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ **صمصام** اس کے آس پاس کہیں موجود ہے۔ اس احساس کے ساتھ ہی اس نے حوصلے کا ایک لمبا سانس لیا۔ ایک دم اس کے کانوں میں قدموں کی آواز سنائی دی۔ قدموں کی آواز قریب تر ہوتی گئی۔

جیسے کوئی اس کمرے میں ہی داخل ہونے والا ہے۔ چند ہی ساعتوں میں ایک لمبا چوڑا آدمی اس کمرے میں داخل ہوا۔ وہ حلیے سے کوئی پنڈت یا سوامی لگ رہا تھا۔

روحا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں کہ نہ جانے اس نے اب کس خوفناک مصیبت کا سامنا کرنا ہے۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہ لمبا چوڑا آدمی اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

روحا نے اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے گھنشیامی کھڑا تھا۔

گھنشیامی روحا کے سامنے بیٹھ گیا۔ روحا اس کا اصل روپ جان چکی تھی۔ اس لئے وہ گھنشیامی کے روپ میں ایک خوفناک شیطان کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی آنکھوں میں انگارے ناچ رہے تھے۔

اس نے اپنی بھیانک آنکھیں روحا کے چہرے پر اس طرح گاڑ رکھی تھیں کہ جیسے وہ روحا میں اپنے دشمن کو ڈھونڈ رہا ہو۔

"تمہیں تعجب نہیں ہوا کہ تم یہاں کیسے آ گئی؟" گھنشیامی نے اپنی گرجدار آواز میں کہا۔

"میرے ساتھ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں .... میرے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔" روحا نے گھنشیامی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے سنالی اور اجے کے حوالے سے ہی جانتی ہو یا میرے متعلق کچھ اور بھی جانتی ہو۔"

"میں تمہیں ہر حوالے سے جانتی ہوں گھنشیامی۔ تم وہ شخص ہو جس کے لئے موت کی سزا بھی بہت تھوڑی ہے۔" روحا نے گھنشیامی کی طرف حقارت سے دیکھا۔

روحا کی بات سن کر گھنشیامی کے لبوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہو لیکن اگر تم میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہو تو پھر تم تھر تھر کانپ کیوں نہیں رہی۔ تمہیں تو میری طاقتوں

کا اندازہ بھی ہو گا۔ موت کا خوف تمہارے چہرے سے کیوں نہیں ٹپک رہا۔"

"گھنشیامی! تمہارے جیسے درندہ صفت انسان سے میں خوفزدہ ضرور ہوں کیونکہ میں ایک عام انسان ہوں لیکن نہ ہی میری سوچ میں کوئی کمی ہے اور نہ ہی میرے عزم میں اور ان چیزوں کی وجہ سے میں تمہارے سامنے اتنے حوصلے سے بیٹھی ہوئی ہوں۔ مجھے اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں۔ بس ایک خواہش ہے کہ تمہیں اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مرتا ہوا دیکھوں۔"

گھنشیامی غصے میں آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے خوفناک آواز میں للکارتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کو ہوا میں اکڑا دیا۔ جس کے ساتھ ہی اس کمرے کی فضا کئی دہشت ناک آوازوں سے گونج اٹھی۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ جیسے گھنشیامی کی آواز پر کئی خوفناک مخلوقات اس کمرے میں داخل ہو گئی ہیں۔ خوف اور دہشت سے روحا سر تا پا کانپ رہی تھی۔ وہ سرکتے سرکتے کمرے کے کونے تک پہنچ گئی اور سمٹ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے ہوئے تھے اور وہ آنکھیں اوپر نہ اٹھا رہی تھی۔ اسے ہر پل یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی خوفناک چیز اس کے سامنے آ کھڑی ہو گی۔ وہ اسی خوف میں سمٹی ہوئی بیٹھی تھی کہ چند ہی ساعتوں میں خوفناک آوازوں کا شور ختم ہو گیا۔

روحا نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں تو گھنشیامی کا بدہیت چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

گھنشیامی نے اپنی خوفناک آنکھیں روحا کی آنکھوں میں ڈال دیں۔

"میری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے صرف تم سے اس کے بارے میں پوچھنا ہے جس نے میرے گھر کے افراد کو ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تم اس کے بارے میں جو کچھ جانتی ہو مجھے بتا دو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تمہیں خیریت سے تمہارے گھر بھجوا دوں گا۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں ہے۔ تم چاہے مجھے جان سے مار دو لیکن میں تمہیں اس کے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گی۔ آج تم اپنے گھر والوں

کے لئے اتنا تڑپ رہے ہو' یہ سوچو کہ پلید آتماؤں کو خوش کرنے کے لئے تم نے جن لوگوں کے خون کی بلی دی' ان کے گھر والوں پر کیا بیتی ہو گی۔ تمہارے گھر والوں کی موت تمہارے انہی اعمال کا نتیجہ ہے۔" روحا نے جرأت مندانہ لہجے میں کہا۔

گھنشیام کی آنکھیں غصے سے لال ہو رہی تھیں' وہ روحا کی باتیں نہ جانے کیسے برداشت کر رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ کو ایک پتھر پر رگڑنے لگا۔

"روحا! تمہاری حیثیت میرے آگے ایک چیونٹی کی سی ہے۔ میں تمہاری باتیں صرف اس لئے برداشت کر رہا ہوں کہ تمہارے پاس ایک راز ہے لیکن تمہیں میرے بارے میں یہ سب کس نے بتایا۔"

"اسی نے' جس کی تمہیں تلاش ہے۔" روحا نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

روحا کی یہ جرأت مندانہ گفتگو سن کر گھنشیام کے چہرے پر حیرت کے اثرات عیاں ہونے لگے۔ "جس کے بارے میں تم اتنی آسانی سے بات کر رہی ہو وہ ایسی قوتوں کی حامل مخلوق ہے کہ جس تک میرا کوئی بھی عمل پہنچ نہیں پاتا۔ ایک معمولی انسان ہو کر تمہارا اس سے کیا تعلق ہے کہ جب بھی میرے عمل اس خوفناک مخلوق کو ڈھونڈتے ہیں تو ہر عمل اس تک پہنچنے سے پہلے تم پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ تم مجھے آرام سے سب کچھ بتا دو ورنہ تمہیں ایسی اذیتوں سے گزرنا پڑے گا کہ تم موت کے لئے ترسو گی مگر تمہیں موت نہیں ملے گی۔"

"تم جو چاہے کر لو میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔" روحا نے ترش روئی سے کہا۔

گھنشیام کے حلق سے ایک گرجدار آواز ابھری اور اس نے روحا کے قریب زمین پر اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہاتھ کے اشارے سے زمین کے اس حصے پر ایک خوفناک مکڑی نمودار ہو گئی۔ جس کا رنگ خون کی مانند سرخ تھا اور اس کا سائز انسانی ہاتھ کے برابر تھا۔

بھیانک مکڑی کو دیکھ کر تھرتھراہٹ کی ایک تیز لہر روحا کے پورے وجود سے گزر گئی۔ وہ سٹپٹا کر رہ گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس بھیانک مکڑی کی طرف دیکھ رہی تھی کہ ایک دم وہ خونخوار مکڑی ہوا میں پرواز کرتی ہوئی روحا کے بازو پر سوار ہو گئی۔ روحا کو

اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ خود کو اس خوفناک مکڑی سے بچا سکے۔ وہ مکڑی روحا کے بازو پر سوار ہوئی تو پورا کمرہ روحا کی چیخ و پکار سے گونج اٹھا۔ روحا کے بازو کے جس حصے پر وہ خونخوار مکڑی سوار ہوئی وہ حصہ تیزاب کی مانند جل کر گلنے لگا۔ اذیت و تکلیف سے روحا کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ مکڑی آگے چلتی ایک دم اس کے اندر سے ایک عجیب سی غرغراہٹ کی آواز ابھری اور وہ چرمر ہو کر زمین پر گر کے تڑپنے لگی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اپنی جگہ سے غائب ہو گئی۔

گھنشیام نے مکڑی کی یہ حالت دیکھی تو وہ ہوا میں اپنی نظریں گھمانے لگا۔

"اس خوفناک مخلوق کی کوئی طاقت تمہارے ساتھ ہے۔"

گھنشیام کے لئے اس کی کمزوری کا احساس مزید بڑھ گیا وہ گرج کر بولا ....

"آخر تمہارا اس سے کیا تعلق ہے تم بتاتی کیوں نہیں۔"

"تم نے میری جان لینی ہے تو لے لو لیکن میں ایک لفظ نہیں بتاؤں گی۔"

روحا نے یہ جملہ ادا کیا ہی تھا کہ ایک دم اسے غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ پھر ایک دم اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے ذہن سے رابطہ کر لیا ہو اور پھر اس کے ذہن میں صمصام کی آواز گونجنے لگی۔ "میرے بارے میں بتا دو .... اپنے بارے میں کچھ نہیں۔" اس آواز کے ساتھ ہی روحا اپنے ہوش و حواس میں واپس آ گئی۔

وہ سوچنے لگی کہ صمصام کے اس جملے کا مطلب کیا ہے۔ اس نے اس جملے کو اپنے ذہن میں بار بار دہرایا تو وہ جان گئی کہ صمصام کی بات کا مطلب ہے کہ میں گھنشیام کو یہ نہ بتاؤں کہ میرے چہرے پر صمصام کی آنکھیں ہیں۔ اس نے کچھ سوچنے کے بعد گھنشیام کی طرف دیکھا اور کہنے لگی .... "اگر میں تمہیں صمصام کے بارے میں بتا دوں تو تم مجھے واپس بھیج دو گے؟"

"ہاں! میں تمہیں واپس تمہارے گھر بھجوا دوں گا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ مجھے صرف اس کے بارے میں جاننا ہے۔" گھنشیام نے بے چینی سے کہا۔

"جب میں تمہیں اس خوفناک بلا کی اصلیت بتاؤں گی تو تم ساکت رہ جاؤ گے۔

تمہارے خاندان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ سب تمہارے شیطانی اعمال کے باعث ہوا۔ جس خوفناک مخلوق نے تمہارے گھر کے افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور جو آج اتنی طاقتور ہے کہ تمہارا کوئی بھی عمل اس پر اثر نہیں کرتا۔ وہ بھیانک روپ ایک انسان نے دھارا ہے۔ اس کے ہاتھ شاید کوئی ایسا عمل لگ گیا تھا جس سے وہ اپنی زندگی دے کر ایک ایسا روپ دھار گیا جو بے حد پُراسرار قوتوں کا حامل ہے۔ اس تک تمہارا ذہن نہیں پہنچ سکتا۔ وہ ایک ایسی سیاہ راکھ ہے جو بے جان مائع سے لے کر ہوا تک اور انسان سے لے کر آسیب تک کسی بھی وقت کوئی بھی روپ دھار سکتا ہے۔ جانتے ہو یہ خوفناک روپ دھارنے والا انسان کون تھا .... صمصام‘ جس کے گھر والوں کو تم نے پلید آتماؤں کے بھینٹ چڑھا دیا۔ انہیں بے دردی سے قتل کیا۔"

روحا کی بات سن کر گھنشیامی جہاں کھڑا تھا وہیں ساکت ہو گیا۔ اس کے ذہن میں صمصام کا وہ چہرہ گھومنے لگا جب وہ کمزور اور بے بس اپنے گھر والوں کے لئے تڑپ رہا تھا۔ گھنشیامی کی عقل دنگ تھی کہ کوئی انسان اتنا خوفناک روپ لے سکتا ہے۔ وہ اس سوچ میں گم پھٹی پھٹی نگاہوں سے روحا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی گرجدار آواز میں روحا سے پوچھا .... "لیکن تم یہ سب کس طرح جانتی ہو‘ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ تم نے ابھی تک میرے سوال کا پورا جواب نہیں دیا۔"

"وہ مرنے سے پہلے تو انسان ہی تھا اور انسان کا انسان سے کوئی بھی تعلق ہو سکتا ہے۔ تم مجھ پر جو مرضی ظلم ڈھاؤ مجھے جان سے مار دو لیکن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

روحا کے اس جواب سے گھنشیامی مطمئن نہیں ہوا تھا‘ لیکن اس نے ان حقیقتوں کو بھی غنیمت جانا جو روحا نے اسے بتائیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صمصام کے ہوتے ہوئے وہ روحا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

گھنشیامی کے لئے یہ بہت تھا کہ وہ اس خوفناک بلا کی حقیقت جان گیا تھا‘ جس نے اس کے گھر والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب گھنشیامی کوئی عمل کر سکتا تھا۔

گھنشیامی نے اپنی دہشت ناک آنکھوں سے روحا کی طرف دیکھا .... "میں جانتا ہوں کہ تم نے مجھے پوری بات نہیں بتائی لیکن میں بھی اتنی شیطانی قوتوں کا مالک ہوں کہ اس آدھی حقیقت سے ہی بہت کچھ کر لوں گا۔ فی الحال تمہیں تمہارے گھر بھیج رہا ہوں مگر یہ مت سمجھنا کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا۔" یہ کہہ کر گھنشیامی نے اپنے دونوں ہاتھ روحا کے چہرے پر اکڑا دیئے‘ جس کے ساتھ ہی روحا کو اپنی ہوش نہ رہی۔

لیکن جب روحا کو ہوش آئی تو وہ اپنے کمرے میں تھی۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ روحا نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا اور اپنے بستر سے اتر کر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو شاکرہ‘ افتخار اور اویس برآمدے میں سر جوڑے پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے روحا کو اپنے کمرے سے نکلتے دیکھا تو وہ ششدر ہو کر رہ گئے۔ وہ سراسیمہ نگاہوں سے روحا کی طرف دیکھنے لگے۔

روحا نے ان کے حیرت زدہ اور پریشان چہروں کی طرف دیکھا تو وہ سمجھ گئی کہ وہ سب کیوں پریشان ہیں۔ افتخار اور شاکرہ کی نگاہیں اس طرح سرخ تھیں جیسے وہ نہ جانے کتنا رو کر ہٹے ہوں۔ روحا آگے بڑھ کر شاکرہ سے لپٹ گئی۔ شاکرہ اسے اپنی بانہوں میں لے کر رونے لگی۔

"میری بیٹی! شکر ہے تُو خیریت سے ہے۔ ہم سب کی تو جان ہی نکل گئی تھی۔"

افتخار بھی روحا کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ ان کی بھی جان میں جان آ گئی تھی۔ شاکرہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے روحا کے چہرے کو تھاما اور اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگی .... "بیٹی تو اس طرح اچانک کہاں چلی گئی تھی؟"

افتخار نے شاکرہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اشارہ کیا کہ وہ ابھی روحا سے کچھ نہ پوچھے۔

روحا اویس کے قریب گئی تو اس کی آنکھوں میں بھی سرخی جھانک رہی تھی۔ روحا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اویس کی طرف دیکھا .... "اویس تم بھی .... تم بھی اس طرح گھبرا گئے تھے۔ تم تو امی ابو کو حوصلہ دیتے۔"

اویس نے گہری نظروں سے روحا کی طرف دیکھا.......... "سچ جانو تو میں ان دونوں سے زیادہ پریشان تھا کیونکہ جو خوفناک حقائق میں جانتا ہوں وہ نہیں جانتے۔" اویس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"ہم نے اس خوفناک راستے پر اکٹھے قدم رکھا تھا۔ مریں گے تو اکٹھے ہی مریں گے۔" روحا نے اویس کے قریب جا کے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

روحا نے یہ بات اس انداز میں کی کہ اویس پریشانی میں بھی مسکرا دیا۔

☆=====☆=====☆

گھنشیای اپنے کالے علوم کی روشنی میں اس بات سے بھی آگاہ ہو گیا تھا کہ صمصام کسی نہ کسی دن، کسی نہ کسی وقت، ایک انسانی روح کی شکل میں ضرور آتا ہو گا۔

ان حقیقتوں نے اس کے ذہن کو ایک بھیانک عمل تک پہنچا دیا تھا۔

اس عمل کے نتائج بہت پر اثر ہو سکتے تھے لیکن اس عمل کے لئے گھنشیای کو پورے سات روز کے بعد یہ خوفناک عمل قبرستان میں کرنا تھا۔

گھنشیای کا حوصلہ ایک بار پھر بلند ہو گیا تھا۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ اس خوفناک عمل کے ذریعے صمصام تک ضرور پہنچ جائے گا۔ صمصام کے اس بھیانک روپ کا خاتمہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ وہ اس مقصد کے لئے بڑی سے بڑی مشکل سے گزر سکتا تھا۔

☆=====☆=====☆

جب روحا اپنے کمرے سے غائب ہوئی تو شاکرہ نے گھبراہٹ میں افتخار کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ اس لئے افتخار بھی اس بھیانک کھیل سے آشنا ہو گیا تھا۔

بھیانک رات گزر چکی تھی، صبح کے اجالے نے شاکرہ اور افتخار کا خوف کچھ کم کر دیا تھا لیکن روحا گہری نیند سو رہی تھی۔ صبح کے نو بج گئے لیکن کسی نے روحا کو اس پر سکون نیند سے بیدار نہ کیا وہ رات بھر جاگتی رہی تھی۔

افتخار اور شاکرہ ناشتے کی ٹیبل کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ شاکرہ ڈھیلے ڈھیلے ہاتھوں

سے سلائس پر جام لگا رہی تھی۔ وہ ناشتہ تیار کر رہی تھی لیکن اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ افتخار نے اسے مخاطب کیا.......... "شاکرہ! کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" شاکرہ نے کوئی خاص جواب نہیں دیا۔

"شاکرہ! گم صم تو مجھے ہونا چاہئے جسے رات ہی اتنی بڑی بات کا علم ہوا ہے۔ کیونکہ یہ بات اتنی بڑی اور خوفناک ہے کہ اس کے بھیانک واقعات اور حقائق جب اچانک کسی انسان کو معلوم ہوں تو اس کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ سرتاپا سن ہو کر رہ جاتا ہے۔ بالکل ایسی ہی کیفیت میری بھی تھی لیکن جب میں اس سکتے کی سی کیفیت سے باہر آیا تو میں نے سوچا کہ خدا نے اس دنیا میں انسان اور جانوروں کے علاوہ کئی دوسری مخلوقات کو بھی پیدا کیا ہے۔ جن کے متعلق ہماری معلومات بہت محدود ہیں۔ اچانک کبھی ان مخلوقات کا ہماری زندگی میں دخل ہو جائے تو ایسی ہی انہونیاں ہوتی ہیں لیکن خدا نے اشرف المخلوقات کا درجہ صرف انسان کو دیا ہے۔ وہ خدا انسان کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈال کر ان کے صبر اور حوصلے کا امتحان لیتا ہے۔

ایک بھیانک طوفان گزر چکا ہے اس کی لپیٹ میں جو لوگ آئے ان کا ہمیں تہہ دل سے افسوس ہے لیکن اب ایک خوفناک طوفان اور آنے والا ہے لیکن اس طوفان کے ڈر سے ہمیں اپنے حوصلے نہیں توڑنے چاہئیں۔ بس خدا سے یہ دعا کرتا کہ یہ طوفان اپنی لپیٹ میں کچھ ایسا نہ لے جائے کہ جسے ہم برداشت نہ کر سکیں۔ بس خدا سے دعا کرو کہ اب کوئی انسان اپنی زندگی سے محروم نہ ہو۔"

یہ باتیں کہتے ہوئے افتخار کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

شاکرہ نے انتہائی سنجیدگی سے افتخار کی طرف دیکھا..........

"مجھے حوصلہ دیتے دیتے خود دل چھوڑ گئے۔ اب تک خدا نے ہمیں ہر مصیبت سے بچایا ہے انشاء اللہ آئندہ بھی وہی ہمیں ہر مصیبت سے بچائے گا۔ میری بیٹی کو خدا نے اس آزمائش میں ڈالا ہے تو وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ ہم اگر چاہیں بھی تو کچھ نہیں کر سکتے

لیکن آپ پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اور اویس ے ساتھ کب سے ان مصائب کا سامنا کر رہے ہیں۔"

افتخار اور شاکرہ آپس میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے کہ روحا مسکراتے ہوئے ان کے سامنے کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے افتخار اور شاکرہ کے چہروں کی طرف دیکھا تو وہ سمجھ گئی کہ وہ دونوں اس کی وجہ سے پریشان ہیں۔ اس نے اپنے چہرے کے تاثرات کو مزید بہتر کرلیا۔ وہ جانتی تھی کہ شاکرہ اس سے کل رات کے واقعے کے بارے میں پوچھے گی۔ وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی کہ افتخار نے اس سے پوچھا......... "بیٹی اب تو تمہاری طبیعت فریش ہے نا۔"

روحا نے اپنا سر اوپر اٹھائے ہوئے خوشگوار انداز میں جواب دیا......... "جی ڈیڈی اب تو بالکل فریش ہوں۔"

"بیٹی رات ہم نے تم سے کچھ نہیں پوچھا لیکن اب تو تم فریش ہو۔ اب بتاؤ رات کہ تم اپنے کمرے سے اچانک غائب کیسے ہوگئی تھی۔

افتخار کی یہ بات سن کر روحا کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ وہ اپنے والد کو ساری صورتِ حال بتانا چاہتی تھی مگر وہ کچھ بتا نہ پائی۔

☆======☆======☆

وہ سر جھکائے اپنے ہونٹوں کو بھینچے ہوئے کچھ دیر تک سوچتی رہی اور پھر اپنے والد سے مخاطب ہوئی.........

"ڈیڈی! آپ سب کچھ جان ہی گئے ہیں تو آپ سے میری ایک درخواست ہے۔ آپ اسے میری التجا سمجھ لیں۔ آپ نے اس معاملے سے دور رہنا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کسی خطرے کے پیش نظر آپ نے کوئی قدم نہیں اٹھانا۔ کسی اور شخص کو اس معاملے میں ڈالنے کی کوشش نہیں کرنی۔ ڈیڈی! میں اس خوفناک راستے کے ہر موڑ سے واقف ہوں۔ اس خوفناک راستے پر اویس میرے ساتھ داخل ہو چکا ہے۔ میں اب کسی اور کو اس پُر خطر سفر میں شامل نہیں کرنا چاہتی۔ بڑی بڑی مصیبتیں تو گزر چکی ہیں۔ اب تو شاید

گھنشیامی کی موت کے بعد موت کا یہ کھیل ختم ہو جائے۔ بس آپ مجھے اور اویس کو اس پُرخطر راستے پر حوصلے کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیں۔ اگر آپ ہمارے ساتھ شامل ہو گئے تو ہم کمزور پڑ جائیں گے۔ کیونکہ ہماری تو سب سے بڑی دولت ہمارے والدین ہیں۔"

افتخار نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "تمام صورتِ حال جان کر مجھے اندازہ تھا کہ تم مجھ سے اس قسم کی ہی گفتگو کرو گی۔ خدا تم دونوں کو امان میں رکھے لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی بہادر ہو جاؤ گی۔ اس خوفناک راستے پر تمہیں تقدیر نے لا کھڑا کیا ہے۔ اس لئے تمہیں اس راستے سے اب کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ خدا تمہیں اس آزمائش میں سرخرو کرے اور تمہیں اور اویس کو ہر نقصان سے بچائے۔"

"ڈیڈی! آپ نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے۔ باقی رہی رات کے واقعے کی بات تو آپ کو بتا دوں رات میں اپنے کمرے سے غائب ضرور ہوئی تھی لیکن مجھے نہ تو کوئی غیر معمولی چیز دکھائی دی اور نہ ہی میرے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا۔ ہاں بس یہ ہوا اپنے کمرے سے غائب ہونے کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک پُراسرار کمرے میں تھی۔ اس کمرے کا سامان حیرت انگیز تھا۔ میں حیرت سے اس کمرے کا سامان دیکھتی رہی۔ کافی دیر کے بعد ایک بار پھر میں نے اپنے ہوش و حواس کھو دیئے اور جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنے کمرے میں موجود تھی۔ اس لئے ایسی پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔" روحا نے غلط بیانی سے کام لیا۔

"روحا! کیا تم سچ بول رہی ہو کیا واقعی تم نے ایسی ویسی کوئی چیز نہیں دیکھی؟" شاکرہ نے ڈرے ڈرے انداز میں پوچھا۔

"ہاں امی! ایسا ہی ہوا ہے۔ جیسا میں آپ کو بتا رہی ہوں۔" روحا نے شاکرہ سے نظر ملائے بغیر بات کی۔

"نہ جانے خدا نے ہمیں یہ کیسے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ اب تو ہم اس کے سہارے پر ہی بیٹھے ہیں۔ ایک پل کا بھی بھروسہ نہیں ہے کہ کب کیا ہو جائے۔" یہ کہتے کہتے شاکرہ نے اپنا سر پکڑ لیا۔

☆======☆======☆

اویس بھی اس ساری صورتِ حال سے بے حد پریشان تھا۔ وہ بھی اپنے گھر ناشتے کی ٹیبل کے پاس تذبذب کی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے والدین نے اس سے بار بار پوچھا کہ اتنی رات گئے شاکرہ نے اسے کیوں بلایا تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر اصل بات چھپالی کہ افتخار کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔

اویس دس بجے کے قریب گھر سے نکلا۔ اس کے ذہن پر بہت بوجھ تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کئی الجھنوں کے جال نے اس کا ذہن جکڑ لیا ہے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کسی سے نہ ملے' کسی سے بات نہ کرے۔ بس لانگ ڈرائیو پر بہت دور نکل جائے یا پھر کسی پُرسکون جگہ پر بیٹھ کے ان الجھنوں کو سلجھانے کی کوشش کرے لیکن اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے دل و دماغ نے کسی مقابلے کے بغیر ہی شکست تسلیم کرلی ہے۔

وہ اسی سوچ میں پُرسکون جگہ ڈھونڈتا ڈھونڈتا ساحل سمندر کے قریب آ پہنچا۔ اس نے اپنی گاڑی کھڑی کی اور گاڑی سے اتر کر سمندر کی طرف بڑھا۔ تھوڑا آگے چل کر اس نے اپنی جوتی اتار دی اور ساحل کی نرم اور ٹھنڈی ریت پر ننگے پیر چلنے لگا۔ اسے تھوڑی دیر کے لئے زندگی کی خوبصورتی کا احساس ہوا لیکن زندگی کی اصل خوبصورتی تو خوشیوں سے ہوتی ہے۔ مگر اویس کی خوشیاں تو روحا سے منسوب تھیں جو اب زندگی اور موت کے بیچ کھڑی تھی۔

اویس اپنی نم دار آنکھوں سے سمندر کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا۔ جب سمندر کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی لہریں ساحل سے ٹکرا کے واپس پلٹ جاتیں تو اویس اس عمل کو بھی جذبوں کی شکل میں دیکھنے لگتا کہ جب اچانک کوئی اپنا بچھڑ جائے تو اس کی جدائی کا غم کتنا کربناک ہوتا ہو گا۔

اس کے ذہن میں عجیب عجیب وسوسے آ رہے تھے۔ وہ بار بار اپنے ذہن کو جھٹک رہا تھا۔

اویس کافی دیر تک ساحل سمندر پر پھرتا رہا۔ پھر وہ گاڑی میں بیٹھا اور روحا کے گھر کی طرف چل دیا۔ روحا کے گھر پہنچا تو روحا اپنے گھر کے لان میں بیٹھی نظر آئی۔ وہ گھاس پر پھولدار پودوں کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک سرخ گلاب تھام رکھا تھا اور دھیرے دھیرے اس سرخ گلاب کی پتیاں توڑ رہی تھی۔ گھاس پر اس نازک گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔

روحا اپنی سوچ میں اس طرح گم تھی کہ اسے علم ہی نہ ہوا کہ اویس اس کے قریب کھڑا اسے دیکھ رہا ہے۔ اسے اویس کی موجودگی کا تب علم ہوا جب اویس کی آواز نے اس سکوت کو توڑا.......... "روحا! کیا کر رہی ہو اس نازک گلاب نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

اویس کی آواز پر روحا نے اوپر دیکھا تو اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا .... "تم کب آئے؟"

"تم اس دنیا میں رہو تو تمہیں علم ہو کہ کون کب آیا ہے۔" اویس نے روحا کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اویس! تم تو تمام صورتِ حال جانتے ہو تم تو اس لہجے میں بات مت کرو۔" روحا نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"میں تو ویسے ہی تم سے مذاق کر رہا تھا۔ تم نے اسے سنجیدگی سے لے لیا۔ روحا! رات تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ تم اچانک کہاں غائب ہو گئی تھیں؟" اویس نے انتہائی حیرت انگیز انداز میں کہا۔

"اویس! تم سب لوگ تو ایسے ہی پریشان ہو رہے ہو' ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

اویس پہلے خاموشی سے روحا کی بات سنتا رہا پھر ایک دم وہ گرمجوشی سے بولا..........

"روحا تم آنٹی اور انکل سے جھوٹ بول سکتی ہو لیکن مجھ سے نہیں۔ تم بھول رہی ہو کہ تم نے اس خطرناک راستے میں مجھے اپنا ہم سفر بنایا تھا اور اب تم مجھ سے یہ بات کیوں چھپا رہی ہو۔"

"اویس! یہ ٹھیک ہے کہ تم میرے ہر دکھ سکھ میں شریک ہو لیکن ان خطرناک

مراحل میں‘ جن سے میں گزر رہی ہوں میرا کوئی ہم سفر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں اس بھیانک کہانی کا ایک حصہ ہوں۔ کوئی مجھے اس معاملے سے الگ کر سکتا ہے اور نہ ہی ان ناگہانی افتاد سے بچا سکتا ہے۔ جن کا مجھے سامنا کرنا ہے۔" روحا نے انتہائی ترش روئی سے کہا۔

روحا کی باتیں سن کر اویس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ اس نے اپنی بھیگی نظروں سے روحا کی طرف دیکھا۔

"مانا کہ انسانوں کو تڑپ تڑپ کے مرتا دیکھ کے تم بہت بہادر ہو گئی ہو لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم لوگوں کے جذبات سے کھیلنا شروع کر دو۔ موت کی اس بھیانک دنیا کو دیکھ دیکھ کر تم زندگی سے دور ہوتی جا رہی ہو۔ تم یہ بھی بھولتی جا رہی ہو کہ تمہارے بوڑھے والدین کی تمام خوشیاں تمہاری اس زندگی سے وابستہ ہیں۔"

روحا نے اویس کی کیفیت دیکھی تو وہ مزید پریشان ہو گئی۔

"اویس! تم جذباتی ہو رہے ہو‘ اس لئے میری بات نہیں سمجھ پا رہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے۔ جس کے اتنے اچھے والدین اور تمہارے جیسا مخلص دوست ہو وہ انسان تو موت کے نام سے بھی کانپ اٹھتا ہو گا۔ میں تو تمہیں وہ المناک حقیقت بتا رہی ہوں۔ جس نے میرے دل و دماغ کو اس طرح جکڑ لیا ہے کہ میرے اندر ہر وقت ایک شور برپا رہتا ہے اور اس شور میں ان لوگوں کی آوازیں گم ہو جاتی ہیں جو مجھے زندگی اور خوشیوں کی طرف بلاتی ہیں۔

اویس! اگر تمہیں میرا احساس ہے تو مجھے کمزور کرنے کے بجائے یہ حوصلہ دو کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ مجھے اس خوفناک راستے پر حوصلے سے چلنے کی تلقین کرو۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو روحا! مجھے تمہیں حوصلہ دینا چاہئے بس کیا کروں میں بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ نہ جانے وہ لوگ کیسے جیتے ہوں گے جن کے اپنے ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو جاتے ہیں۔" اویس نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اویس پُر امید ہو کر اٹھئے‘ وقت کا انتظار کرو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ انشاء اللہ جلد ہی

ظلم کی یہ بھیانک رات ختم ہو جائے گی۔ خدا نہ کرے جو کوئی اس بار اپنی زندگی سے ہاتھ دھوئے۔ امید اور خدا پر بھروسہ یہ دو چیزیں بہت سے راستے کھول دیتی ہیں لیکن مایوسی کی سیاہی ہر راستے کو مدہم کر دیتی ہے۔"

یہ کہہ کر روحا مسکرانے لگی۔

اویس نے حوصلہ مند مسکراہٹ کے ساتھ روحا کی طرف دیکھا.......... "خدا تمہیں اس آزمائش میں سرخرو کرے اور تمہیں ہر مصیبت سے بچائے۔" یہ کہہ کر اس نے خود کو بھی تسلی دی اور پھر کچھ دیر کے بعد اویس نے اپنی گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

☆======☆======☆

گھنشیامی دن رات ایک کر کے ایک خطرناک چلہ کاٹ رہا تھا۔ چار روز تک مسلسل اس نے کئی خوفناک عمل کئے لیکن ابھی اس چلے کے مکمل ہونے تین روز باقی تھے۔

یہ خوفناک چلہ سات روز میں مکمل ہو گیا۔ اب وہ وقت آ گیا تھا جس کے لئے گھنشیامی کی روح بے چین تھی۔ اب اسے وہ خوفناک عمل کرنا تھا‘ جس سے اسے صمصام جیسی طاقت کو اپنے قابو میں کرنا تھا۔ یہ عمل نہایت مشکل اور تکلیف دہ تھا لیکن اس عمل کے علاوہ ایسا کوئی راستہ نہیں تھا۔ جس سے گھنشیامی صمصام تک پہنچتا۔

سات روز کے سخت چلے کے بعد گھنشیامی کے اعصاب تھک چکے تھے لیکن اس کے اندر انتقام کی آگ اور شیطانیت نے اس کی ہمت بندھا رکھی تھی۔

رات کے گیارہ بج کر پینتالیس منٹ پر گھنشیامی ایک وسیع قبرستان میں داخل ہوا۔ رات کے اس پہر قبرستان سے باہر بھی دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان تک نہ تھا۔

گھنشیامی اس ویران اور اندھیرے میں ڈوبے ہوئے قبرستان میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹارچ تھی‘ جس سے راستہ تلاش کرتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ کسی گھنے درخت کی چھاؤں میں وہ خوفناک عمل کرنا چاہتا تھا لیکن اسے کوئی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس سنسان قبرستان میں بہت دور تک نکل گیا لیکن ایک جگہ اس کے قدم رک گئے۔ یہ بہت عجیب جگہ تھی۔ اس جگہ ایک انتہائی پرانا

اور گھنا درخت تھا۔ اس درخت کی لمبی لمبی شاخوں نے کئی قبروں کو اپنے سائے میں لیا ہوا تھا۔ اس درخت کے آگے بیٹھنے کے لئے کافی جگہ تھی۔

گھنشیامی اس درخت کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ رات کے بارہ بج گئے تھے' یہی وہ وقت تھا جس وقت گھنشیامی نے اپنا عمل شروع کرنا تھا۔

اس نے اپنے دونوں بازو اپنے گھٹنوں پر اکڑا لئے اور اپنی آنکھیں بند کر لیں پھر ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھنے لگا۔

رات کا یہ پہر بہت ہولناک تھا۔ پورے قبرستان میں دہشت طاری تھی۔ چھوٹے موٹے جانوروں کی آوازیں ویرانی کو مزید نمایاں کر رہی تھیں۔ گھنشیامی کے ارد گرد قبریں ہی قبریں تھیں۔ دو قبریں اس کی سیدھ میں اس کے بالکل قریب تھیں۔ گھنشیامی آنکھیں بند کئے کئی عمل مسلسل پڑھ رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر اکڑائے عمل پڑھتا رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے ہاتھوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

کچھ دیر کے بعد اس کی بند آنکھوں کے پپوٹے کانپنے لگے۔ جیسے وہ کسی اور دنیا کا کوئی خوفناک منظر دیکھ رہا ہو۔ اس کے چہرے پر غیر معمولی خوف کے تاثرات ابھرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین کی طرف بڑھائے اور اپنے ناخنوں سے اس کچی مٹی کو کریدنے لگا۔ جونہی اس نے اس مٹی کو کریدنا شروع کیا فضا میں عجیب سی غرغراہٹ کی آواز گونجنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی گھنے درخت کی شاخیں اس طرح جھولنے لگیں جیسے کسی خوفناک قوت نے اسے جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہو۔

ویران قبرستان میں اس جھولتے ہوئے درخت کے پتوں کا شور برپا ہو گیا تھا۔

غرغراہٹ کی آواز میں کئی خوفناک آوازیں دبی ہوئی تھیں۔ پورے قبرستان میں یہ گھٹی گھٹی خوفناک آوازیں اس طرح گونج رہی تھیں کہ یہ گمان ہو رہا تھا کہ جیسے یہ آوازیں قبروں سے آ رہی ہیں۔ آج کا عمل گھنشیامی کی زندگی کا سب سے بڑا اور خطرناک عمل تھا۔ اس عمل کے ذریعے گھنشیامی نے صمصام کو اس کے بھیانک روپ سے اس روپ میں لے کر جانا تھا جس روپ میں صمصام پر اس کا عمل اثر کر سکے اور صمصام کا وہ

روپ انسانی روح کا تھا۔ صمصام کی اس حقیقت کی وجہ سے ہی گھنشیامی یہ عمل کر پایا تھا لیکن یہ عمل انتہائی مشکل اور خطرناک تھا۔

گھنشیامی اپنے عمل میں مست تھا کہ اس کے پورے وجود کو ایک جھٹکا لگا۔ اس کے ساتھ ہی گھنشیامی کا عمل صمصام پر اثر انداز ہو گیا۔

رات کی اس تاریکی میں پہاڑوں کے دامن سے سیاہ راکھ کا بھنور نمودار ہوا اور اس لمحے ہی روحا کو گہری نیند میں ایک جھٹکا سا لگا اور وہ اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی۔

سیاہ راکھ کا بھنور گھنشیامی کے عمل کی شیطانی قوت سے ہوا کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ صمصام جو ایک خوفناک بلا کی حیثیت رکھتا تھا' آج گھنشیامی کے عمل کی زد میں صرف اس بات کی وجہ سے تھا جو روحا نے اسے بتائی تھی اور یہ موقع شاید صمصام نے خود گھنشیامی کو دیا تھا تاکہ گھنشیامی اس کے مقابل آ سکے۔

سیاہ راکھ کا خوفناک بھنور گھنشیامی کے عمل سے جوں جوں ہوا میں اڑ رہا تھا گھنشیامی کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ صمصام جیسی خوفناک بلا کو اپنے اختیار میں کرنے کے لئے گھنشیامی موت کے دھانے پر کھڑا ہو گیا تھا۔

روحا کی کیفیت بہت عجیب تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کہیں کچھ ہو رہا ہے' کوئی مصیبت میں ہے' کوئی دھندلا سا منظر بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آتا اور پھر غائب ہو جاتا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ تذبذب سی کیفیت میں اپنے سر کو پکڑ کے بیٹھی ہوئی تھی۔

گھنشیامی کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ اس کے باوجود وہ تیزی سے عمل پڑھ رہا تھا۔ اس کی زبان ایک پل کے لئے بھی رک نہیں رہی تھی اور سیاہ راکھ کا بھیانک بھنور اس عمل کی زد میں اس طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔ جس جگہ اس کی طاقتیں معدوم ہو جائیں اور یہ مقام صحرا کا تھا۔

صمصام سیاہ راکھ کے بھنور کی شکل میں جوں جوں صحرا کی طرف بڑھ رہا تھا وہ کمزور

ہوتا جا رہا تھا۔ روحا کی بے چینی اور اذیت بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ دل ڈوب رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اتنی جلن ہو رہی تھی کہ وہ باربار اپنی آنکھوں میں پانی کا چھینٹا مار رہی تھی۔ اس کے دماغ کو وقفے وقفے سے جھٹکے لگ رہے تھے۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی اسے پکار رہا ہے۔

پورے قبرستان میں دہشت کا راج تھا۔ گھنشیامی کے جسم کی کپکپاہٹ مزید بڑھ گئی اور وہ اپنے عمل کو اونچی اونچی آواز میں پڑھنے لگا اور پھرایک دم گھنشیامی نے اپنی آنکھیں کھول لیں۔ جس کے ساتھ ہی صمصام ہار گیا اور صحرا میں پہنچ کر راکھ کے بھنور سے انسانی روح کی شکل اختیار کر گیا۔ گھنشیامی نے ایک لمبا سانس کھینچا۔ اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اب وہ باآسانی صمصام کے اس بھیانک روپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتا تھا۔

صمصام کی روح صحرا میں بھٹک رہی تھی۔ اب تو صمصام کے انتقام کے پورا ہونے کا وقت تھا۔ جب گھنشیامی نے اسے اپنے عمل کی گرفت میں لے لیا۔

روحا سردرد میں لوٹ پوٹ ہو رہی تھی کہ ایک دم اس کے دماغ میں صمصام کی آواز گونجنے لگی۔

"روحا! میں گھنشیامی کی گرفت میں ہوں صرف تمہاری مدد سے میں اپنے اصل روپ میں آ سکتا ہوں جو ریت تم صحرا سے لائی تھی اسے اپنے سامنے رکھ کر اس کی طرف اس وقت تک دیکھو جب تک تمہاری آنکھوں کے سامنے کوئی منظر نہ آ جائے۔"

صمصام کی آواز سنتے ہی روحا نے کچھ نہیں سوچا اور وہ تیزی سے اپنی الماری کی طرف لپکی۔ اس نے الماری سے لکڑی کا ایک چھوٹا سا بکس نکالا اور بکس کو لے کر کارپٹ پر بیٹھ گئی۔ روحا نے لکڑی کی اس چھوٹی سی ڈبیہ کو کھولا اور اس میں پڑی ریت پر اپنی آنکھیں گاڑ دیں۔ روحا نے اس ریت کی طرف دیکھا تو اس کا سر چکرانے لگا لیکن اس نے اس ریت پر سے اپنی آنکھیں نہیں اٹھائیں۔ روحا اس ریت کی طرف مسلسل دیکھتی رہی۔ رفتہ رفتہ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے کمرے کی ہر چیز غائب ہو گئی ہے اور اس کی

آنکھوں کے سامنے صرف ریت ہے۔

روحا ریت میں گم ہو گئی۔ اسے اپنے اردگرد کا ہوش نہ رہا۔ اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں اور اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ روحا کی یہ دہکتی آنکھیں اس ریت کی طرف ہی مرکوز تھیں کہ ایک دم اس ریت میں سے روشنی نکلنے لگی۔ جس کے ساتھ ہی صمصام صحرا سے غائب ہو کر سیاہ راکھ کے بھنور کی شکل اختیار کر گیا۔

روحا کی آنکھیں اس قبرستان کا خوفناک منظر دیکھ رہی تھیں۔ جہاں گھنشیامی شدید گھبراہٹ اور بے چینی سے فضا کو گھور رہا تھا۔ اس کا عمل ٹوٹ چکا تھا۔ اس کا چہرہ فق اور آنکھوں میں موت کا خوف موجزن تھا۔

گھنشیامی کو اور کچھ نہ سوجھا تو اس نے فوراً اپنے دفاع کے لئے کوئی عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی وہ عمل پورا بھی نہ کر سکا کہ اس کی زبان‘ اس کا پورا وجود جیسے پتھر کا ہو گیا۔ تیز حرارت سے بھرپور روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ البتہ اس روشنی سے اسے سخت حرارت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے ذرا غور کیا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس کی آنکھوں کے سامنے ایک خوفناک آگ تھی جو ایک انسانی جسم کی بناوٹ میں دہک رہی تھی۔

گھنشیامی کے حواس قابو میں نہیں تھے۔ وہ جان گیا تھا کہ یہ صمصام کا ہی بھیانک روپ ہے لیکن اس نے خود کو سنبھالا اور پھر سے اپنا عمل پڑھنے لگا۔ اس نے ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ اپنا عمل پڑھا اور اس آگ کے وجود کی طرف پھونکا لیکن بجائے اس کے کہ اس کا عمل اس آگ کے وجود پر اثر کرتا آگ کے وجود میں سے خوفناک آوازیں ابھرنے لگیں اور پھر اس آگ کے وجود نے گھنشیامی کی سیدھ میں اپنے دونوں ہاتھ آپس میں ملا لئے۔ جس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھوں سے آگ کا ایک گولہ نمودار ہوا اور ہوا کو چیرتا ہوا گھنشیامی کی طرف بڑھا۔

گھنشیامی نے بھاگنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ آگ کا گولہ گھنشیامی کے جسم سے جا لگا اور گھنشیامی کا پورا وجود اس آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ پورا قبرستان گھنشیامی کی چیخ و پکار

سے گونج اٹھا۔ آج گھنشیام کو محسوس ہو رہا تھا کہ موت کی اذیت کیسی ہوتی ہے۔ اس کا پورا وجود جھلس رہا تھا۔ وہ تڑپ تڑپ کے مر رہا تھا۔

جس آگ کی پوجا کر کے وہ شیطانی طاقتوں پر راج کرتا رہا آج اسی آگ نے اس کے بدن کو جلا ڈالا۔ اس شیطان کا ناپاک وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھیانک منظر روحا کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور وہ اپنی موجودہ حالت میں واپس آ گئی لیکن اس بار روحا کی آنکھوں میں کوئی خوف یا دہشت نہیں تھی بلکہ اس کی آنکھوں میں خوشی اور اطمینان کی چمک تھی۔

خوشی کے اس احساس نے کہ گھنشیام جیسا درندہ صفت انسان اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے۔ روحا کے اندر ایک ہلچل سی مچا دی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر سب کو بتائے کہ آج لوگوں کا خون چوسنے والے شیطان کا وجود مٹی میں مل گیا ہے۔

☆======☆======☆

گھنشیام کی موت کے وقت صمصام کا ہولناک روپ دیکھ کر روحا کے پورے وجود میں تھرتھراہٹ ضرور تھی لیکن اس کا خوف اس حوصلے میں تبدیل ہو گیا کہ آج گھنشیام کے ظلم کا طلسم ٹوٹ گیا ہے۔ آج لوگوں کو گھنشیام جیسے درندے سے نجات مل گئی ہے۔

روحا سمجھ رہی تھی کہ اس خوفناک کہانی کا اختتام ہو گیا ہے اور صمصام کا مقصد بھی پورا ہو گیا ہے۔ اب کوئی بھی انسان اس کے بھیانک روپ کا شکار نہیں بنے گا۔ اس نے رات سخت بے چینی میں گزاری۔ صبح کے اجالے نے اس بھیانک رات کو اپنے روشن لبادے میں چھپا لیا تو روحا بھی بے چینی سے اپنے کمرے سے باہر نکلی اور اس نے افتخار اور شاکرہ کو ساری بات بتائی۔

افتخار اور شاکرہ تعجب سے روحا کی طرف دیکھ رہے تھے کہ وہ اتنا خوفناک واقعہ اتنے حوصلے سے سنا رہی ہے۔ وہ روحا کے چہرے پر انتہائی خوشی اور اطمینان دیکھ رہے تھے۔

افتخار اور شاکرہ کی آنکھیں خوشی سے بھر آئیں۔ ان کے وہ تمام خدشے اور وسوسے دور ہو گئے جس سے ان کی دن رات کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ وہ تہہ دل سے خدا کا شکر

ادا کر رہے تھے کہ خدا نے اس خوفناک واقعے میں روحا کو ہر نقصان سے بچا لیا۔

☆======☆======☆

آہستہ آہستہ روحا اپنی نارمل زندگی میں واپس آنے لگی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ روحا پر ان خوفناک واقعات کے اثرات بھی کم ہونے لگے۔ وہ موت کی دنیا سے پلٹ کر جیتے جاگتے لوگوں میں اپنی زندگی کو جینے لگی۔ اس نے اپنے ذہن کو بالکل بدل لیا۔

اویس کے گھر والوں نے روحا کے گھر والوں سے روحا کا رشتہ مانگا تو افتخار اور شاکرہ نے انہیں دو دن کا وقت دیا کہ وہ انہیں دو دن کے بعد جواب دیں گے۔

افتخار اور شاکرہ نے اس رشتے کے متعلق روحا سے پوچھا تو روحا نے خوشی سے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔ دونوں خاندانوں کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ دونوں خاندانوں نے مل کر منگنی کی تاریخ طے کر لی۔

روحا اور اویس کی منگنی اگلے ماہ کی چار تاریخ کو طے پائی تھی اور ابھی مہینے کی 27 تاریخ تھی۔ گویا منگنی میں صرف سات روز باقی تھے۔ روحا اور اویس کے گھر والے اپنے اپنے گھروں کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن میں مصروف تھے زور و شور سے منگنی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

اویس اور اس کی والدہ ہی تمام شاپنگ کر رہے تھے۔ اویس کو اس خوشی کی مبارک باد دینے کے لئے اس کے دوستوں کی ایک قطار لگی ہوئی تھی۔

رات کے دس بجے تو اویس اپنے کمرے میں سونے کے لئے چلا گیا۔ اس کے دل و دماغ میں ایک عجیب سا سکون تھا۔ اس کا ذہن وسوسوں اور مایوسیوں کے تار بننے کے بجائے امیدوں اور خوشیوں کی نئی راہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ انہی خوبصورت سوچوں کے ساتھ وہ گہری نیند سو گیا۔

آدھی رات گزر گئی تو اویس گہری نیند میں ایک خواب دیکھنے لگا۔

روحا نے مہندی کا پیلا جوڑا پہن رکھا تھا۔ اس کی سہیلیاں اور کزنز ڈھولک پر مہندی کے گیت گا رہی تھیں۔ شاکرہ' اویس کی والدہ اور خاندان کی دوسری خواتین روحا کے ار

گرد بیٹھی ہوئی تھیں وہ سب سہاگنیں باری باری روحا کے ہاتھ پر مہندی لگا رہی تھیں کہ ایک دم ڈھولک بجاتی ہوئی لڑکیاں چیختی ہوئی اِدھر اُدھر بھاگنے لگیں۔ ان کی چیخ و پکار پر خواتین نے اوپر کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ وہ روحا کو چھوڑ کر بھاگنے لگیں۔ لوگوں کی اس بھاگ دوڑ میں شاکرہ اور اویس کی ماں بھی روحا سے دور چلی گئیں۔

ایک سفید ہیولا ہوا میں پرواز کرتا ہوا روحا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جونہی وہ ہیولا روحا کے قریب آیا روحا کے گرد ایک دم آگ بھڑک اٹھی۔ روحا کی چیخ و پکار فضا میں گونجنے لگی۔ سب اس آگ کو بجھانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے لیکن اس سے پہلے کہ کوئی اس آگ کو بجھاتا تھوڑی ہی دیر میں وہ آگ خود بخود بجھ گئی لیکن جونہی آگ بجھی سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ روحا اپنی جگہ سے غائب تھی۔

اس کے ساتھ ہی اویس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔ "روحا کہاں گئی؟" لیکن اس کی اپنی ہی آواز نے اسے احساس دلا دیا کہ وہ نیند میں بول رہا ہے۔ اس نے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ "شکر ہے کہ یہ خواب تھا"

اگلے روز اویس کی والدہ بازار سے شاپنگ کر کے آئیں۔ اویس گھر پر ہی تھا۔ والدہ نے سامان میز پر رکھا اور اویس کے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے اویس کی طرف دیکھا۔

"سب سے اہم چیز تو میں اب لے کر آئی ہوں۔"

"کون سی چیز؟" اویس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اویس کی والدہ نے اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے ایک ڈبیہ نکالی۔ اس نے وہ ڈبیہ اویس کی طرف بڑھاتے ہوئے کھولی۔ اس ڈبیہ میں ایک خوبصورت انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی دیکھ کر اویس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک آ گئی۔ "بہت خوبصورت ہے۔"

"میں نے کل شاکرہ اور افتخار کی دعوت کی ہے۔" شمیم نے کہا۔

"آپ نے انہیں کیا وقت دیا ہے۔"

"میں نے انہیں شام چھ بجے کا وقت دیا ہے۔ تم نے گھر پر ہی رہنا ہے۔" شمیم نے کہا۔

اویس نے مسکراتے ہوئے اپنا سر جھکا لیا۔ "میں بھلا کیوں کہیں جاؤں گا۔"

شمیم نے پیار سے اس کے سر پر تھپکی دی۔ "بہت عزیز ہیں تمہیں اپنے سسرال والے۔"

☆======☆======☆

اگلے روز افتخار اور شاکرہ پورے ساڑھے چھ بجے اویس کے گھر پہنچ گئے۔ اویس کے والد اسحاق بھی اویس کے ساتھ گھر پر ہی موجود تھے۔ اویس کے گھر والوں نے شاکرہ اور افتخار کی آمد پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔

روحا کے پاس صرف گھر کے ملازم تھے۔ جو اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ روحا گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ اس نے اپنی تنہائی دور کرنے کے لئے ٹی وی آن کر لیا۔ وہ کچھ دیر تک ٹی وی دیکھتی رہی پھر اسے ٹی وی سے بھی اکتاہٹ ہونے لگی۔ گھر کی تنہائی اسے بے چین کر رہی تھی۔ اس سے اپنا یہ اکیلا پن برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل کر لان میں ٹہلنے لگی۔

شام کا وقت تھا لیکن سردیوں کے چھوٹے دنوں کی وجہ سے گہری رات کی مانند اندھیرا چھا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے روحا کو تنہائی کچھ زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ لان میں کافی ٹھنڈک تھی۔ روحا جلد ہی کمرے میں واپس لوٹ آئی۔ اس نے رسالوں کے اسٹینڈ میں سے ایک رسالہ اٹھایا اور وقت گزاری کے لئے وہ رسالہ پڑھنے لگی۔ ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ پورے گھر میں ایک خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ روحا کے گھر کے باہر بھی ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس خاموشی اور سناٹے میں لان میں پھرتے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی سیٹی دار آوازیں گونج رہی تھیں۔

پچھلی زندگی کے خوفناک واقعات کے بعد روحا تنہائی سے دور بھاگنے لگی تھی۔ گھر میں بس دو ہی ملازم تھے۔ ایک گیٹ کیپر تھا جو گیٹ کے پاس کرسی رکھے بیٹھا ہوا تھا اور

دوسرا گھر کے دوسرے کاموں میں مصروف تھا۔ کوئی بھی چیز روحا کی تنہائی کو دور نہیں کرپا رہی تھی۔ وہ بے چینی سے میگزین کے صفحے الٹائے جا رہی تھی۔

وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اس وسیع و عریض کمرے میں تنہائی کا احساس زیادہ ہو رہا تھا وہ اس کمرے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور اپنے کمرے کے بیڈ پر بیٹھ کر میگزین دیکھنے لگی۔

گھپ اندھیرے میں روحا کی کوٹھی کے آگے دور دور تک کسی انسان کا کوئی نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ کوٹھی کے باہر لگی ہوئی لائٹوں کی وجہ سے کوٹھی کے قریب کافی روشنی تھی۔ایک دم اس روشنی میں ایک ضعیف عورت نمودار ہوئی۔ بوڑھی عورت کی لاٹھی کی ٹھک ٹھک کی آواز سے گیٹ کیپر چوکنا ہوا اور اس نے گیٹ پر لگی دوربین سے باہر دیکھا۔ وہ ضعیف عورت اس گیٹ کی طرف ہی بڑھ رہی تھی۔ گیٹ کیپر نے گیٹ کھولا اور باہر نکل کر بوڑھی عورت سے ترش روئی سے بولا۔ "کون ہو تم؟"

بوڑھی عورت کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا اور کمر جھکی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بہت عجیب تھیں' بے نور اور سرد۔ اسے دیکھ کر ایک عجیب سا خوف آ رہا تھا۔ جیسے وہ اپنی روح کی وجہ سے اپنے مُردہ وجود کو لے کر پھر رہی ہے۔

اس نے اپنی کانپتی ہوئی آواز میں گیٹ کیپر کی بات کا جواب دیا۔

"مجھے روحا بی بی سے ملنا ہے۔"

گیٹ کیپر نے کچھ دیر کچھ سوچا اور پھر کہنے لگا۔ "تم یہیں ٹھہرو میں روحا بی بی سے پوچھ کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر گیٹ کیپر نے گیٹ بند کیا اور روحا سے پوچھنے کے لئے چلا گیا۔

گیٹ کیپر روحا کے کمرے میں داخل ہوا۔ "بی بی جی! ایک بوڑھی عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

"بوڑھی عورت' کون ہو سکتی ہے؟ چلو تم ایسا کرو' اسے اندر بھیج دو۔" روحا نے لاپرواہی سے کہا۔

کچھ دیر کے بعد لاٹھی کی ٹھک ٹھک کی آواز کے ساتھ وہ بوڑھی عورت روحا کے کمرے میں داخل ہوئی۔

روحا نے اس بوڑھی عورت کی طرف دیکھا تو ایک بار وہ خوفزدہ سی ہو گئی کیونکہ گھر میں تنہا ہونے کی وجہ سے پہلے ہی اس کے ذہن میں عجیب عجیب سے وسوسے آ رہے تھے لیکن اپنے اس خوف سے اسے ندامت سی ہوئی۔ اس نے بوڑھی عورت سے بہت احترام سے پوچھا۔ "آپ کون ہیں۔ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟"

اس بوڑھی عورت نے اپنی سرد اور بے جان آنکھیں روحا کے چہرے پر گاڑ دیں اور اپنی کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ تمہارا اور میرا تعلق تو بہت گہرا ہے۔"

روحا نے اس بوڑھی عورت کے پُراسرار چہرے کی طرف حیرت سے دیکھا۔ "آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں نے تو آپ کو پہلی بار دیکھا ہے۔"

روحا ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ ایک دم ہوا کے ایک تیز جھونکے سے روحا کے کمرے کی کھڑکی چٹاک سے کھل گئی۔ کھڑکی کی آواز سے روحا نے جھرجھری سی لی اور جلدی سے اٹھ کر کھڑکی بند کر دی۔ پوری کوٹھی میں اور کوٹھی سے باہر ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سب لوگ جیسے اس ٹھٹھرتی سردی میں اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔

ضعیف عورت روحا کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی بے جان اور سرد آنکھوں میں ایک عجیب سی وحشت تھی۔ وہ روحا کے بیڈ کے تھوڑا اور قریب ہو گئی اور گھٹی گھٹی آواز میں کہنے لگی۔ "اس انسانوں کی دنیا میں صرف تم ہی تو مجھے جانتی ہو۔"

"ان........... ان .... انسانوں کی دنیا؟" اس جملے سے روحا کے چہرے پر خوف کی لکیریں کھنچ گئیں۔

بوڑھی عورت نے اپنی کانپتی ہوئی آواز میں اپنی بات دہرائی۔ "ہاں انسانوں کی دنیا۔ کیونکہ میں اس دنیا کا حصہ نہیں ہوں۔" یہ جملہ کہتے کہتے یکلخت اس بوڑھی عورت کی

کانپتی ہوئی آواز گرجدار اور مردانہ آواز میں بدل گئی۔ ”میں نے تم سے کہا تھا نا کہ مجھے تم سے ایک بار پھر ملنا ہے۔“

یہ آواز سنتے ہی روحا سر تا پا کانپ اٹھی۔ کیونکہ یہ آواز صمصام کی آواز تھی۔ روحا کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس بوڑھی عورت کی طرف دیکھنے لگی کہ ایک دم اس بوڑھی عورت کا وجود ایک خوفناک روشنی میں تبدیل ہو گیا۔ ایسی روشنی جس پر آگ کا گمان ہو رہا تھا جس کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ روحا انتہائی دور جا کر بھی اس کی حرارت محسوس کر رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی ساعتوں میں وہ روشنی ایک انسانی وجود کے خاکے میں بدل گئی۔

روحا کے پورے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔ روشنی کا ایک وجود اس کے سامنے کھڑا تھا۔

روحا نے ابھی خود پر قابو نہیں پایا تھا کہ اس روشنی کے وجود میں سے صمصام کی آواز ابھری۔ ”میں نے تم سے کہا تھا روحا۔ میں تم سے ایک بار پھر ملوں گا۔ میں نے جس مقصد کے لئے یہ خوفناک روپ لیا تھا میرا وہ مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اب میں اس خوفناک روپ سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ میرے اس روپ کی شیطانی طاقتیں کسی بھی وقت انسانوں کے لئے کوئی خطرہ پیدا کر سکتی ہیں اور مجھے اس ردپ سے رہائی تم نے دلانی ہے۔“

”مم.......... مم.......... میں نے؟“ روحا نے تعجب اور خوف سے کہا۔

صمصام کی آواز کمرے میں ایک بار پھر گونجی۔ ”میری یہ آنکھیں جو تمہارے چہرے پر لگی ہیں تمہیں انہیں ختم کرنا ہو گا۔ جب یہ آنکھیں ختم ہو جائیں گی تو میں اس بھیانک روپ سے انسانی روح میں تبدیل ہو جاؤں گا اور میری روح کو تسکین مل جائے گی۔ میں ہمیشہ کے لئے اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں گا۔“

روحا سکتے کی سی کیفیت میں صمصام کی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں

آنسو تیر رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جس خوفناک راستے پر اس نے اور ادیس نے قدم رکھا تھا۔ اس میں آزمائش کا وقت تو آج آیا ہے۔ آج وہ ان خوفناک راستوں کو ہمیشہ کے لئے بند کر سکتی ہے جن کی منزل صرف موت ہے۔

روحا نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اپنا سر جھکا دیا۔ ”میں یہ سمجھوں گی کہ ایکسیڈنٹ کے بعد مجھے آنکھیں ملی ہی نہیں تھیں۔ میں اس احساس کی روشنی میں خوش رہوں گی کہ میری وجہ سے لوگ ایک خوفناک طاقت سے ناگہانی افتاد سے محفوظ ہو گئے۔“

روحا کی اس بات کے بعد صمصام کی آواز روحا کے کانوں میں گونجی۔

”آنکھیں بند کر لو۔ جس وقت تک میری اس روشنی کی حرارت کو محسوس کرو گی‘ آنکھیں مت کھولنا‘ جب یہ حرارت ختم ہو جائے‘ سمجھ لینا کہ میں اپنی دنیا میں لوٹ گیا ہوں۔“

یہ آواز سنتے ہی روحا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی آنکھیں بند ہوئیں تو اس کے ذہن میں پریشان کن منظر اور بھی نمایاں ہو گئے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی آنکھوں کی روشنی کے ساتھ اس کے والدین کی تمام خوشیاں بھی ختم ہو جائیں گی لیکن اس ایثار کے پیچھے جو مقصد تھا اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی جا سکتی تھی۔

روحا یہ سوچ رہی تھی کہ ایک دم اس کا پورا دماغ سن سا ہو گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو پکڑ لیا۔ وہ ایک عجیب سی اذیت میں مبتلا ہو گئی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کسی نے اس کے سر میں بہت سی سوئیاں گاڑ دی ہیں۔ وہ پاگلوں کی طرح اپنے سر کو مختلف جگہوں سے رگڑ رہی تھی۔ تکلیف سے اس کی آنکھوں کے پپوٹے کانپ رہے تھے لیکن وہ اپنی آنکھیں نہیں کھول رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد روحا اس اذیت سے باہر آ گئی لیکن اس اذیت کے ختم ہوتے ہی روحا کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی اور پھر آہستہ آہستہ یہ جلن اتنی بڑھ گئی کہ روحا کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے گٹھڑی کی طرح اکٹھی ہو گئی۔ یہ تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کی آنکھوں پر انگارے رکھ

دیئے ہوں۔ وہ اس کرب میں بری طرح تڑپ رہی تھی۔ کافی دیر تک روحا اس المناک کیفیت میں مبتلا رہی لیکن پھر ایک دم روحا اس خوفناک کیفیت سے باہر آ گئی۔ اس کا پورا وجود نڈھال ہو چکا تھا۔ اس نے سر اوپر اٹھاتے ہوئے دیوار سے ٹیک لگا لی اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

روحا اس کمرے میں شدید حرارت محسوس کر رہی تھی۔ پورے کمرے میں اس طرح سکوت چھایا ہوا تھا کہ روحا کے سانس کی آواز بھی نمایاں ہو رہی تھی کہ ایک دم پورے کمرے میں خوفناک غرغراہٹ کی آواز گونجنے لگی۔ وہ غرغراہٹ کی آواز اتنی بھیانک تھی کہ کپکپاہٹ کی ایک لہر روحا کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ آواز جیسے کئی خوفناک آوازوں کا مجموعہ تھی۔ روحا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے کمرے میں شیطانی مخلوق نے حملہ کر دیا ہے۔ روحا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے کانوں کو ڈھانپ لیا اور اونچی اونچی آواز میں رونے لگی۔ آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے اس کا خوف مزید بڑھ گیا تھا۔

روحا خود کو سنبھال نہ پا رہی تھی کہ ایک دم یہ خوفناک آوازیں بلند ہونے لگیں۔ جس کے ساتھ ہی زمین زلزلے کی سی گونج کے ساتھ ہلنے لگی اور پھر انتہائی خوفناک دھماکے نے کمرے کی ہر چیز ہلا کر رکھ دی۔ بالکل ایسا دھماکہ جس طرح کوئی چیز پہاڑ کے سینے کو پھاڑ کر گزر گئی ہو۔ دھماکے کے جھٹکے سے روحا دور جا گری اور کمرے کی ہر چیز اپنی جگہ سے اکھڑ کر زمین پر آ گری لیکن اس کرب ناک کیفیت میں بھی روحا نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس خوفناک دھماکے کے بعد روحا کمرے میں کوئی حرارت محسوس نہیں کر رہی تھی۔ یک لخت کمرے کی فضا بالکل پہلے جیسی ہو گئی جیسے صمصام کی موجودگی سے پہلے تھی۔ اس احساس کے ساتھ ہی روحا نے اپنی آنکھیں کھول لیں لیکن اب روحا کی بند اور کھلی آنکھوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے تاریکیوں میں ڈوب چکی تھی۔

☆======☆======☆

شاکرہ اور افتخار اویس کے گھر والوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھے لیکن

اویس کا دھیان کہیں اور تھا۔ اس نے منگنی کی انگوٹھی جیب میں ڈال رکھی تھی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ یہ انگوٹھی روحا کو دکھائے گا کہ اسے یہ انگوٹھی پسند ہے اور اب اس کے پاس بہترین موقع تھا اس نے افتخار اور شاکرہ سے معذرت کر کے ان سے اجازت چاہی۔

"آنٹی مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ آپ سب کھانا کھائیں میں بس ابھی آدھے گھنٹے میں آیا۔"

"اگر تم واقعی آدھے گھنٹے کے اندر اندر آ جاؤ گے تو پھر تو ہم کھانا تمہارے ساتھ ہی کھائیں گے۔" شاکرہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلیں ٹھیک ہے۔ ہم سب اکٹھے کھانا کھائیں گے۔" یہ کہہ کر اویس وہاں سے چل دیا۔

اویس روحا کے گھر پہنچا تو گیٹ کیپر بہت اطمینان سے سٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ اویس کو دیکھ کر اس نے جلدی سے گیٹ کھول دیا۔ وہ کوٹھی کے اندر داخل ہوا تو پوری کوٹھی سنسان پڑی تھی۔ اویس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی جیکٹ کی جیبوں میں ڈالے ہوئے تھے ارد گرد دیکھا۔ "یہاں تو بہت سناٹا ہے۔ روحا تو بہت ڈرتی ہو گی۔"

وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا کمروں کی طرف دیکھتا اور مختلف کمروں میں روحا کو ڈھونڈنے لگا لیکن روحا ان میں سے کسی بھی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ آخر میں وہ روحا کے کمرے کی طرف بڑھا اور جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ کمرے کے فرش کے درمیان میں ایک گہری کھائی کھدی ہوئی تھی اور روحا اس کھائی سے تھوڑے فاصلے پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ رو رو کر اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ اویس کے قدموں کی آواز سن کر روحا فضا میں آنکھیں گھمانے لگی۔ "کون ہے؟؟"

روحا کی یہ حالت دیکھ کر اویس سن سا ہو گیا۔ اس کا دل جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں بھینچ لیا۔ وہ شکستہ قدموں سے روحا کی طرف بڑھا۔

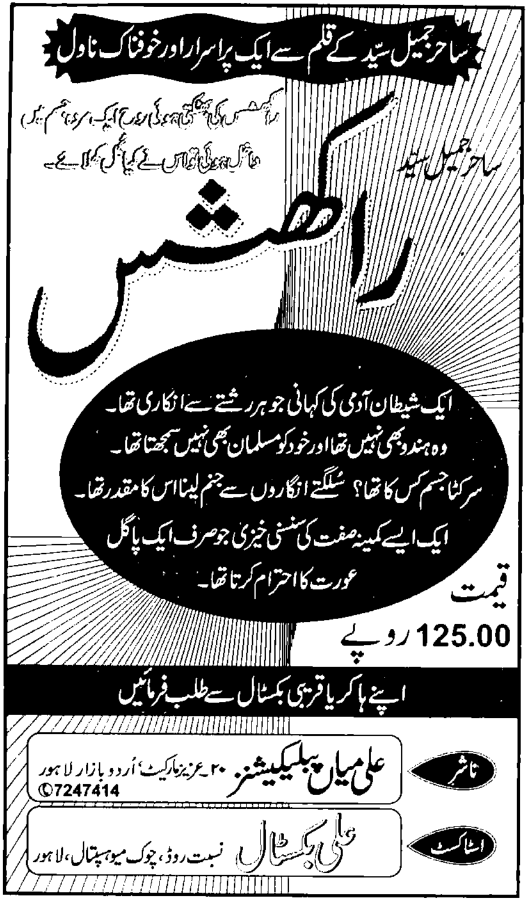

وہ روحا کے قریب بیٹھ گیا اور گلوگیر آواز میں کہنے لگا۔ ”یہ سب کیا ہے روحا اور تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے؟؟“

روحا نے اویس کی آواز سنی تو اس کی سرخ آنکھوں سے آنسو زارو قطار بہنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

گھبراہٹ اور خوف سے اویس کے دل کی دھڑکنیں اتنی تیز ہو گئیں کہ اس کی سانسیں بے ربط ہونے لگیں۔ اس نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے روحا کی طرف دیکھا۔

”روحا! آخر تم مجھے بتاتی کیوں نہیں کہ یہ سب کیا ہے۔“ روحا نے اپنے اشکوں سے بھرے چہرے سے ہاتھ اٹھا لئے۔

”اویس! ہم سمجھ رہے تھے کہ گھنشیام کی موت کے بعد صمصام اپنے بھیانک روپ کے ساتھ اپنی کسی دنیا میں لوٹ گیا ہو گا لیکن ایسا نہیں تھا۔ گھنشیام کی موت کے بعد صمصام کے بھیانک روپ کی شیطانی طاقتیں بھیانک اموات کا ایک نیا سلسلہ شروع کر دیتیں۔ اس لئے آج صمصام کا بھیانک روپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔ میری آنکھیں اس کے بھیانک روپ کا وہ حصہ تھیں، جن کے ختم ہونے سے ہی صمصام اس بھیانک روپ سے آزاد ہو سکتا تھا۔ آج میں نے اندھیروں میں ڈوب کر خون کے اس کھیل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔“

اویس خاموشی سے روحا کی ساری باتیں سن رہا تھا۔ اس نے اپنی بھیگی ہوئی نگاہوں سے روحا کے چہرے کی طرف دیکھا۔

”اب تک تو ہم خود فریبی میں مبتلا تھے۔ ہماری خوشیوں کی ابتدا تو آج ہوئی ہے۔ اب ہم زندگی کا ایک نیا سفر شروع کریں گے۔“ یہ کہہ کر اویس نے اپنی جیب سے انگوٹھی نکالی اور روحا کے ہاتھ میں پہنا دی۔

☆====== ختم شد ======☆

عبدالستار آکاش کے قلم سے ایک سحر انگیز اور پراسرار ناول

عبدالستار آکاش

صدیوں بعد

ایک خوفناک، سحر انگیز اور پراسرار ناول

چڑیلوں کی ملکہ اور خونی راکشس کی خونی ٹکر۔

ایک شخص کی کی داستان جسے انسانی خون چاہیے ہوتا تھا۔

صدیوں بعد ایک بدروح "راگا بن ملیان" کے آزاد ہونے کی داستان

کیا راگا بن ملیان اپنے بلیدانی جسم کو بچا سکا؟

قیمت
150
روپے

اپنے ہاکر یا قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

ناشر
علی میاں پبلیکیشنز ۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اُردو بازار لاہور
7247414

اسٹاکسٹ
علی بکسٹال نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال، لاہور